الجامعۃ العربیہ احسن العلوم

گلشن اقبال 2 کراچی

احسن الخطبات

جلد دوم

شیخ الحدیث والتفسیر مولانا مفتی محمد زر ولی خان صاحب

الجامعۃ العربیۃ احسن العلوم
گلشن اقبال کراچی

کتاب کا نام .... احسن الخطبات جلد دوم خطبات کی تعداد ۱۵

صاحبِ خطبات...... شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا مفتی محمد زرولی خان صاحب مدظلہ

ناشر .... جامعہ عربیہ احسن العلوم گلشن اقبال ۲ کراچی

کمپوزنگ .... اراکین دار التصنیف (جامعہ عربیہ احسن العلوم)

ڈیزائننگ .... منیب اشرف (دار التصنیف جامعہ عربیہ احسن العلوم)

طباعت اول........ جمادی الاولی ۱۴۳۱ھ

ملنے کا پتہ

احسنی کتب خانہ	احاطہ جامعہ عربیہ احسن العلوم گلشن اقبال بلاک نمبر ۲ کراچی
احسنی کتب خانہ	دکان نمبر ۱۰ رب میڈیکل سینٹر گلشن اقبال بلاک نمبر ۲ کراچی
کتب خانہ مظہری	بالمقابل اشرف المدارس گلشن اقبال بلاک نمبر ۲
مکتبہ عمر فاروقؓ	بالمقابل جامعہ فاروقیہ شاہ فیصل کالونی

اہم گزارش

احسن الخطبات کی تیاری میں حتی الامکان یہ کوشش کی گئی ہے کہ اس میں قرآن کریم کی آیات میں کوئی غلطی نہ ہو اور نہ ہی احادیث مبارکہ اور دیگر فقہی عبارات میں غلطی واقع ہو۔ پھر بھی اگر قارئین میں سے کسی کو کوئی کمی محسوس ہو تو ازراہِ کرم اعتراضات اور طعنوں سے گریز کرتے ہوئے ادارے کو اطلاع فرمائیں، ادارہ شکرگزار رہیگا۔

عرض مرتب ۱۹

اٹھارواں خطبہ ۲۱

(۱) قرآن کریم کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے خود لی ہے ۲۲
(۲) شراکت اور مضاربت حضرت ﷺ کے زمانہ سے ہی رائج ہیں ۲۴
(۳) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی ایک حکایت ۲۵
(۴) امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سب سے مشکل کام ہے ۲۷
(۵) تعلیم وتبلیغ میں بڑی برکت ہے ۲۸
(۶) انبیاء کرام کی استقامت پہاڑ سے زیادہ ہوتی تھی ۳۰
(۷) عذاب قبر برحق ہے ۳۲
(۸) چغل خوری شر اور فساد کا باعث ہوتی ہے ۳۳
(۹) مشہور زمانہ بوعلی سینا کے اسلام لانے کا واقعہ ۳۵
(۱۰) ہر پیدا ہونے والے بچے کا نام رکھنا ضروری ہے ۳۷
(۱۱) سورۂ فاتحہ کے فضائل وبرکات ۳۸
(۱۲) اسلام کی تمام تعلیمات آسانی پر مبنی ہیں ۴۰
(۱۳) قرآن کریم کے علوم پر ایک نظر ۴۱

انیسواں خطبہ ۴۶

(۱) اللہ تعالیٰ نے انبیاء کی اتباع کو اپنی رضا کا سبب قرار دیا ہے ۴۷
(۲) انبیاء کی اطاعت ایمان کے بعد کارگر ہے ۴۸
(۳) شق صدر کی تفصیل ۴۸
(۴) واقعہ معراج کے مختصر احوال ۵۰
(۵) انبیاء کرام کی قبور شرک وبدعت سے پاک ہیں! معجزہ ۵۲
(۶) انبیاء کرام کا مقام بندگی ۵۳
(۷) سودخور کا انجام ۵۷
(۸) ایمان کا اول مرحلہ حرام سے بچنا ہے ۵۸
(۹) ایمان کے بعد استقامت بڑی دولت ہے ۶۰
(۱۰) سودی رقم کے بارے میں ایک وضاحت ۶۲

بیسواں خطبہ ۶۵

(۱) امن اور رزق اللہ تعالیٰ کی دو بڑی نعمتیں ہیں ۶۵
(۲) شریعتِ مقدسہ امن وسلامتی کا پیکر ہے ۶۸
(۳) جنابِ نبی کریم ﷺ سے پہلے ہونے والی ایک جنگ کا تذکرہ ۷۰
(۴) شریعت نے لوگوں کے درمیان امن وسلامتی کی فضاء قائم کی ۷۰
(۵) الفت کے معانی اور مفہوم ۷۲

(۶) حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا درد بھرا واقعہ ۷۴
(۷) شریعت کا مقابلہ تباہی اور بربادی کا موجب ہے ۷۷
(۸) خون ریزی اور بدامنی کی چند وجوہات ۷۹
(۹) مسجد ڈھانا مکمل اسلام ڈھانے کے برابر ہے ۸۱
(۱۰) ملک میں خون ریزی اور بدامنی کا ذمہ دار کون؟ ۸۳
(۱۱) خودکش حملہ کے بارے میں ایک وضاحت ۸۴

اکیسواں خطبہ ۸۷
(۱) سورۂ حجرات کی دو آیتوں کی تفصیل ۸۸
(۲) معاشرے میں بدامنی کے اسباب ۸۸
(۳) جنابِ نبی کریم ﷺ کے مزاح کے واقعات ۸۹
(۴) اسلام میں دائیں ہاتھ استعمال کرنے کی تاکید ۹۰
(۵) والدین کی ایک کمزوری اور اس کی اصلاح ۹۲
(۶) اولاد کی صالح تربیت بہت ضروری ہے ۹۴
(۷) تمسخر اور عیب جوئی کی قرآن کریم میں مذمت ۹۵
(۸) ناموں کے سلسلے میں وضاحت ۹۶
(۹) حضرت ابوذر غفاری کا عمل اور حضرت ﷺ کی تنبیہ ۹۹
(۱۰) بدگمانی کی بھی اسلام نے مذمت کی ہے ۱۰۱

(۱۱) غیبت کے برے اثرات اور ان سے توبہ ۱۰۳
(۱۲) سچی توبہ کا طریقہ اور اس کے اثرات ۱۰۴
(۱۳) بددعا کے سلسلے میں والدین کی غلطی اور اس کی اصلاح ۱۰۶
(۱۴) والدین اور بیوی کے حقوق میں توازن ضروری ہے ۱۰۸

بائیسواں خطبہ ۱۱۱
(۱) سود کاروبار کی روح یا تباہی ۱۱۲
(۲) اسلامی بینکاری یا سود کی پرورش ۱۱۳
(۳) نام نہاد اسلامی بینکاری کے وجود میں آنے کی کیا وجوہات ہوسکتی ہیں ۱۱۵
(۴) شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان مدظلہ سے ملاقاتیں اور ان کا فائدہ ۱۱۶
(۵) نام نہاد اسلامی بینکاری کے سلسلے میں نشستوں کا انعقاد ۱۱۸
(۶) ٹیلی وژن میں آنا اور تصویر کشی کی اسلام میں کوئی اجازت نہیں ۱۲۰
(۷) بینکاری کے سلسلے میں ایک واقعہ ۱۲۱
(۸) حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب کی بین کرامت ۱۲۴
(۹) اسلام میں حلال کی بہت ترغیب دی گئی ہے ۱۲۵
(۱۰) جنابِ نبی کریم ﷺ کی کمال احتیاط ۱۲۵
(۱۱) سادات کا زکوٰۃ لینا کسی حال میں جائز نہیں ۱۲۶

تیئیسواں خطبہ ۱۲۹
(۱) رمضان نزول قرآن کا مہینہ اور اس کی خصوصیات ۱۳۰
(۲) آیت "کما کتب علی الذین" الخ کی تحقیق ۱۳۱
(۳) اجتماعی گناہوں کی سزا ۱۳۲
(۴) یوم جمعہ کی عظمت اور اپنوں کے ہاتھوں اس کی مظلومیت ۱۳۴
(۵) اموال ظاہرہ اور باطنہ کی زکوۃ پر مفتی محمود رحمہ اللہ کی رائے ۱۳۶
(۶) گزشتہ تمام آسمانی کتابوں پر ایمان بھی ایمان کا حصہ ہے ۱۳۸
(۷) قرآن کریم میں تمام آسمانی کتابوں کے مضامین موجود ہیں ۱۳۹
(۸) مرد درویش جنرل ضیاء الحق کے نیک ارادے ۱۴۲
(۹) حضرت الشیخ کا بنگلہ دیش میں پانچ لاکھ افراد کے اجتماع سے خطاب ۱۴۳
(۱۰) ٹیلی وژن کی وباء اور نحوست ۱۴۵
(۱۱) عہد شکنی پر وعیدیں اور ان کے مضر اثرات ۱۴۶
(۱۲) عہد شکنی کرنے والوں کے خلاف آنحضرت ﷺ کا ردِعمل ۱۴۷
(۱۳) حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا زبردست ایفائے عہد ۱۵۰
(۱۴) صحابہ کرام پر نکتہ چینی سے سلب ایمان کا خطرہ ہے ۱۵۲
(۱۵) رمضان شریف کا مہینہ بھی عہد و پیمان کا مہینہ ہے ۱۵۳
(۱۶) سازشیوں اور بد مذہبوں کے شر سے بچنے کی کوشش کرنا ضروری ہے ۱۵۴

چوبیسواں خطبہ ۱۵۶
(۱) قرآن کریم میں تحفظ حدود شرع کی اقسام ۱۵۷
(۲) انبیاء کرام بھی مشکل میں اللہ تعالیٰ ہی کو پکارتے تھے ۱۶۰
(۳) تکوینی معاملہ اور اس کی ایک مثال ۱۶۱
(۴) ہر پروگرام میں شریعت کا لحاظ ضروری ہے ۱۶۲
(۵) اللہ تعالیٰ کے فیصلے اور ان کی حکمتیں ۱۶۴
(۶) حضرت یونس علیہ السلام کی عاجزی اور انکساری ۱۶۵
(۷) واقعہ کا نچوڑ تین باتیں ۱۶۶
(۸) لا الہ الا انت سبحنک انی کنت من الظالمین کی تاثیر ۱۶۷
(۹) لوگوں کی ایک غلط عادت اور اس کی اصلاح ۱۶۸
(۱۰) محرم الحرام اور ہمارے ملک کی بدقسمتی ۱۶۹
(۱۱) اوراد و وظائف کے سلسلے میں ایک اہم بات ۱۷۰
(۱۲) شرک اور بدعتی ہر حال میں اللہ کی نعمتوں سے محروم ہے ۱۷۳
(۱۳) اسلامی عقائد اور تعلیمات کی حفاظت سب سے اہم فریضہ ہے ۱۷۴
(۱۴) شیخ سعدی رحمہ اللہ کی ایک حکایت ۱۷۴

پچیسواں خطبہ ۱۷۷
(۱) تمام پیغمبروں کو معجزات دیئے گئے تھے ۱۷۸
(۲) کاہن اور نجومی پر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ۱۸۱
(۳) شریعت میں باپ اور سسر کا فرق ۱۸۲
(۴) دیگر انبیاءِ کرام کے معجزات ۱۸۳
(۵) قرآن کریم میں انبیاء کرام کی عاجزی کا ذکر ۱۸۴
(۶) حضرت ابراہیم علیہ السلام کا معجزہ ۱۸۵
(۷) نبوت کے بعد سب سے اہم منصب امامت کا ہے ۱۸۷
(۸) منصبِ امامت کے تقدس کا لحاظ کرنا بہت ضروری ہے ۱۸۸
(۹) ایک واقعہ ۱۸۹
(۱۰) امامت پر ہمارے استاذ حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ
کی غیرت کا ایک واقعہ ۱۹۰
(۱۱) نمازِ جنازہ امام الحیّ کا حق ہے! مسئلہ کی وضاحت ۱۹۱
(۱۲) حضرت داؤد علیہ السلام کا معجزہ ۱۹۳
(۱۳) قرآن کریم تیز پڑھنا بھی معجزات میں سے ہے ۱۹۳
(۱۴) جنابِ نبی کریم ﷺ کے معجزات ۱۹۵

چھبیسواں خطبہ ۱۹۹
(۱) انسانی زندگی میں تین چیزوں کا اہتمام ۲۰۰
(۲) انبیاء کی بعثت کا مقصد عقیدۂ توحید کی وضاحت ۲۰۱
(۳) آنحضرت ﷺ نے سب سے پہلے عقیدۂ توحید کی دعوت دی ۲۰۲
(۴) درگاہوں کی بیخ کنی کو آنحضرت ﷺ نے اپنی بعثت کا مقصد فرمایا ہے ۲۰۴
(۵) عقائد میں بنیادی عقیدہ، عقیدۂ توحید ہے ۲۰۵
(۶) اولیاء کرام اور بزرگانِ دین کی کرامات برحق ہیں ۲۰۷
(۷) دل کی غذا اللہ کے ذکر میں ہے ۲۰۸
(۸) شیخ المشائخ شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ۲۰۹
(۹) اہل سنت اور اہل روافض کے درمیان مشہور مناظرہ ۲۱۰
(۱۰) حضرت علیؓ کا حضرت عمرؓ کو خراجِ تحسین ۲۱۲
(۱۱) مناظرہ کا فیصلہ ۲۱۳
(۱۲) حضرت خالد بن ولیدؓ کی بہادری کا ایک واقعہ ۱۲۶
(۱۳) عقائد کے بعد اہم مرحلہ اعمال کا ہے ۲۱۸

ستائیسواں خطبہ ۲۲۳
(۱) عقیدے میں توحید اور اعمال میں سنت مؤمن کی نشانی ہے ۲۲۴

(۲) پیغمبر کی جمیع تعلیمات پر ایمان لانا ہر مسلمان کا فرض ہے ۲۲۶
(۳) تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم معیار حق و ایمان ہیں ۲۲۷
(۴) ایمان کی دعوت میں اختلافی مسائل کے بیان سے پرہیز کریں ۲۲۸
(۵) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پیغمبر علیہ السلام کے علوم کے امین تھے ۲۲۹
(۶) دو جماعتیں انبیاءِ کرام اور اولیاءِ کرام ۲۳۱
(۷) انبیاءِ کرام کے معجزات برحق ہیں ۲۳۲
(۸) جنابِ نبی کریم ﷺ کا حسن ۲۳۳
(۹) جنابِ نبی کریم ﷺ کی سخاوت ۲۳۳
(۱۰) جنابِ نبی کریم ﷺ کی شجاعت ۲۳۶
(۱۱) جنابِ نبی کریم ﷺ کی عبادت ۲۳۸
(۱۲) نجاشی کا غائبانہ قبول اسلام اور آنحضرت ﷺ کا اس کو خراج عقیدت ۲۴۰
(۱۳) مقامِ ولایت ۲۴۲
(۱۴) دورِ حاضر کے پیر ۲۴۴

اٹھائیسواں خطبہ ۲۴۷
(۱) سورۂ تغابن کا خلاصہ ۲۴۸
(۲) صدقات کی اقسام ۲۴۹
(۳) ایک حکایت ۲۵۰

(۴) ایمان مؤمن کے لئے سب سے بڑی طاقت ہے ۲۵۱
(۵) مؤمن اور بدعتی مشرک میں فرق ۲۵۲
(۶) تکالیف آنے کی وجوہات ۲۵۳
(۷) ایمان کا پہلا مرحلہ نبی پر اعتماد ہے ۲۵۴
(۸) فرعون کے جادوگر ایمان سے پہلے اور ایمان کے بعد ۲۵۵
(۹) اسلام میں سب سے اہم مسئلہ توحید کا ہے ۲۵۶
(۱۰) مشرکین اور کلمۂ توحید ۲۵۸
(۱۱) تمہاری اولاد اور مال تمہارے دشمن ہیں! آیت کی تشریح ۲۵۹
(۱۲) اولاد کی صحیح پرورش آخرت میں ذخیرہ ثابت ہوگی ۲۶۰
(۱۳) تقویٰ بھی اسلام کا اہم رکن ہے ۲۶۲
(۱۴) انفاق کی مختلف صورتیں ۲۶۳
(۱۵) انفاق کے سلسلے میں ایک حکایت ۲۶۵

انتیسواں خطبہ ۲۶۹
(۱) اللہ تعالیٰ کی مخلوقات کا سب سے بڑا فرد انسان ہے ۲۷۰
(۲) ظالم حکمران اعمال کی کمزوری کا نتیجہ ہے ۲۷۱
(۳) پاکستان میں اسلام، ایک دھوکہ اور فریب ۲۷۲
(۴) پاکستان کا وجود اور مسلمانوں کی ذمہ داری ۲۷۳

(۵) دنیا تو بے وفا تھی مگر تجھ کو کیا ہوا ۲۷۵
(۶) فتنہ کا مطلب اور اس سے بچاؤ کا طریقہ ۲۷۷
(۷) مذہبی غیرت دین کا تقاضہ ہے ۲۷۹
(۸) پاکستان میں شراب خانے ایک پروگرام ایک سازش ۲۸۱
(۹) پاکستان میں اسلامی بینکاری ایک پروگرام ایک سازش ۲۸۱
(۱۰) اولاد اور مال فتنہ یا نعمت فرق ۲۸۵
(۱۱) انسان اور حیوان کا واضح فرق ۲۸۷
(۱۲) پیغمبر ﷺ کی تعلیمات جمیع انسانیت کے لئے ہیں ۲۸۸

تیسواں خطبہ ۲۹۱
(۱) پاکستان حاصل کرنے کا مطلب ۲۹۳
(۲) خیر کی بات کرنے والے کا ساتھ دینا ضروری ہے ۲۹۴
(۳) ایک غلط فہمی کا ازالہ ۲۹۵
(۴) منافقین کی پہچان قرآن کی زبان ۲۹۶
(۵) نمازی چور نہیں ہوتا چور نمازی کی شکل اختیار کر لیتا ہے ۲۹۷
(۶) پاکستان کے اقتدار اعلیٰ پر اکثر بے دین لوگوں کا قبضہ رہا ہے ۲۹۸
(۷) تمام کمزوریوں کے باوجود اسلامی نظام کے نفاذ کا اعلان اچھا قدم ہے ۲۹۹
(۸) مسلمانوں کے قول و فعل میں تضاد نہیں ہوتا ۳۰۱

(۹) قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے خواتین کو گھروں میں رہنے کا حکم دیا ہے ۳۰۲
(۱۰) آپ ﷺ کے وصال کے بعد صحابہ کرام کو درپیش مسائل ۳۰۴
(۱۱) خلیفہ بننے کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اہم فیصلے ۳۰۵
(۱۲) جو قوم دین کے بارے میں بزدل ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اس کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیتا ہے ۳۰۶
(۱۳) آپ ﷺ کے فیصلے سے روگردانی کرنے والے کا انجام ۳۰۸
(۱) کفار ایٹم بم سے زیادہ اسلام سے ڈرتے ہیں ۳۱۱
(۲) داڑھی رکھنا ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کرام کی سنت ہے ۳۱۲

اکتیسواں خطبہ (شعبان) ۳۱۴
(۳) عدل اسلام کی اہم تعلیمات میں سے ہے ۳۱۵
(۴) ایک مخلوق کے دو خالق نہیں ہو سکتے ۳۱۶
(۳) اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نفع اور ضرر کا مالک نہیں ۳۱۹
(۴) حجر اسود کو بوسہ دینے کا طریقہ ۳۱۹
(۵) حجر اسود کے بارے میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا قول ۳۲۲
(۶) گناہ اور ان سے بچنے کا طریقہ ۳۲۳
(۷) اللہ تعالیٰ کی اجازت کے علاوہ کوئی سفارش نہیں کر سکتا ۳۲۴
(۸) ریل گاڑی اور ہوائی جہاز میں نماز پڑھنے کا طریقہ ۳۲۶
(۹) انسانی زندگی میں عدل اور انصاف کا ہونا بہت ضروری ہے ۳۲۸
(۱۰) سات سال کی عمر میں بچوں کو نماز کا حکم دینا ضروری ہے ۳۲۹

(۱۱) حلال رزق نعمت خداوندی ہے ۳۳۰

(۱۲) جائز کام کی سفارش جائز اور ناجائز کام کی سفارش ناجائز ہے ۳۳۰

بتیسواں خطبہ ۳۳۳

(۱) قرآن کریم اور مسلمانوں کا رشتہ ۳۳۴

(۲) کلمۂ اسلام اور مسلمانوں کا رشتہ ۳۳۵

(۳) مسلمانوں کے زوال کے اسباب ۳۳۶

(۴) اورنگزیب عالمگیر ؒ کی ایک حکایت ۳۳۷

(۵) امت محمدیہ کا تمام امتوں پر گواہ ہونا ۳۳۹

(۶) شہادت کی دو اقسام ۳۴۱

(۷) ایران کے مشہور شاعر کی حکایت ۳۴۲

(۸) جناب نبی کریم ﷺ کی سنت اور امت کا فرض ۳۴۳

(۹) شکران نعمت اور کفران نعمت ۳۴۴

(۱۰) سنن نوافل اور مستحبات کا تحفظ بھی ضروری ہے ۳۴۴

(۱۱) مرتے وقت ایمان کا ہونا لازمی ہے ۳۴۵

(۱۲) قرآن کریم کا حفظ، نیک بختی یا بدبختی ۳۴۷

(۱۳) بہترین عمل ۳۴۷

(۱۴) فتاویٰ عالمگیری سے ایک مثال ۳۴۹

(۱۵) بدترین عمل ۳۵۰

جلددوم

روک دیتے ہیں شریعت کے تقاضے ورنہ
میں تیرے ذکر کو ہر ذکر سے بالا کردوں

اللہ رب العزت کا لاکھ لاکھ شکر و احسان ہے کہ اس نے اس فانی دنیا کے چند ایام میں ہم جیسے نابکاروں اور سیاہ کاروں کو اپنے دین کی خدمت کے لئے چنا ہے۔ یہ محض اس ذات کی خاص رحمت ہے ورنہ دنیا کے جھمیلوں کا معاملہ تو ایسا ہے کہ

زندگی مانگ کے لائے تھے چار دن
دو آرزو میں کٹ گئے دو انتظار میں

آرزو یہ تھی کہ اپنے شیخ و محسن اپنے مربی حضرت الشیخ حضرت مفتی صاحب مدظلہ العالی کے علمی جواہر، ان کے موہوبہ علوم و معارف دنیا میں متعارف کرواؤں جو کہ اللہ رب العزت نے پوری کردی اور انتظار اس بات کا تھا کہ احسن الخطبات کی پہلی جلد کے بعد دوسری جلد بھی جلد ہی منظر عام پر آجائے۔ چنانچہ حضرت الشیخ نے خاص شفقت کا معاملہ فرماتے ہوئے سفر عمرہ پر روانگی سے قبل اس بات کی اجازت مرحمت فرمائی کہ جو کتابیں تیار ہیں انہیں چھاپا جائے۔ حضرت الشیخ مدظلہ کے ارشاد کی تکمیل کرتے ہوئے اور اللہ رب العزت کی خاص توفیق سے آج احسن الخطبات کی دوسری جلد قارئین کرام کے ہاتھوں میں ہے۔

کتاب کے مندرجات کا تعارف میں اس سے پہلے اس کی پہلی جلد میں کر چکا ہوں یہاں صرف یہ کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ احسن الخطبات تمام علماء اور طلباء کے لئے یکساں مفید ہے۔

علماء کرام کے لئے اس لئے ضروری ہے کہ اس میں احادیث مبارکہ، فقہی عبارات، تاریخی واقعات بحوالہ درج کئے گئے ہیں جن سے ان تمام چیزوں کو بڑی کتب میں ڈھونڈنا انتہائی آسان ہوگیا ہے۔

خطباء اور طلباء کے لئے یہ کتاب نہایت ہی مفید ثابت ہوگی کیونکہ طلبہ کے علمی ذوق، علمی استعداد اور علمی معلومات بڑھانے کے لئے احسن الخطبات انتہائی معاون و مددگار ہے۔ اسی طرح خطباء کے لئے تو یہ کتاب اس وقت کی اہم ضرورت ہے، جب یہ کتاب اس کے قدردانوں کے ہاتھ میں آئے گی تو ان کو خود اس بات کا اندازہ ہوجائے گا کیونکہ

مشک آن است کہ خود ببوید
نہ کہ عطار بگوید

ہماری اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا ہے کہ حضرت الشیخ کا سایہ عطوفت و شفقت ہمارے اوپر قائم و دائم رکھے اور ہمیں ان کے علوم و معارف سے فیضیاب ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ ان شاء اللہ احسن الخطبات کی تیسری جلد بھی بہت جلد زیور طبع سے آراستہ کرکے پیش کی جائے گی۔ آمین

محمد ہمایوں مغل

الحمد للہ جل وعلا والصلوۃ والسلام علی رسولہ المصطفٰی ونبیہ المجتبٰی وامینہ علی وحی السماء وعلی آلہ النجباء واصحابہ الاتقیاء ومن بھدیھم اقتدیٰ وبآثارھم اکتفٰی من المفسرین والمحدثین والفقھاء الی یوم الجزاء امابعد!

فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَلَقَدْ اٰتَیْنٰکَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِیْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِیْمَ (سورۂ حجر آیت ۸۷)

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والذی نفسی بیدہ ما نزل فی التوراۃ و لا فی الانجیل ولا فی الزبور ولا فی الفرقان مثلھا وانھا للسبع من المثانی (فتح الباری ج ۹ ص ۷ ، روح المعانی ج ۱ ص ۱۳۲)

وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاتحۃ الکتاب شفاء من کل سم

(عمدۃ القاری ج ۹ جز ۱۸ ص ۸۰)

قرآن کریم کی حفاظت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے خود لی ہے

یہ ایک مختصر سی آیت میں نے سورۂ حجر سے تلاوت کی ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ارشادفرمایا ہے "ولقد اتینک سبعا من المثانی و القران العظیم" ہم نے آپ کو سات آیتیں جو دوہری ہیں عطا کی ہیں اور قرآن عظیم دیا ہے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ایک سو چودہ (۱۱۴) سورتیں نازل فرمائی ہیں اور چھ ہزار (۶۰۰۰) آیات پر تو اتفاق ہے آگے اس کے اوپر کی تعداد میں قراء اولین اور آخرین کا کلام ہے اس پر بھی اتفاق ہے کوئی آیت کم اور زیادہ نہیں جس طرح اللہ جل ذکرہ نے نازل فرمایا ہے وہی قرآن کل کائنات میں موجود ہے اور اللہ جل شانہ نے اس سلسلے میں خود فرمایا ہے

"انانحن نزلنا الذکر وانا لہ لحفظون" (سورۂ حجر آیت ۹)

اور ہم ہی نے یہ قرآن نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

اسی طرح دوسرے مقام پر ارشادفرمایا

"لایاتیہ الباطل من بین یدیہ ولا من خلفہ تنزیل من حکیم حمید"

(سورۂ حٰم السجدۃ آیت ۴۲)

نہ آگے سے کوئی تبدیلی آسکتی ہے اور نہ پیچھے سے کوئی غلط حملہ ہوسکتا ہے۔ علماء لکھتے ہیں آگے سے تبدیلی الفاظ میں ہوتی ہے اور معنی چونکہ لفظ کے تابع اور بعد میں ہوتا ہے تو پیچھے سے تبدیلی سے مراد معانی میں تبدیلی ہے جیسے پہلے آپ کہتے ہیں زید تو پھر ایک شخص ذہن میں آتا ہے کہ فلاں شخص فلاں جگہ رہنے والا وہ زید ہے لفظ کا معنی اور

مصداق ہمیشہ تابع ہوتا ہے۔لفظ اول ہوتا ہے اور معنی ثانی ہوتا ہے ۔تو الفاظ کو مقدم کہا اول
" من بين يديه" اور معنی کو" من خلفه" فرمایا۔

قرآن کریم میں بہت سارے مقامات پر اس قسم کے الفاظ موجود ہیں " نکالا لما
بين يديها و ما خلفها " اس زمانے کے لوگ اور بعد میں آنے والے لوگ مراد ہیں اور
فرمایا اس لئے قرآن کریم میں کوئی کمی اور زیادتی نہیں ہوسکتی کہ " تنزيل من حكيم
حميد " بہت زور آور اور خوبیوں والے کی طرف سے نازل ہوا ہے طاقتور کے کلام میں
کوئی تبدیلی نہیں کرسکتا۔ہر شخص اس بات کا خیال رکھتا ہے کہ کوئی گرفت نہ ہوجائے اور اگر
مطلوبہ طاقت اور قوت نہ ہوتو اول خود اسے اپنے کلام میں استقرار نہیں ہوتا تو وہ دوسروں
سے کیا کہہ سکتا ہے کہ آپ نے میری بات میں تبدیلی کی ہے " لا يأتيه الباطل من بين
يديه ولا من خلفه تنزيل من حكيم حميد" (سورۂ حم السجدة آیت ۴۲)دوسری بات یہ
ہے کہ قرآن کریم کے ناموں میں ایک نام ذکر ہے قرآن کریم کے جو نوے(۹۰) ایک
سو بیس (۱۲۰) چھ سو (۶۰۰) کے قریب نام ہیں ان میں سے ایک نام ذکر ہے علماء دین کو
اہل الذکر کہتے ہیں کیونکہ ان کو دین یاد رکھنا ہوتا ہے علماء صرف اس لئے نہیں کہ وہ
کتابیں دیکھیں بلکہ اس لئے ہیں کہ انہیں کتابیں حفظ ہوں دیکھ کر بتانا یہ تو عوام بھی کرسکتی
ہے اردو میں عظیم ذخیرۂ علم علماء نے لکھا ہے کوئی بھی شخص اردو تفاسیر، اردو فتاوی اور احادیث
کے تراجم دیکھ کر ایک عالی مضمون لکھ سکتا ہے اور ایک شاندار مقالہ تیار کرسکتا ہے علماء کو اہل
ذکر کہا ہے "فاسئلوا اهل الذكر "(سورۂ انبیاء آیت ۷) وہ طبقہ جن کو دین اور دینی علوم
حفظ ہوتے ہیں اور ہمیشہ ازبر رہتے ہیں ان سے دین معلوم کرلو۔کیونکہ ایک شخص نے آپ

سے مسئلہ پوچھا اور آپ کو معلوم نہیں اور ضروری نہیں اس کے لئے آپ ابھی کتاب دیکھیں
اور کتاب میں حل بھی جائے، سخت اندیشہ ہے کہ آج نہ ملے دو دن بعد ملے کیونکہ جس کو یاد
نہیں ہوتا اس کو کتاب میں بھی نہیں ملتا۔مشہور ہے کہ نالائق آدمی نقل بھی نہیں کرسکتا،نقل
کے لئے بھی عقل چاہئے۔

قرآن کریم میں جناب رسول اللہ ﷺ کیلئے بھی ذکر فرمایا ہے " ذكر الرسول "
کیونکہ اللہ کے رسول اور نبی کا مقام بھی اللہ کی طرف سے بتانا ہے اور پیغمبر نے جو ارشادات
فرمائے وہ دین ہے، پیغمبر کی تمام ادائیں دین ہیں، جس مسئلہ کو پیغمبر نے تفصیل سے سمجھایا
وہ بھی دین ہے اور جس مسئلہ پر پیغمبر خاموش رہے وہ بھی دین ہے اس بات کو ایک مثال
سے سمجھاتا ہوں۔

شراکت اور مضاربت کے مسائل حضرت ﷺ کے زمانے سے رائج ہیں

یہ جو شراکت کے مسائل ہیں کہ آپ نے رقم جمع کی اور آپ کے ساتھی نے بھی
کچھ رقم ملائی اور دونوں نے مل کر کاروبار شروع کیا (عرف میں اسے
PARTNERSHIP) کہتے ہیں،تو قاعدے کے مطابق یہ غلط ہے کیونکہ آپ زیادہ
عقلمند ہیں اور ساتھی اتنا تجربہ کار نہیں ہے۔آپ گھر سے صبح سویرے نکلتے ہیں اور ساتھی ظہر
کے بعد آتا ہے اور حصہ برابر کا ہے محنت، عقل، تجربہ ایک کا زیادہ ہے اور دوسرے کا کم ہے۔
کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک شخص رقم دے دیتا ہے کہ یہ میری رقم ہوگی آپ کی محنت ہوگی
اور جو کچھ کمایا جائے گا اس نفع سے اتنا آپ کا ہوگا اور اتنا ہمارا ہوگا اس کو مضاربت کہتے ہیں

پہلی کو شراکت کہتے ہیں ۔اب اس کے لئے کوئی میزان نہیں ہے کہ جسے آپ نے مضارب بنایا ہے وہ کس لگن ،محنت اور اخلاص سے کام کرتا ہے تو بیع کے اندر جب طرفین ہی مساوی نہ ہوں تو بیع جائز نہیں ہوتی جس کی فقہاء نے ایک مثال دی ہے کہ پانچ آدمی سفر پر روانہ ہو گئے اور پانچ آدمیوں نے سو، سو روپے جمع کئے کہ ہم راستے میں چائے ،ٹھنڈا وغیرہ لیں گے کھانا کھائیں گے تو ایک رقم مخصوص کر لیتے ہیں ۔ اب بعض زیادہ کھانے والے ہوتے ہیں اور بعض نہیں کھا سکتے اور بعض کھانے میں بڑے ماہر ہوتے ہیں لمحوں میں سب کچھ سمیٹ لیتے ہیں اور بعض غریب دیکھتے رہ جاتے ہیں تو فقہ کا یہ قاعدہ ہے کے یہ جائز نہیں ہے لیکن شراکت اور مضاربت کے بارے میں فقہائے کرام نے فرمایا کہ جناب نبی کریم ﷺ جس زمانے میں مبعوث ہوئے اس زمانے میں اس قسم کی بیوع لوگوں میں رائج تھیں اور حضرت ﷺ نے منع نہیں فرمایا اس لئے یہ قاعدہ معطل ہو گیا اور جواز یقینی ہو گیا ۔ حضرت ﷺ کی خاموشی کی وجہ سے یہ برقرار رہے کیونکہ یہ ممکن نہیں ہے کہ نبی کے سامنے کوئی کام ناجائز ہو رہا ہو اور پیغمبر خاموش ہو جائیں ۔دنیا کا ہر انسان غوث اور قطب کیوں نہ ہو اور زمانے کا مجتہد اور مجدد کیوں نہ ہو لیکن یہ ممکن ہے کہ کوئی لمحہ ایسا آجائے کہ وہ مصلحتاً خاموش ہو جائے لیکن نبی چونکہ دنیا کی ہدایت کے لئے مبعوث کئے جاتے ہیں اس لئے یہ ممکن نہیں کہ نبی غلط کام میں امت کا ساتھ دے ۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی ایک حکایت

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ایک ولیمے میں تشریف لے گئے کیونکہ ولیمے کی دعوت

کے بارے میں بہت تاکید آئی ہے ۔صحیح البخاری میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ پر باب قائم کیا ہے کہ " باب الولیمۃ حق" (بخاری ج۲ص۷۷۶) ولیمے کا کھانا کھلانا ہی ہوگا ۔احمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ اور ظاہریہ کے نزدیک تو فرض ہے ۔دوسرے آئمہ فرماتے ہیں کہ توفیق ہو تو سنت مؤکدہ ہے ورنہ ضروری نہیں ۔امام اعظم حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ جب وہاں تشریف لے گئے تو اس ولیمے میں اس زمانے کے مطابق کچھ معاصی اور ذنوب ہو رہے تھے گانا بجانا وغیرہ دعوتوں میں یہی ہوتا ہے ،امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ان لوگوں سے کہا کہ اسے بند کر دیں ان لوگوں نے بند کرنے میں کچھ سستی دکھائی تو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ مجلس سے باہر نکلے اور جوتا پہن کر روانہ ہو گئے جب امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ اٹھ کر روانہ ہوئے تو پوری مجلس اٹھ کر روانہ ہو گئی کہ یہ کیسی دعوت اور کھانا ہے جسے امام اعظم نہیں کھا رہے ۔اہل دعوت کو جب اندازہ ہوا تو وہ حضرت کو بڑی منت وسماجت سے راضی کر کے واپس لے آئے اور لوگ بیٹھ گئے معصیت بند ہو گئی ۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے ایک شخص نے پوچھا کہ حضرت دس سال پہلے بالکل اسی طرح کی ایک مجلس میں آپ تشریف فرما تھے اور آپ نے منع نہیں فرمایا مسئلہ تو پہلے سے ایک جیسا ہے تو حضرت نے فرمایا اس وقت میرے استاذ حماد بن ابی سلیمان موجود تھے میں مقتدی تھا مقتدی لوگوں کے وہ تھے میں نہیں تھا ۔اس لئے منع کرنا ان کی ذمہ داری تھی آج وہ دنیا میں تشریف نہیں رکھتے ساری ذمہ داری میری ہے میں اس کا جواب آخرت میں نہیں دے سکتا ۔تو دیکھو ایک وقت ایسا بھی آیا کہ امام اعظم جیسی شخصیت بھی ایک منکر کے سامنے ایک مصلحت سے خاموش رہے ۔

چنانچہ اس سے ایک مسئلہ معلوم ہوا کہ اگر مجلس العلماء میں کوئی کام ہو رہا ہو جو کہ خلاف شرع ہو تو ان میں جو بڑا عالم ہے وہ بڑا مجرم سمجھا جائے گا۔

امر بالمعروف ونہی عن المنکر سب سے مشکل کام ہے

فقہاء کرام نے ایک قاعدہ اور لکھا ہے کہ بعض بڑے سرکش قسم کے لوگ ہوتے ہیں جو کسی کی بات نہیں سنتے ۔جصاص رازی رحمۃ اللہ علیہ نے احکام القرآن میں لکھا ہے کہ اگر آپ ان سے کہیں کہ نماز پڑھ لیں تو وہ کہتا ہے نہیں پڑھتا ۔اب میں نہیں پڑھتا کا تو ایک ہی علاج ہے کہ جلاد ہو اور اس کی گردن اڑا دے کیونکہ صریح صلوٰۃ کا منکر کافر اور مرتد ہے ۔اس لئے علماء نے لکھا ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی ہر ایک کے بس کی بات نہیں ویسے باتیں ہر ایک شخص کرسکتا ہے لیکن نشانے پر مسئلہ کو بیان کرنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں ۔

اس کے لئے بھی ایک جماعت ہے جن میں سوجھ بوجھ،تدبیر اور مصلحت کے محل کی پہچان ہوتی ہو اور وہ اس کے مطابق بات کرتے ہیں یہ ضروری نہیں کہ آپ اس شخص کو براہ راست کہیں آپ یوں بھی تو کہہ سکتے ہیں کہ نماز کا وقت ہوا ہے اور نماز فرض ہے اور ہر مسلمان کو پڑھنی چاہیے ۔اس لئے کہتے ہیں کہ دنیا میں سب سے مشکل کام تبلیغ دین ہے ۔انسانوں میں ایسے انسان بھی ہوتے ہیں جو بعض خصلتوں میں تو حیوان سے بدتر ہوتے ہیں شکل وصورت سے تو انسان لگتے ہیں لیکن حقیقت میں اس کے اندر انسانیت کی بو بھی نہیں ہوتی ،ایسے لوگوں کو بھی تبلیغ کرنی ہے ۔

تعلیم و تبلیغ میں بڑی برکت ہے

تعلیم کی ایسی برکت ہے کہ تمام حیوانات کو بھی اگر تعلیم دی جائے تو وہ بھی سدھر جاتے ہیں ۔جانوروں میں سب سے گندی خصلت کتے کی ہے ۔حدیث میں ہے کہ کتا پالا تو دو سزائیں ہیں

" نقص كل يوم من عمله قيراط "(بخاری ج ا ص ۳۱۲)

روزانہ اس کی نیکیوں میں سے ایک قیراط کاٹا جاتا ہے ۔ یہ جرمانہ ہے کہ آپ نے کتا کیوں پالا اور دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا

" لا تدخل الملئكة بيتا فيه صورة ولا كلب ولا جنب "

(ابو داؤد ج ا ص ۳۰ باب في الجنب يؤخر الغسل)

کسی گھر میں کتا ہو یا تصویر یا جنبی کو غسل کا وقت ملا ہے اور نہیں نہا رہا ہے ۔اس گھر میں خدا کے رحمتوں کے فرشتے داخل نہیں ہوتے یہ دوسری سزا ہوگئی ۔لیکن قرآن کریم کے بیان کے مطابق سورہ مائدہ میں اللہ نے کتے کو کہا ہے " کلب معلم "تعلیم یافتہ کتا اور اب وہ شکار کر کے لایا تو فرمایا کہ یہ حلال ہے اور پاک ہے تو علم کے اثرات اتنے مضبوط اور محکم ہیں کہ ایک حرام جانور کا شکار کیا ہوا بھی اب حلال ہے اور کھانے کے قابل ہے ۔ سب سے بدترین جانور کی نالائق اور خراب خصلتیں کم کر کے اس میں نیک عادتیں غالب کردی گئیں ۔اب کتے کی خصلت یہ ہے کہ وہ ہر چیز سے لڑتا ہے اور خاص کر اس کو ہڈی یا گوشت ملے پھر وہ اپنے مالک کو بھی نہیں چھوڑتا ۔کتیا جو ہے بچے کو نوچ لیتی ہے لیکن جب

آپ نے اس کوتر بیت دی اور اس کو سکھایا تو اب جب وہ شکار کرتا ہے اور خرگوش پکڑتا ہے تو مالک کو تمام لوگوں میں ڈھونڈتا ہے ۔بعض اوقات دیکھا گیا ہے کہ اس نے دیکھا کہ شکار مر رہا ہے اور مالک نہیں ہے تو میدان میں رکھ کر پھوٹ پھوٹ کر روتا ہے کہ میری محنت خراب ہوگئی بالکل آنسوؤں سے روتا ہے شکار کے سامنے یہ مر رہا ہے اور مالک پہنچا نہیں ۔یہاں تک کہ قریب میں جو مسلمان ہے وہ اسے لیکر ذبح کرتا ہے اور اسکو کہتا ہے کہ یہ آپ کے مالک کے لئے ہے ہمارے لئے نہیں تو آرام سے بیٹھ جاتا ہے پھر جب مالک آتا ہے تو یہ انتظار میں ہوتا ہے کہ یہ شکار پیش کرتا ہے یا نہیں ۔یہ تعلیم وتربیت کی برکت ہے ۔بڑے بڑے کفار اور مشرکین جو انبیاء علیہم السلام کے قتل کے درپے ہوتے تھے ،جب وہ مسلمان ہوجاتے تھے ان جیسے جانثار اور مخلصین آسمان وزمین نے دیکھے نہیں ۔یہ سب علم کی برکت ہے اور اس کے اثرات دوررس اور مسلمہ ہیں ۔اس لئے کہتے ہیں کہ وعظ اور نصیحت سے ایک عام انسان خاص بن جاتا ہے اور ایک جاہل عالم بن جاتا ہے اور ظالم منصف اور عادل بن جاتا ہے ۔

جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے

''الناس معادن کمعادن الذهب والفضة...... اذا فقهوا ''

(مشکوۃ ج۱ص۳۲،دیگر تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں مسلم ج۲ص۳۰۷)

لوگ تو سونے اور چاندی کے کان ہیں کاش کہ ان کو دین سمجھ آئے ۔سمجھانا بہت ضروری ہے اور سمجھانے والے دنیا میں بہت کم ہیں ۔سب سے پہلے اللہ بزرگ وبرتر نے وہ مصفہ جماعت مصطفین الاخیار انبیاء اور مرسلین مبعوث فرمائے ۔ان کا کردار بھی بلند

ہوتا تھا اور گفتار بھی انتہائی دلچسپ اور شیرین ہوتی تھی اور ان کی تائید اللہ اپنی وحی سے فرماتے تھے اور ان پر معجزات کی بارش کردیتے تھے اور وہ انسانوں میں صبح وشام تبلیغ فرماتے تھے" انی اعلنت لهم واسررت لهم اسرارا"(سورۃ نوح آیت ۹) اونچی آواز سے آہستہ جس طرح تقاضا اور جس طرح مصلحت سمجھتے تھے اس طرح لوگوں کو سمجھانے کے لئے کوشش کرتے تھے ۔

انبیاء کرام علیہم السلام کی استقامت پہاڑ سے زیادہ ہوتی ہے

حدیث شریف میں ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن مختلف انبیاء علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے روبرو پیش ہونگے اور ہر نبی نے دنیا میں جو محنت فرمائی ہے اور لوگ مسلمان ہوئے ہیں ان کو لے کر بارگاہ الٰہی میں حاضر ہونگے ۔بخاری شریف کی حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ بعض انبیاء ایسے ہونگے جن کے ساتھ بہت کم لوگ ہونگے اور کچھ پیغمبر ایسے بھی آئیں گے '' معه النفر ''مختصر سی جماعت ان کے ہمراہ ہوگی اور کچھ انبیاء ایسے بھی ہونگے کہ ان کے ساتھ صرف پانچ افراد ہونگے اور ایک پیغمبر خدا کے سامنے ایسا بھی پیش ہوگا ان کے ساتھ ایک شخص ہوگا اور ایسا پیغمبر بھی بارگاہ الٰہی میں پیش ہوگا جس کے ساتھ ایک بھی آدمی نہیں ہوگا ۔لوگوں کی بدقسمتی اور بدبختی ہے کہ وحی کے اتنے بڑے منبع اور حسانات واعمال کے اتنے بڑے پیکر کو انہوں نے ضائع کردیا اور ان کی قدر نہیں کی ۔

(بخاری شریف ج۲ص۹۶۸)

ملاعلی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ انبیاء علیہم السلام جب قوموں کے

یہاں برسہابرس صدیوں تقریر وتبلیغ کر کے تھک جاتے تھے اور خدا کے سامنے فریاد کرتے تھے کہ یا اللہ یہ لوگ تو مانتے نہیں اور میں بہت تھک گیا تو اللہ فرماتے تھے کہ بس آپ کعبہ شریف آجائیں اور یہیں وقت گزاریں اس لئے کعبہ اور جبل ابی قبیس کے درمیان پانچ (۵۰۰) انبیاء علیہم السلام کی قبریں ہیں۔ جب وہ تھک جاتے تھے پیغمبرانہ صلاحیت، ہمت واستقلال قرآن کریم میں ہے کہ نبی کا مقام پہاڑ سے بڑھ کر ہے

'' وان کان مکرھم لتزول منه الجبال '' (سورۂ ابرہیم آیت ۴۶)

جو سازش آپ کے خلاف کی اگر یہ سازشیں پہاڑ کے خلاف کر لیتے تو پہاڑ جگہ بدل دیتا لیکن پیغمبر آپ اپنی جگہ قائم دائم ہیں۔ پیغمبرانہ صلاحیتیں اور پیغمبرانہ ہمتیں اور تشت پہاڑوں سے بہت زیادہ ہے اور ایسے سرکش اور باغی لوگ ہوتے تھے کہ پیغمبر بھی ان سے پریشان ہوجاتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے فریاد کرتے تھے۔'' قال رب انی دعوت قومی لیلاً و نہارا '' یارب میں نے ان کو رات دن تیرے دین کی طرف بلایا '' فلم یزد ھم دعاءِ ی الا فرارا '' (سورۂ نوح آیت ۵،۶) لیکن میرے اس پکارنے کا ان پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ اللہ رب العزت پیغمبر کو کعبہ شریف آرام کے لئے بلا لیتے تھے اور ان کے آنے کے بعد اس قوم کو غرق کر دیتے تھے۔

انسانوں میں کئی قسم کے لوگ ہوتے ہیں مختلف طبائع مختلف اقوال مختلف حالات اس لئے سمجھانے کے بھی مختلف طریقے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ جب بہت زیادہ ناراض ہوجاتے تھے تو ممبر پر تشریف فرما ہو کر جب کسی کو ڈانٹتے تو فرماتے '' فمال ھؤلاء القوم '' لوگوں کو کیا ہوا '' لایکادون یفقھون

حدیثاً '' (سورۂ نساء آیت ۷۸) بات سمجھنے کی کوشش نہیں کرتے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ایک معاملہ کر رہی تھیں اور حضرت ﷺ اس پر ناراض ہوئے تو آپ ﷺ نے جمعہ کی تقریر اس انداز میں کی کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سمجھ گئیں کہ یہ مسئلہ حضرت ﷺ کو پسند نہیں آیا۔ ایسا کرنے میں ایک حکمت یہ بھی ہوتی ہے کہ اس قسم کے کتنے لوگ ہونگے جو مسائل سے دوچار ہونگے، تو جب مسئلہ عام کر دیا جائے گا تو خیر عام ہو جائے گی۔

عذاب قبر برحق ہے

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں ایک یہودی عورت آئی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اسے کچھ دے دیا تو اس نے کہا" اعاذک اللہ من عذاب القبر" اللہ تعالیٰ آپ کو عذاب قبر سے نجات دے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بڑی حیران ہوگئیں۔ جب حضرت ﷺ گھر تشریف لائے تو دریافت فرمایا کیا مسلمان کو بھی قبر میں عذاب ہوگا؟ ام المؤمنین یہ سمجھتی تھیں کہ عذاب قبر صرف کافر کے لئے ہے اور مسلمان بہر حال مسلمان ہے۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ اس کے بعد جب بھی آپ ﷺ نماز پڑھ کر یا پڑھا کر فارغ ہوجاتے تو آپ ﷺ بلند آواز سے عذاب قبر سے پناہ مانگا کرتے تھے کہ خدایا عذاب قبر سے محفوظ فرما تاکہ تمام مسلمانوں کو پتہ چل جائے کہ عذاب قبر حق ہے۔ (بخاری شریف ج ا ص ۱۸۳، ۱۸۴) قبر کا عذاب بالکل برحق ہے دوٹوک ہے۔ ایک اور حدیث میں حضرت نے ارشاد فرمایا کہ" ما بال المؤمنین یفتنون فی قبورھم "(سنن نسائی ج ا ص ۲۲۴) مسلمان بھی اپنی قبروں میں پریشان کیے جائیں گے۔ قرآن کریم میں

تقریباً اٹھارہ آیتیں موجود ہیں اور ستر (۷۰) احادیث اس بارے میں موجود ہیں کہ مرنے کے بعد مؤمن مصلح کو راحت اور آرام ہوگا اور مؤمن غیر صالح اعمال والے کو قبر میں تکلیف ہوگی۔ اللہ تعالیٰ آسان فرمائے۔

بخاری شریف میں ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ کا گزر دو قبروں سے ہوا اور آپ ﷺ نے فرمایا "انهما ليعذبان" ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے " وما يعذبان في كبير " کسی بڑے گناہ کی وجہ سے نہیں "اما احدهما فكان يسعىٰ بالنميمة " ایک چغل خور تھا چغلی کی عادت ہوگئی چغلی ہمیشہ بری بات کی ہوتی ہے، اچھی بات جو پہنچائی جاتی ہے وہ چغلی نہیں کہلاتی اور چغل خور کی عادت بھی نہیں کہ وہ اچھی بات پہنچائے ایک آدمی کے بارے میں آپ پانچ باتیں کہیں گے اور ان میں ایک بات کمزور ہوگی اور چار قوی تو چغل خور کمزور بات پہنچائے گا چاروں چھوڑے گا اس کا مقصد فساد ہوتا ہے اور حضرت ﷺ نے دوسرے کے بارے میں فرمایا کہ "و اما احدهما " یہ جو دوسرا ہے "فكان لا يستتر من بوله " پیشاب کی چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا۔ (بخاری شریف ج ۱ ص ۱۸۳)

چغل خوری شر و فساد کا باعث ہوتی ہے

خلیفہ ہارون الرشید کسی شخص پر ناراض ہوگئے اور کہنے لگے آپ کے بارے میں یہ بات پہنچی ہے تو اس شخص نے کہا کہ بادشاہ سلامت یہ کس نے کہا ہے فلاں نے جو بہت ثقہ ہے تو اس شخص نے کہا " الثقة لا ينمي " ثقہ ہوتا تو چغلی نہیں کرتا چغل خور تو ثقہ نہیں ہوتا نا قابل اعتبار ہوتا ہے۔ اب یہ دونوں بد اعمالیاں ایک جیسی ہیں چغلی بظاہر

تو چھوٹی سی بات ہے لیکن اس سے دو دل گدلے ہو جاتے ہیں ایک شخص کو آپ کے خلاف بات پہنچائی گئی اس کے بعد اس کے دل میں ایک زخم ہو جاتا ہے کہ جب میں موجود نہ ہوں تو مجھے ایسا یاد کرتا ہے اب جو عقیدت و الفت دو مسلمانوں کے درمیان ہونا چاہیے وہ داغدار ہوگئی وہ آہستہ آہستہ زائل ہوگئی۔ اس ایک شخص کی غلط بات کی وجہ سے بالکل معاملہ الٹ ہو جاتا ہے اور یہی بد احتیاطی گھروں کے اجڑنے کا سبب بن جاتی ہے۔ جب انسان اس قسم کے کام کرتا ہے تو وہ اپنے معیار انسانیت سے گر جاتا ہے اور ایسا کرتے کرتے وہ اس بات کا عادی ہو جاتا ہے اور جب ایک شخص کی عادت ہوگئی بات ادھر سے اُدھر کرنے کی تو اس کے بارے میں سن لیں کہ کتنی سخت وعید قرآن وحدیث میں آئی ہے سورہ حجرات میں یہاں تک فرمایا اے ایمان والو کوئی شخص غلط بات کہے تو اس کی تحقیق کرو " ان تصيبوا قوماً بجهالة " خواہ مخواہ ایک قوم پر حملہ آور ہو جاؤ گے لاعلمی کی وجہ سے "فتصبحو اعلىٰ ما فعلتم ندمين "(سورۂ حجرات آیت ۶) پھر اپنے کئے ہوئے پر پچھتاؤ گے۔

پیغمبر اسلام ﷺ کے زمانے میں ایک شخص کو آپ ﷺ نے ایک قوم سے زکوٰۃ وصول کرنے کے لئے روانہ کیا بہت دن ہوگئے تھے کوئی گیا نہیں تھا ان لوگوں نے زکوٰۃ جمع کر رکھی تھی اور انتظار میں بیٹھے تھے۔ جب یہ شخص وہاں پہنچا تو وہ سب اندر گھروں میں چلے گئے تاکہ جو زکوٰۃ موجود تھی وہ اس کے حوالے کر دیں۔ ان کی اس شخص سے پرانی دشمنی رہی تھی تو وہ یہ دیکھ کر ڈر گیا کہ یہ سب گھروں میں چلے گئے کہیں ایسا نہ ہو کہ تلوار لے کر آئیں اور مجھے قتل کر دیں۔ وہ واپس بھاگا اور حضرت ﷺ سے کہا "یا رسول اللہ لو اخذ ونی لقتلونی" اگر مجھے پکڑ لیتے تو مجھے مار دیتے آنحضرت ﷺ نے ایک وفد روانہ کیا کہ

تحقیق حال کرو جب لوگوں کو زکوٰۃ اکھٹے کرنے بھیجتا ہوں یہ سختی کیوں کرتے ہیں تو انہوں نے کہا ہم نے تو کوئی سختی نہیں کی اور ہم تو پہلے سے منتظر بیٹھے تھے۔اس واقعہ پر آیات نازل ہو گئیں ''یا ایھا الذین امنو ا ان جاء کم فاسق بنباء فتبینو ا '' (دیکھیں تفسیر روح المعانی اور تفسیر ابن کثیر اسی آیت کے ذیل میں) کہ اگر کوئی غیر محتاط شخص بے احتیاطی کی بات کرے تو آپ تحقیق کریں'' ان تصیبوا قوما بجھالۃ'' کہ کہیں ایسا نہ ہو ایک قوم قبیلے اور خاندان سے آپ بدظن ہو جائیں اور ان پر حملہ کر بیٹھے '' فتصبحوا علیٰ ما فعلتم نٰدمین'' (سورۂ حجرات آیت ٦) اور پھر اپنے کئے ہوئے پر پچھتانے لگو۔

تو سمجھانا بہت ضروری ہے اور سمجھانے کی کیفیت میں اخلاص کا ہونا ضروری ہے ایک شخص دوسرے کو کہتا ہے کہ آپ نماز پڑھیں گے آگے سے اس نے کوئی سخت بات کہی تو بس یہ روٹھ گیا آپ کو پتہ ہے یہ روٹھا کیوں ہے اخلاص کی کمی کی وجہ سے روٹھا ہے۔

بشنود یا نشنود من ہائے ہوئی می کنم

کوئی مانے یا نہ مانے ہمارا کام ہے کہنا، ہم تو کہیں گے آج نہ سہی کل سہی کل نہ سہی مہینے بعد سہی اسی انتظار اور اس امید میں آدمی رہتا ہے کہ اللہ قبولیت کی صلاحیت عطا فرمائیں گے۔

مشہور زمانہ بوعلی سینا کے اسلام لانے کا واقعہ

باتوں کا اثر ہوتا ہے یہ یقینی بات ہے علماء نے لکھا ہے کھانے پینے سے زیادہ کلام کا اثر تیز ہوتا ہے۔جیسا کہ آپ نے کھانا کھایا اسکی خاصیات گھنٹوں میں ظاہر ہوگی ایک

مشروب پیا کوئی دوا اور شربت۔حکیم اور ڈاکٹر اس انتظار میں ہوتا ہے کتنے گھنٹوں میں اثر ہوتا ہے لیکن الفاظ کا اثر بجلی کی طرح ہوتا ہے آناً فاناً اثر ہو جاتا ہے۔

مشہور قصہ ہے مشہور زمانہ حکیم، حکیم حاذق بوعلی سینا یہ بوسینا کا مشہور فلسفی تھا اور یونانی فلسفہ کا وکیل تھا، ٦۵ سال اس نے اسلام کے خلاف گزاری ہماری جو منطق وجود میں آئی اکثر اس کو جواب دینے کے لئے آئی اور اس کی حکمت اور طبابت ایسی تھی کہ یہ دس مکانات دور ایک شخص کو بیٹھے بیٹھے چیک کرتا تھا اتنا حاذق طبیب تھا ایک مریض کو دیکھنے کے لئے یہ گئے تھے اور اتفاقاً اس وقت شیخ نجم الدین کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ کبار اولیا اللہ میں گزرے ہیں۔ان کے ''الرسائل نجمیہ ''علم کا بہت بڑا خزانہ ہے حضرت بھی اس بیمار کی عیادت کے لئے تشریف لائے ابن سینا کو چھوڑ کر وہ مریض اور ان کے خاندان والے اس بزرگ کی طرف متوجہ ہوئے بزرگ نے کچھ کلمات دعائیہ اور کچھ قرآن کی سورتیں خاص ترتیب سے پڑھ کر دم کر کے کہا یہ پی لو بخار ختم ہو جائے گا تو ابوعلی سینا کو بڑی حیرت ہوئی اور کہا اس کے تو عناصر اربعہ میں کوئی فرق آیا ہو گا کوئی معجون یا سفوف مجھے بنانا ہوگا آپ کی چار پھونکوں سے کیسے مرض اوپر نیچے ہوگا شیخ نجم الدین کبریٰ نے جب یہ بات سنی تو ابن علی سینا سے سختی کرنے لگے اور بہت سخت اور نازیبا کلمات اس کو کہنے لگے ابن علی سینا سرخ ہو گئے اور جسم اس کا لرزنے لگا تو شیخ نجم کبریٰ رحمۃ اللہ علیہ ہنس پڑے اور ارشاد فرمایا کہ دیکھو حکیم صاحب یہ جو میں نے کلمات کہے ہیں یہ اچھے کلمات نہیں تھے اتنے ناکارہ اور ناروا کلمے ہیں اور اس کا اثر اپنے جسم پر دیکھو بیٹھ نہیں سکتے اور فرمایا جب میں اللہ کا کلام وحی پڑھوں گا نبی کریم ﷺ کی بتائی ہوئی دعائیں پڑھوں گا تو اس کا اثر نہیں ہوگا۔ایک

گندے کلمہ کے اثر سے آپ اوپر نیچے ہو سکتے ہیں اور ہو رہے ہیں اس وقت سے اب یہ
آخری دن ہے یونان کے فلسفے کا اور پہلا دن ہے ابن علی سینا کے سیدھا ہونے کا۔

اللہ تعالیٰ کے یہاں سے جب ہدایت مقدر ہو تو کوئی نا کوئی بہانا بنا دیتے ہیں تو
اس لئے خیر کے کلمات آگے بڑھانا ضروری ہیں اور شر کے امور روکنا ضروری ہے
جہاں تک ہو سکے ورنہ اللہ کے یہاں اس کی پکڑ ہوگی۔

ہر پیدا ہونے والے بچے کا نام رکھنا ضروری ہے

اچھا کلام کرنا صرف مستحب ہے لیکن مستحب کو چھوٹا سمجھنا بھی کم عقلی کی بات
ہے اس کی ایک مثال دیتا ہوں۔ابو داؤد کی حدیث میں کبھی کبھی سناتا ہوں جس میں
قیامت کے دن ایک بچہ اپنے ماں باپ کو بار بار گریبان سے پکڑے گا سب کے
سامنے اور کہے گا کہ اے ظالموں میرا نام کیا ہے اور آپ لوگوں نے میرا نام کیوں
نہیں رکھا۔ یہ بچہ پیدا ہوا تھا مسلمان کے گھر میں اور اس کا کوئی نام نہیں رکھا گیا اور یہ مر گیا
،قیامت کے دن اس کا کوئی نام نہیں ہے کبھی ادھر جا رہا ہے کبھی اُدھر جا رہا ہے۔ماں باپ کو
دیکھ کر گریبان سے پکڑتا ہے اور ان سے کہتا ہے۔اے ظالمو! تم نے میرا نام نہیں رکھا اور
مجھے محشر میں بے عزت کر دیا۔کیا نام ہے میرا، میرا نام کیوں نہیں رکھا۔نام رکھنا صرف
مستحب ہے، نام رکھنے کا اتنا درجہ ہے جیسے کہ سر ڈھکنے کا اور نام رکھنے کا صرف اتنا شرعی حکم
ہے جیسا کہ مسواک کرنے کا لیکن اس کے ترک پر ایک معصوم بچہ ماں باپ کو گریبان سے
پکڑ سکتا ہے۔تو جنہوں نے نہ اولاد کو فرض سکھایا نہ واجب نہ سنت مؤکدہ، وہ بھی قیامت

کے دن کے لئے اپنے لئے لوہے کا گریبان بنائیں کیونکہ یہی اولاد جن کو آپ بہت زر خرچ
کر کے کچھ بنانا چاہتے ہیں اور ان کی خلاف شرع خواہشات پر خوب پیسہ خرچ کرتے ہیں،
ان کے خلافِ سنت لباس پر آپ خوب خوشی ظاہر کرتے ہیں اور ان کی دین سے دوری پر
آپ رضامند ہوتے ہیں قیامت کے دن آپ کو گریبان سے میدان محشر میں گھسیٹے گی اور
آپ کی رسوائی کا سبب بنے گی ۔

جب انکی آنکھیں روشن ہونگی تو وہ آپ کو پکڑیں گے کہ آپ نے ہماری زندگی تباہ
و برباد کر دی ہم تو مسلمان گھر میں پیدا ہوئے تھے اور محمد رسول اللہ ﷺ کو شافع مشفع سمجھتے تھے
آپ نے ان کے راستے کے بجائے دوسرے راستے میں کیوں ہمیں ضائع کیا۔یہ سب درد
وغم کی داستانیں ہیں جو آج کل مسلمانوں کے ہاتھوں خود مسلمانوں کو پیش آئی ہیں۔

سورۂ فاتحہ کے فضائل و برکات

ولقد اٰتینٰک سبعا من المثانی والقراٰن العظیم (سورۂ حجر آیت ۸۷)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک سورت ایسی نازل کی ہے جن کی سات
آیتیں ہیں اور وہ دوھری سورت ہے، دوھری سورت ہونے کے متعدد مطلب ہو سکتے ہیں

(۱) یہ نماز کی ہر رکعت میں پڑھی جاتی ہے۔

(۲) اس کا اجر اور ثواب تمام سورتوں سے زیادہ ہے۔

(۳) اس کا نزول دوبار رہوا ہے ایک بار مکہ میں اور پھر مدینہ میں۔

آنحضرت ﷺ نے صحیح البخاری کی حدیث فرمایا ہے۔

"لاعلمنک سورۃ ھی اعظم سور فمن القران قال الحمدللہ رب
العلمین ھی السبع المثانی والقرا ن العظیم الذی اوتیتہ "

(بخاری ج۲ص۶۴۲،۷۴۹)

قرآن کی بڑی سورتوں میں سے ایک سورت ہے۔ سات آیتیں ہیں فاتحہ کی اکثر مفسرین فرماتے ہیں اس سورت کو قرآن عظیم فرمایا۔ قرآن کریم کی تمام سورتیں ممتاز ہیں اور کمالات سے لبریز ہیں لیکن بعض سورتیں بڑی عجیب ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ مومن کے ساتھ اس کی ایسی امیزش ہے جیسا کہ روح کی۔ جس طرح ہمارے جسم میں روح کارفرما ہے۔ تو ہم انسان ہیں ہم زندہ ہیں اور حرکات وسکنات صادر ہورہی ہیں یہ روح نہ ہوتو یہی جسم بے قیمت ہے اور بے معنی ہے۔ بالکل اسی طرح انسان کی زندگی کے ساتھ سورۂ فاتحہ کا تعلق ہے۔ ایک کمزور اور گنہگار انسان کو بھی سورہ فاتحہ یاد ہوتی ہے۔ جس طرح سورۂ فاتحہ اجر میں بہت بڑھ کر ہے اسی طرح ثواب میں بھی بہت بڑھ کر ہے تمام سورتوں میں بہت اہم سورت ہے، قرآن کریم کی پہلی سورت ہے۔ نظم اور ترتیب میں ایسی کوئی سورت نہیں ہے جس کا پڑھنا ہر وقت ضروری ہو۔ بلکہ جن کو زیادہ سورتیں یاد ہوں وہ ایک ہی پڑھتے رہیں تو ان پر ناراضگی آئی ہے کہ جتنی سورتیں یاد ہیں سب پڑھتے رہو سب کا حق ہے مگر فاتحہ پڑھنی ہوگی یہ روح ہے، قرآن کریم کی بھی روح ہے اور انسان مؤمن کی حیات بھی اسی سے وابستہ ہے۔

ایک آدمی اگر دیگر سورتوں کے علاوہ فاتحہ پڑھ لے اور اپنے مرحوم کو بخشے یا زندہ کو بخشے تو بہت زیادہ ثواب ملے گا۔ مثلاً کسی اور آیت کی تیس (۳۰) نیکیاں ہیں تو سورت فاتحہ کی

آیت کی ساٹھ (۶۰) نیکیاں ہیں اگر اس کی سو ہیں تو اس کی دوسو کیونکہ اس کو دوھری سورت کہا گیا ہے۔

اسلام کی تمام تعلیمات آسانی پر مبنی ہیں

اس سورت کا تعین اللہ کی طرف سے جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ ہر مؤمن کو لازم ہوتا کہ پورا قرآن یاد ہوتا لیکن اس کو کہتے ہیں تکلیف مالایطاق بہت مشکل کام ہے۔ ضابطہ اس کو نہیں کہتے ہیں کہ لوگ اس کے نیچے کچل جائیں، ضابطہ اس کو کہتے ہیں کہ لوگ آسانی سے اس کو اپنے عمل میں لاسکیں اور اس کے مطابق زندگی گزار سکیں۔ اس لئے قرآن کریم جابجا کہتا ہے " لایکلف اللہ نفسا الاوسعھا "(سورۂ بقرہ آیت ۲۸۶) ہم ایسی تکلیفیں نہیں دیتے جو تمھاری طاقت سے باہر ہو۔

نماز کے بارے میں فرمایا کہ کھڑے ہوکر نماز نہیں پڑھ سکتے تو بیٹھ کر پڑھو، بیٹھ کر نہیں پڑھی جاسکتی تو فرمایا لیٹ کر پڑھو سر کے اشارے سے پڑھو۔ وضو کے بارے میں فرمایا کہ اگر پانی کا حصول ممکن نہیں رہا دوری کی وجہ سے یا مرض میں شدت کی وجہ سے تو اتنا آسان طریقہ بتایا "فتیمموا صعیدا طیبا"(سورۂ مائدہ آیت ۶) ہاتھ پاک زمین پر مارو چہرہ اور ہاتھ کہنیوں تک مل لو "صرت متوضیا ومتیمما" ہوگیا وضو۔ مسافر کے لئے کتنی آسانی ہے سفر پر روانہ ہوگیا چار فرض کو دو کر دیا سنتوں میں اختیار دے دیا زحمت ہو تو ترک اولیٰ، راحت ہو تو پڑھنا اولیٰ ہے۔ روزہ کتنی بڑی عبادت ہے اسکے بارے میں فرمایا کہ "شھر رمضان الذی انزل فیہ القران" پوری تاریخ بتادی اس کے بعد کہا " فمن شھد

منکم الشهر فلیصمه" جو رمضان کے مہینے میں موجود ہو اور مسلمان ہو وہ روزہ رکھے امر ہے حکم ہے لیکن "ومن کان مریضا او علی سفر فعدة من ایام اخر" اگر کوئی واقعی بیمار ہے نہیں رکھ سکتا ہے یا سفر درپیش آیا تو فرمایا کہ بعد میں رکھ لے گنتی دنوں کی پوری کرنی ہے "یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر" (سورۂ بقرہ آیت ۱۸۵) اللہ آسانی چاہتے ہیں اور سختی کرنا نہیں چاہتے۔ اس لئے پورے قرآن کو لازم نہیں فرمایا ایک سورت چن لی اور ایسی سورت چن لی کہ پورا قرآن اس میں موجود ہے۔

قرآن کریم کے علوم پر ایک نظر

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے جواہر القرآن میں فرمایا ہے کہ قرآن کریم کے علوم دس ہیں۔

(۱) علم الذات	اللہ کی ذات کا علم
(۲) علم الافعال	افعال کا علم
(۳) علم الصفات	صفات کا علم
(۴) علم المعاد	قیامت کا علم
(۵) علم العبادة	عبادت کا علم
(۶) علم الاستعانت	اللہ سے مدد مانگنے کا علم
(۷) دعا	سیدھے راستے کی دعا
(۸) علم الموافق والمخالف	موافق اور مخالف کا علم

(۹) علم الفقه	
(۱۰) علم الجهاد	جہاد کا علم

علی التحقیق یہ دس کے دس علوم سورہ فاتحہ میں موجود ہیں لیکن بہت کمال کے ساتھ

(۱) "الحمد لله" یہ اللہ کی ذات کا علم ہے حمد وثنا ہے اللہ کے لئے وہ ذات جو یقینی ہے اور جس میں تمام کمالات جمع ہیں اور جو عبادت کے لائق ہیں متصرف صرف وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

(۲) "رب العلمین" ہے جو تمام کائنات اور مخلوقات کا روزی رساں۔ روزی صرف روزی کو نہیں کہتے روزی حاجات کو کہتے ہیں خواہ وہ ہوا کی شکل میں ہو سانس کی شکل میں ہو روح کی شکل میں ہو جسم کے مقتضایات کی شکل میں ہو گرمی اور سردی چرند اور پرند، فرشی، عرشی تمام کائنات کو جو چاہیے سب کو اسی کی طرف سے مل رہا ہے یہ کیسے ہو سکتا ہے فرمایا

(۳) "الرحمٰن الرحیم" بہت مہربان اور بہت نوازنے والے ہیں ذات کا علم، افعال کا علم، صفات کا علم۔

(۴) "ملک یوم الدین" لیکن یہ کھانا پینا یہ دنیا کا نظام یہ عارضی ہے اصل تو قیامت آنے والی ہے قیامت کو برپا کرنے والی ذات صرف اللہ تعالیٰ کی ہے اور اس کی تیاری کرنی ہے۔

حدیث شریف میں ارشاد فرمایا ایک شخص آیا رسول اللہ ﷺ سے کہا حضرت قیامت کب ہوگی آپ ﷺ نے فرمایا "وما اعددت لها" تیاری کیا کر کے آئے ہو قیامت تو

آہی جائے گی پہلے تیاری کرلو ایک سیلاب آرہا ہے اس شہر پر لوگ پوچھ رہے ہیں کب آرہا ہے یہ کوئی عقلمندی ہے یہ سوچ لو کہ تیاری کرلو اس نے کہا حضرت میرے پاس زیادہ اعمال تو نہیں ہیں لیکن اللہ اور رسول کی محبت بہت ہے حضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ آپ کے لئے آسان کرے گا۔ قیامتیں تین ہیں ایک قیامت صغریٰ انسان خود مرجاتا ہے یہ بھی قیامت ہے " من مات فقد اقامت قیامتہ" ایک قیامت وسطیٰ ہے درمیانی قیامت ہمارے سامنے خاندان کے خاندان ختم ہوگئے۔

کیا لوگ تھے جو جان سے بڑھ کر عزیز تھے
اب تو محو نام بھی اکثر کے ہوگئے
کیا حسین وجمیل ہستیاں اور شخصیتیں تھیں
زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے

جب اتنی کائنات انبیاء، اولیاء وصلحاء کی چلی گئی تو آپ اور ہم بھی جانے والے ہیں۔

واذا حملت الی القبور جنازۃً
فعلم بانک بعدھا محمول

عربی شاعر کہتا ہے یہ جنازہ جو جارہا ہے اس میں آپ کے لئے ندا ہے بس اس کے بعد آپ کا نمبر آنے والا ہے اس لئے قرآن کریم میں ہے "انھم یرونہ بعیداً ○ ونراہ قریباً ○ (سورۃ معارج آیت ٦، ٧) یہ کہتے ہیں دور ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں کہتا ہوں آہی گئی ہے سر پر کھڑی ہے اور بعض مقامات پر قیامت کے لئے ماضی کا صیغہ آیا ہے " اتٰی امر اللہ فلا تستعجلوہ" (سورۃ نحل آیت ۱) قیامت آہی گئی ہے جلدی مت

کرو مانگنے میں۔ عقلاء کہتے ہیں "کل ات قریب" ہر آنے والی چیز کو آئی ہوئی سمجھو " و کل ماض بعید" جو گزر گئی کل کیوں نہ ہو بس وہ گزر گئی۔

"ملک یوم الدین" قیامت کے دن کے لئے کیا چاہیے، اس دن کی تیاری کے لئے کن چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے اور اس دن کس چیز کے ذریعہ انسان سرخرو ہوگا اور کس سے امداد طلب کریگا۔

(۵) "ایاک نعبد" یا اللہ ہم صرف آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں عبادت تب عبادت ہے جب وہ صرف اللہ کے لئے ہو۔ یہ خوب عبادت ہے کہ مخلوق کے نام کی بھی نیاز دی جاتی ہے اور مخلوق کو بھی خدا کی طرح پکارا جاتا ہے۔ پورے اسلام اور پوری شریعت میں کسی نبی یا کسی ولی کی عبادت نہیں ہے۔ انبیاء علیہم السلام نے بھی یہی بتایا ہے کہ عبادت صرف اللہ کی کریں اور جب عیسائیوں نے شور کیا ہمیں عیسیٰ علیہ السلام نے کہا ہے تو قرآن پاک میں کہا ہے کہ جھوٹو! انجیل کھولو عیسیٰ علیہ السلام کا ارشاد قوم کے نام ہر مضمون کے اول وآخر میں موجود ہے " ان اللہ ربی و ربکم فاعبدوہ " اللہ میرا بھی رب ہے تمھارا بھی رب ہے صرف اس کی عبادت کرو" ھذا صراط مستقیم " (سورۃ آل عمران آیت ۵۱) یہ صراط مستقیم ہے۔

(٦) "وایاک نستعین" اور آپ ہی سے مدد مانگتے ہیں ہر حال میں صرف ایک اللہ کو پکارنا ہے کیونکہ وہی حاجت روا ہے اور وہی مشکل کشا ہے، وہی کارساز ہے اور وہی دور اور قریب سے سننے والا ہے۔ جب عبادت ٹھیک طرح ہو اور استعانت صرف اللہ تعالیٰ سے ہو تو پھر دعا بھی ضروری ہے

(۷) ’’ اهدنا الصراط المستقيم ‘‘ خدایا سیدھا راستہ دکھا۔صراط مستقیم یہ ہے کہ عبادت اللہ کی اخلاص سے ہو اور اس میں شرک کی آمیزش نہ ہو۔تو اب مسئلہ یہ ہے کہ صراط مستقیم کونسا ہے ہر تنظیم یہی کہتی ہے ہم حق پر ہیں اور ہر جماعت یہی نعرہ لگاتی ہے کہ ہم حق پر ہیں تو اس کی تعین کے لئے ارشاد فرمایا

(۸) ’’ صراط الذين انعمت عليهم ‘‘ راستہ ان لوگوں کا جن پر آپ نے انعام فرمایا انعام انبیاء کرام پر ہوا ہے ،صدیقین پر ہوا ہے ،شہداء پر ہوا ہے اور صالحین پر ہوا ہے۔ان کا جو راستہ ہے وہی صراط مستقیم ہے ’’غير المغضوب عليهم ولا الضآلين‘‘ نہ ان کا راستہ کہ جن پر غضب ہوا تھا اور نہ ہی ان کا راستہ جو سیدھے راستے سے بھٹک گئے تھے۔

منعو مین اور مغضوبین کی تفصیل میں (۹) علم الفقہ آ گیا۔

آخر میں پھر اس راستے سے بھٹکے ہوئے اور باغیوں یعنی مغضوبین اور ضالین کو اسلام کی دعوت ورنہ پھر ان سے مقابلہ اس کے ذیل میں (۱۰) علم الجھاد آ گیا۔

اللہ بزرگ و برتر پورے قرآن اور پورے دین پر مسلمانوں کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

’’ و اخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمين ‘‘

الحمد لله جل وعلا وصلى الله وسلم على رسوله المصطفٰى ونبيه المجتبٰى وامينه على وحى السماء وعلى آله النجباء واصحابه الاتقياء افضل الخلائق بعد الانبياء ومن بهديهم اقتدىٰ وبآثارهم اقتفٰى من المفسرين والمحدثين والفقهاء الى يوم الجزاء امابعد!

فاعوذ بالله من الشيطٰن الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ (سورۃ توبہ آیت ۱۱۹)

قال رسول الله ﷺ لا تسبوا اصحابى فلو ان احدكم انفق مثل احد ذهبا ما بلغ مد احدهم ولا نصيفه

(بخاری ج ۱ ص ۵۱۸، مسلم ج ۲ ص ۳۱۰، ترمذی ج ۲ ص ۲۲۵، کتاب فضائل الصحابۃ ج ۱ ص ۱۵)

اللهم صل وسلم على عبدك و نبيك و رسولك محمد احمد وعلى اله و اصحابه و بارك و صل وسلم عليه

ہر کسے باظن او شد یار من   واذدرونی کس نہ جست اسرار من

كل من يدعى حب ليلىٰ
وليلىٰ لا تقر لهم بذاك

اللہ تعالیٰ نے انبیاء کی اتباع کو اپنی رضا کا سبب قرار دیا ہے

قابل قدر بزرگو محترم بھائیو اور عزیز دوستو! ایمان اللہ تعالیٰ نے حضرات انبیاء کرام کے ذریعے بھیجا ہے اور ایمان کا اول وآخر کامل اور مکمل تعلق جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات سے ہے اسی طرح نبوت کے مقامات سے بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی الوہیت اور خدائی کا منظر عالم ناسوت میں انبیاء علیہم السلام کو بنایا ہے ان کی اتباع کو اپنی فرمانبرداری بلکہ ان کی فرمانبردار کو اپنی عبادت فرمایا ہے

'' من یطع الرسول فقد اطاع اللہ ''(سورۂ نساء آیت ۸۰)

اللہ جل جلالہ کی الوہیت اور خدائی شان کا مخلوق کے لئے سمجھنا مشکل تھا کہ اس کی کما حقہ عبادت کی جائے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے خود انسانوں میں سے ایک بشر اور انسان کو ہر دور اور ہر زمانے کی ہدایت کے لئے منتخب فرمایا ہے۔

شرح العقائد میں، شرح مواقف میں، شرح المقاصد میں اور اصول فخری میں عقائد اسلام میں تحریر الاصول میں تیسیر التحریر میں اور تمام معتبرات متکلمین میں یہ قاعدہ درج ہے کہ

''انسان بعثہ اللہ تعالیٰ الی الخلق لتبلیغ الاحکام ''(شرح العقائد ص ۱۴)

انبیاء کرام بشر اور انسان ہوتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ لوگوں کی ہدایت اور ارشاد کے لئے منتخب فرماتے ہیں، ان کی رضا اور خوشنودی اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی ہوتی ہے اور ان کی نافرمانی اللہ تعالیٰ کے غضب اور عذاب کا باعث ہوتی ہے۔ یہ ایک واضح مسئلہ ہے اور تمام شرائع اس پر متفق ہیں کہ ہر دور اور ہر زمانے کے رسول اور نبی کی کامل اطاعت فرض ہے۔ صرف ایک معاملہ میں نہیں کیونکہ ایک یا دس پندرہ مسائل میں تو مشرکین اور کفار

بھی انبیاء کی اطاعت کرتے تھے بلکہ مسلمان پر لازم ہے کہ ہر ہر معاملہ جو دین دنیا اور زندگی سے متعلق ہو اس میں انبیاء کی اطاعت کی جائے۔

انبیاء کی اطاعت ایمان کے بعد کارگر ہے

تمام مشرکین مل کر جناب نبی کریم ﷺ کو صادق وامین دیانتدار عفیف اور پاکدامن وافی العہد کے القاب عزوشرف دے چکے تھے اور ان کے یہاں حضرت ﷺ کا بہت بڑا مقام تھا لیکن اطاعت اور فرمانبرداری وہ معتبر ہوتی ہے جس میں ایمان ہو، ایمان کے بعد پھر مکمل زندگی پر اطاعت اور فرمانبرداری لازم ہو جاتی ہے۔ جس طرح ایک درخت کی جڑیں زمین میں مستحکم ہو جاتی ہیں اور اس کے اثرات پورے درخت پر، درخت کی ہر شاخ پر، ہر پتے میں، ہر پھول میں اور درخت کے ہر ہر جزو میں اور ذرے میں کارفرما ہوتے ہیں اسی طرح انبیاء کرام کی اطاعت اور فرمانبرداری ایمان کے بعد کارگر ہے اور وہ ایمان کی پزیرائی ہے اس سے ایمان اور زیادہ سنور جاتا ہے اور امام بخاری اور دیگر محدثین کے یہاں تو وہ جزو ایمان ہے، جمہور امت کے نزدیک وہ ایمان کی ترقی اور سربلندی ہے کیونکہ ایمان انبیاء کی وجہ سے جانا اور پہچانا جاتا ہے۔ انبیاء ایمان کا منبع اور مرجع ہوتے ہیں اور ان کا دل ایمان سے بھرا ہوا ہوتا ہے۔

شق صدر کی تفصیل

رسول اللہ ﷺ جب معراج سے تشریف لائے اور آپ نے ارشاد فرمایا کہ رات کو جبریل علیہ السلام ملائک کے ساتھ آئے اور مجھے حکم دیا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں میں

بلایا ہے اور مجھے زمزم کے کنویں کی جانب لے گئے وہاں میرا دل نکالا بخاری کے الفاظ ہیں

" ففرج صدری ثم غسله بماء زمزم "

سینہ چاک کر کے دل کو زمزم کے پانی سے دھویا

"ممتلی حکمة و ایماناً فافرغه فی صدری "

پھر اس میں ایمان اور حکمت بھر بھر کر ڈالا اور واپس سینے میں رکھ دیا

(بخاری ج ۱ ص ۵۰، مسلم ج ۱ ص ۹۲)

سارے جہان کو تو ایمان کی جھلک ملی ہے جیسے ایک کرن چمک جاتی ہے اس سے شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ قطب عالم ہیں اور حضرت اقدس سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان کے سرچشمہ ہدایت ہیں امام اعظم امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پورے عالم کے فقیہ اعظم اور امام اعظم ہیں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ امیر المؤمنین فی الحدیث ہیں اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ امام اہل اہلسنت ہیں لیکن پیغمبر کا ایمان اور طرح ہوتا ہے جیسے ایک سمندر ہو اس جیسے پچاس ہزار اور آ جائیں نبی کا ایمان اس سے بھی بڑھ کر ہوتا ہے۔

شق صدر کا واقعہ آنحضرت ﷺ کے ساتھ چار مرتبہ پیش آیا امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح صحیح مسلم میں اور جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے خصائص میں اور زبیدی نے شرح احیاء میں اور دوسرے اکابرین امت نے اپنی مقتدر تصنیفات میں اس بات کا ذکر کیا ہے لیکن ان واقعات میں دو واقعات بہت زیادہ اہم ہیں ایک جب آپ ﷺ معصوم بچے تھے اور حلیمہ سعدیہ کے یہاں تربیت پا رہے تھے اس وقت بھی شق صدر کا واقعہ پیش آیا کہ ملائک آئے اور حضرت ﷺ کو ایک درخت کے نیچے لٹایا اور لٹانے کے بعد ان کا سینہ مبارک چاک کیا

تو دوسرے بچے جو ساتھ بکریاں چرا رہے تھے وہ گھروں کی طرف روتے ہوئے دوڑے کہ ہمارے بھائی کو کس نے قتل کر دیا پورا شہر باہر نکل آیا اور دیکھا کہ حضرت بڑے آرام سے کھڑے ہوئے تھے دریافت کرنے پر پورا واقعہ سنایا یہ پہلا شق صدر تھا۔ (مسلم ج ۱ ص ۹۲)

دوبارہ جب آپ ﷺ کی عمر شریف پچاس سال سے زیادہ ہوئی (اس پر علماء کا اتفاق ہے) اس وقت جب آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کی سیر کے لئے معراج پر بلایا تو اس وقت شق صدر ہوا۔

واقعہ معراج کے مختصر احوال

معراج تین سفروں کا نام ہے ایک سفر بیت اللہ سے بیت المقدس تک ہے اسے "اسریٰ" کہتے ہیں اور دوسرا سفر بیت المقدس سے ساتویں آسمان تک ہے اسے "معراج" کہتے ہیں اور تیسرا ساتویں آسمان سے لامکان تک ہے اس کو "اعراج" کہتے ہیں۔ حضرت ﷺ کو یہ تین سفر ایک رات میں کرائے گئے ہیں پہلا سفر جو تھا وہ تحمل نبوت کا تھا کیونکہ آگے چل کر نبوت کی ذمہ داری آپ کو سونپی جا رہی تھی

" انا سنلقی علیک قولا ثقیلا " (سورہ مزمل آیت ۵)

ہم ایک بہت ہی بھاری بھر کم منصب آپ ﷺ کو سپرد کرتے ہیں اور دوبارہ جو آپ کا شق صدر فرمایا یہ زمینی نبوت کے ساتھ آسمانی مناصب نبوت دینے کے لئے کیونکہ سفر جس طرح ہو اس کی تیاری اسی طرح کی جاتی ہے ایک سفر گھوڑے اور اونٹ کا بھی ہوتا تھا پھر تانگے آئے پھر گاڑیاں آئیں پھر ریل گاڑیاں، ہوائی جہاز اور ہیلی کاپٹر آئے اور سفر

ایک تو ہم جنسوں میں ہوتا ہے کہ انسان ، انسان کے ہمراہ ہو اور دوسرا سفر وہ ہوتا ہے جس میں ملائک کے ساتھ جانا ہوتا ہے۔حدیث شریف میں تصریح ہے کہ زمزم کے کنویں پر میرا آپریشن ہوا دل نکال کر اس سے بشریت کی تمام کمزوریاں نکال دی گئیں اور ایمان اور حکمت اس میں بھر دی گئی

"ممتلئ حکمة و ایماناً فافرغه فی صدری"

اب جب حضرت ﷺ براق پر جبرئیل کے ساتھ بیٹھ گئے یہ ایک ملکوتی سواری تھی

" دون البغل و فوق الحمار " (بخاری ج اص ۵۴۸، مسلم ج اص ۹۳)

جو گھوڑے سے تھوڑی چھوٹی اور خچر سے ذرا بڑی تھی اس سواری نے حضرت کو بیت المقدس پہنچایا۔لیکن عجیب بات یہ تھی کہ دوران سفر آنحضرت ﷺ پر پورا جہان منکشف کردیا گیا راستہ میں آپ ﷺ نے دائیں اور بائیں جانب سے آوازیں سنیں کہ "یـــــا محمد یا محمد" (بدعتیوں کے کوئی رشتہ دار تھے) حضرت ﷺ نے جب دریافت کیا تو حضرت جبرئیل نے فرمایا کہ دائیں جانب یہود ہیں اور بائیں جانب نصاریٰ ہیں اگر آپ ﷺ ان کو جواب دے دیتے تو آپ کی امت بھٹک جاتی ہمارے آج کے دور کے بدعتی یہود و نصاریٰ کے رشتہ دار ہیں پھر آپ نے دیکھا کہ ایک بوڑھی عورت ہے جو بہت بناؤ اور سنگھار کر کے بیٹھی ہے جب آپ نے پوچھا تو آپ کو بتایا گیا کہ یہ دنیا تھی جو آپ کو اپنی طرف متوجہ کر رہی تھی ۔(قرطبی ج ۱۰ص ۲۰۶ تفسیر طبری ج ۱۵، ۱۲ص ۶، ابن کثیر ج ۳ص ۵)

رسول اللہ ﷺ نے معراج میں ان لوگوں کو جواب نہیں دیا اس پر یہ حالت ہے کہ اس دنیا میں صحابہ کو برا بھلا کہا جاتا ہے، بدعات کی جاتی ہیں، اور جہالت میں امت کو ضائع

کیا جاتا ہے۔لوگوں کا جو دنیا سے تعلق خاطر ہے وہ دیکھنے کا ہے لیکن حضرت ﷺ کا کمال شرف اور اعزاز ہے کہ آپ ﷺ نے اس کو جواب نہیں دیا تو نتیجہ یہ ہے کہ ہر قوم اور ہر زمانے میں صالحین امت میں ہونگے اور محفوظین پائے جائیں گے اور دین کا وتایہ اور سجادہ محفوظ رہے گا الی یوم القیٰمۃ ان شاء اللہ۔جب تھوڑا آگے بڑھے تو حضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ میرا گزر ایک سرخ ٹیلے سے ہوا

"مررت علیٰ موسیٰ لیلة اسری بی عند الکثیب الاحمر وهو قائم یصلی فی قبره" (صحیح مسلم ج ۲ص ۲۶۸)

فرمایا کہ ایک سرخ رنگ کے ٹیلے کے پاس میں نے دیکھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قبر میں کھڑے ہوئے ہیں اور نماز پڑھ رہے ہیں بعد میں حضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر کبھی وہاں سے گزر ہوا تو میں تم لوگوں کو وہ جگہ ضرور بتاؤں گا۔(بخاری ج اص ۴۸۴، مسلم ج ۲ص ۲۶۷) حضرت موسیٰ کوہ طور سے واپسی پر انتقال کر گئے تھے اور بنی اسرائیل کو ان کی قبر کا پتہ نہیں چلا اور وہ زندگی بھر روتے رہے۔خدا تعالیٰ کی اس میں بھی حکمت تھی اگر ان کو قبر کا پتہ چل جاتا تو وہ بھی اس کی پوجا شروع کر دیتے۔

انبیاء کرام کی قبور شرک و بدعت سے پاک ہیں ! معجزہ

پیغمبروں کو اللہ تعالیٰ نے یہ بھی ایک معجزہ دیا ہے کہ پوری دنیا میں کسی بھی نبی کی قبر پر بد احتیاطی نہیں ہوئی شرک و بدعت کا بازار گرم نہیں ہوا اور اہل سنت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نبی حیاً میتاً زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی ہدایت کا سرچشمہ ہوتا ہے اور

اہل سنت کا یہ بھی عقیدہ ہے کہ نبی جس جگہ موجود ہوتے ہیں وہ جگہ پوری دنیا سے افضل ہوتی ہے حتیٰ من العرش والکرسی والکعبۃ سے افضل سمجھی جاتی ہے۔انبیاء میں سے صرف دو پیغمبر ایسے ہیں کہ جن کے بعد ان کی امتوں نے بے اعتدالی کی ایک حضرت عزیر علیہ السلام سو سال کے بعد زندہ ہو کر آئے تھے تو ان کے انتقال کے بعد بنی اسرائیل نے انہیں ابن اللہ کہنا شروع کردیا ''وقالت الیہود عزیز ابن اللہ ''اور دوسرے حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام جن کو اللہ تعالیٰ نے عجائب معجزات سے نوازا تھا بغیر باپ کے پیدا کئے گئے ،نابینا بلکہ مادرزاد اندھے کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرتے تھے تو وہ ٹھیک ہو جاتا تھا، برص اور کوڑھ کے مریض کو دم کرتے تھے وہ صحیح ہو جاتا تھا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ مردے کو کہتے تھے کہ اٹھ جاؤ وہ اٹھ جاتا تھا" واحی الموتیٰ باذن اللہ" (سورۃ آل عمران آیت ۴۹)اور ہر معجزے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اعلان کرتے تھے کہ یہ اللہ کے حکم سے ہو رہا ہے۔

انبیاء کرام کا مقام بندگی

حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے سام کو ان کے مرنے کے تقریباً چار ہزار سال بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے قبر سے نکال کر زندہ کیا، ان کے علاوہ بھی اور تین چار افراد کو زندہ کیا ہے۔بس ان کی قبر کو حکم دے دیا بحکم اللہ اور قبر ہلنے لگی اور پھر پھٹ گئی اور حضرت سام باہر آئے جب باہر آئے تو پہچانے نہیں جا رہے تھے سر کے بال بھی سفید تھے داڑھی بھی سفید تھی وہاں جو لوگ موجود تھے انہوں نے انکار کیا کہ حضرت سام کی جو نشانیاں ہمارے یہاں موجود ہیں ان کے مطابق یہ حضرت سام نہیں ہیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام

نے کہا کہ پہلے ان سے پوچھو تو لو جب ان سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ میں حضرت نوح کا بیٹا سام ہوں پھر ان سے پوچھا کہ بال اور داڑھی کیسے سفید ہوگئی تو انہوں نے کہا کہ ابھی جب آواز آئی کہ اٹھو باہر آؤ تو میں سمجھا کہ حضرت اسرافیل نے صور پھونک دیا ہے اور ڈر کی وجہ سے تمام کالے بال بدل گئے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین پر بیٹھ کر زار و قطار رونے لگے اور فرمایا کہ واقعی قیامت کا مرحلہ بہت خطرناک ہوگا۔

(تفسیر قرطبی، روح المعانی، تفسیر کبیر، تفسیر مدارک سورۃ آل عمران آیت ۴۹ کے ذیل میں)

اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائیں، اتنے بڑے بڑے معجزوں کے مالک ہیں اللہ تعالیٰ کے سب سے برگزیدہ بندے ہیں لیکن قیامت کو یاد کر کے رو رہے ہیں کیونکہ یہ تمام انبیاء اللہ تعالیٰ کے نیک بندے ہوتے تھے ان کے تصرف اور اختیار میں کچھ بھی نہیں تھا جو جس قدر عظیم مقام والا ہے وہ اس قدر اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے ظاہر ہے کہ ایک بادشاہ کے حکم اور اجراء طاقت کا اندازہ جو وزیر کو ہوتا ہے وہ ایک عام رعایا کو نہیں ہوتا ایک بڑے افسر سے اس کے قریب کے ماتحت زیادہ ڈرتے ہیں بجائے دور کے لوگوں کے اس لئے کہتے ہیں کہ قرب سے محبت اور خوف دونوں بڑھتے ہیں۔

رسول اللہ بیت المقدس تشریف لے گئے وہاں تمام انبیاء کرام موجود تھے آپ نے نماز پڑھائی اس کے بعد آسمانوں کا سفر شروع ہوا اور آپ نے آسمانوں میں بعض عجائب ایسے دیکھے مثلاً آپ نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم عرش سے نازل ہوتا ہے اور وہ حکم سدرۃ المنتہیٰ پر آتا ہے یہ چھٹے آسمان میں ایک بیری کا درخت ہے اور اس کے پتے اور شاخیں ساتوں آسمان تک پہنچی ہوئی ہیں اور وہ ہر آسمان میں نظر آ رہا ہے اور تمام آسمانوں میں ملائک

اس درخت کی سیدھ میں کاغذ اور قلم لے کر کھڑے ہیں اچانک اس کے رنگ بدلتے رہتے ہیں اور ملائک اس کو دیکھ کر سمجھتے ہیں اور احکامات لکھنے لگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا حکم سب سے پہلے اس درخت پر نازل ہوجاتا ہے اور پھر وہاں سے ہر ملک کو اشارہ ملتا ہے کہ آپ بارش برسائے ہیں، آپ طوفان لے آئیں، آپ ہوا چلائیں آپ فلاں ملک میں بیماری پھیلائیں فلاں جگہ رزق بڑھائیں اور فلاں جگہ کم کر دیں یہ سب اللہ تعالیٰ کا خدائی نظام ہے۔ "یدبر الامر من السمآء الی الارض " وہ آسمان سے زمینوں کا انتظام فرماتے ہیں حکم اتنا بھاری بھر ہے کہ اس کا تحمل ملک نہیں کر سکتے اس لئے پہلے درخت پر آجاتا ہے اور پھر اس کے بے شمار رنگ بدلتے ہیں "وغشیھا الوان" (بخاری ج اص ۵۱ کتاب الصلوٰۃ) میں ہے حضرت ﷺ نے جب اس کا ذکر کیا تو صحابہ نے دریافت کیا کہ یہ رنگ کس چیز کے تھے تو حضرت ﷺ نے فرمایا " لا ادری ما ھی " (حوالہ بالا) مجھے پتہ نہیں علماء فرماتے ہیں کہ "لا ادری" میں بھی کمال علم موجود ہے " ومن العلم ان تقول کما ادری لا ادری " ایک اور موقع پر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بعض چیزیں ایسی دیکھنے میں آئیں کہ میں تو نہیں پوچھ سکتا تھا "لو کان موسیٰ مکانی لسئل" اگر میری جگہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہوتے تو شاید پوچھ لیتے

یہ بھی آنحضرت ﷺ کا ایک مقام ہے کہ آپ کلام میں ساتھ ساتھ دیگر اشیاء کا تعارف، ان کی تعریف، تکریم کو بھی بیان فرماتے تھے مثلاً حضرت یوسف علیہ السلام کا ذکر کیا کہ ان کو بادشاہ نے کہا کہ باہر آجاؤ تو حضرت یوسف علیہ السلام نے کہا کہ میں نہیں آؤں گا پہلے پتہ کرو کہ مجھے جیل میں کیوں بھیجا تھا۔ میرا جرم کیا تھا کہ مجھے ناحق مجرم بنا کر جیل بھیجا گیا ہے پہلے اس کی وضاحت ضروری ہے اس کے بعد میں باہر آؤنگا۔ جب آنحضرت ﷺ اس

واقعہ کو بیان کرتے کرتے اس جگہ پہنچے کہ حضرت یوسف پر خدا تعالیٰ کی رحمتوں کی بارش ہو اتنے مضبوط تھے اگر میں حضرت یوسف کی جگہ ہوتا تو قاصد کو جواب دے دیتا '' لاجبت الداعی ''یعنی ساتھ آجاتا (مسلم ج اص ۸۵) حالانکہ حضرت ﷺ کی استقامت اور عظیمت تو تمام انبیاء کرام سے بہت زیادہ ہے۔ لیکن آپ ﷺ کا مقصد حضرت یوسف علیہ السلام کی منقبت ہے۔

اسی طرح جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کا آپ ﷺ نے سنا اور اس کی وجہ سے ایک صحابی نے ایک یہودی کی پٹائی لگائی کہ ان کو ہمارے حضرت سے بڑا کیوں کہتے ہو تو حضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے پیغمبروں پر ایسی فضیلت نہ دو، حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی بہت بڑے پیغمبر تھے۔ قیامت کے دن سب سے پہلی قبر میری پھٹی گی میں جب باہر آونگا تو مجھ سے پہلے ہی حضرت موسیٰ عرش کے ستون پکڑے ہوئے کھڑے ہونگے حضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ مجھے پتہ نہیں کہ وہ جو کوہ طور پر بے ہوش کئے گئے تھے ان کے لئے وہی کافی سمجھا گیا ہے دوبارہ بے ہوش ہی نہیں ہوئے ہیں یا پھر مجھ سے پہلے ہوش میں لائے گئے ہیں (بخاری ج ا ص ۳۲۵، مسلم ج ۲ ص ۲۶۷) لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عظمت اور برتری امت کو تعلیم فرمائی کہ حضرت کی شان میں احتیاط کرو وہ بہت بڑے پیغمبروں میں سے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کی سیر کرائی اور انبیاء سے ملاقاتیں اور قیامت تک آنے والا نظام اور قیامت کے بعد جزا اور سزا کے جو مکافات تھے وہ بتائے اور دکھائے گئے اور جنتوں کی سیر کرائی گئی دوزخوں کی سیر کرائی گئی۔

سود خور کا انجام

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ دوزخ میں ایک شخص کھڑا ہوا ہے وہ باہر آنے کی کوشش کرتا ہے لیکن ملائک گرم پتھر لے کر اس کے منہ میں ٹھوس دیتے ہیں سر سے پاؤں تک وہ آگ کی طرح سرخ ہوجاتا ہے اور واپس دوزخ میں گر جاتا ہے جب آپ ﷺ نے پوچھا کہ یہ کون ہے تو آپ ﷺ کو بتایا گیا کہ یہ سود خور تھا جس نے مال کی خوشی میں اللہ تعالیٰ کو ناراض کیا تھا (تفسیر ابن کثیر ج اص ۳۲۶)۔ آج کل تو سود کا ایک رواج ہوگیا ہے اور رواج اس لئے ہوگیا ہے کہ ایمان ختم ہوگیا ہے۔ جب کوئی ریٹائر ہوتا ہے تو جو پیسے ملتے ہیں اسے بینک میں رکھ دیتے ہیں اور پھر اس کا سود کھاتے رہتے ہیں اور خود کو تسلی دیتے ہیں کہ میں تو بوڑھا ہوں میں کس سے مانگوں گا ، یاد رکھنا ایسا سوچنا بھی بے دینی اور بہت بڑا گناہ ہے۔ میں تو کہتا ہوں کہ انسان بھوکا مرجائے لیکن سود کا ایک روپیہ بھی نہ کھائے ،ضرورتاً مانگتے پھرنا یہ جائز ہے لیکن سود کھانا کبھی بھی جائز نہیں ہے۔ بینک میں پیسے رکھ کر اس کا سود کھانا ایسا ہے جیسے کوئی اپنی غلاظت سے فارغ ہوکر پھر اسے پیچھے سے کھانا شروع کردے بلکہ سود کھانا اس سے زیادہ بدتر ہے۔ شیطان معاشرے پر کتنا سوار ہے اور کس طرح لوگوں کو بہکا کر ان کا ایمان تباہ وبرباد کررہا ہے اگر کوئی گناہ کررہا ہے تو آپ کہیں گے یہ گناہ ہے کسی نے غلاظت کو استعمال کیا تو آپ کہیں گے کہ وہ گندہ آدمی ہے لیکن یہ نہیں کہو گے کہ یہ زانی

ہے اور یہ بھی نہیں کہو گے کہ اس نے اپنی ماں اور بہن سے زنا کیا ہے بس یہ کہا جائیگا کہ بہت گندہ اور گنہگار آدمی ہے لیکن سود کے بارے میں ہے کہ

" درھم ربا" سود کا ایک روپیہ لینا "اعظم عند اللہ تعالیٰ" اللہ کے یہاں اس سے بھی سخت ہے "من سبعین زنیۃ" کہ ستر مرتبہ زنا کیا جائے "کلاھا فی ذات محرم" اپنی کسی محرم کے ساتھ "فی بیت اللہ الحرام" بیت اللہ شریف میں۔

(روح المعانی ج ۳،۲ص ۱۷ بیروت، تفسیر ابن کثیر ج اص ۳۲۷، ۳۲۸)

جو شریعت محمد رسول اللہ ﷺ لے کر آئے ہیں اس میں سود کی کوئی گنجائش نہیں ہے اگر کسی کی جان تلف ہورہی ہے اور بس آخری لمحہ ہے اور سامنے گندہ گوشت مردار بکرہ کا گوشت ،مردار مرغی کا گوشت ،یا خنزیر کا گوشت کا ایک ٹکڑا پڑا ہوا ہے اگر یہ منہ میں ڈال کر چبائے تو یہ دو تین گھنٹے تک شہر پہنچ جائے گا یا کوئی اسے کھانا لا کر دے گا تو قرآن پاک نے کہا ہے کہ چلو اسے کھا سکتے ہیں لیکن یاد رکھنا کہ سود کھانے کی اجازت شریعت میں نہیں آئی ہے اجازت کوئی گھر سے نہیں دیگا اجازت اور استثنیٰ شارع علیہ السلام بتائیں گے۔ اس لئے فقہاء نے ایک قاعدہ لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص زنا میں مبتلا ہورہا ہے اور دو راستے ہیں کہ یا تو زنا کرلے یا پھر مرجائے تو فتویٰ اس پر ہے کہ مرجائے مگر زنا نہ کرے۔

ایمان کا اول مرحلہ حرام سے بچنا ہے ! مثال

بحر الرائق میں، فتاویٰ شامی میں اور دیگر فتاویٰ معتبرات میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے بیوی کو تین طلاق دی جب بھی دی جیسے بھی دی جتنے عرصہ میں دی اور اتفاق سے اس پر

شہادت موجود نہیں تھی، قاضی کی عدالت میں خاتون نے استدعیٰ کیا کہ اس نے مجھے تین طلاق دی ہے اور اب مجھے اس سے علیحدہ کردیں میرا اس کے ساتھ رہنا ٹھیک نہیں ہے (میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اسلام میں حرام سے بچنا کس قدر ضروری ہے) لیکن قاضی نے جب خاوند سے پوچھا تو اس نے کہا کہ میں نے دو دی ہیں یا ایک دی ہے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے مدونۃ الکبریٰ میں لکھا ہے کہ اگر قاضی سمجھ رہا ہو کہ عورت سچی ہے تو قاضی آدمی سے حکماً ایک اور طلاق دلوادے اور بات ختم کردے تاکہ شک وشبہ نہ رہے اور عمر بھر کے لئے حرام کاری سے بچ جائے اور نسب اور نسل قیامت تک محفوظ ہو جائے۔ لیکن فقہ حنفی میں لکھا ہے کہ طلاق کے وقوع اور عدم وقوع میں جب میاں اور بیوی کا اختلاف ہو جائے تو بیوی کم از کم دو گواہ پیش کریگی جب گواہ بھی نہیں ہیں اور شوہر بھی انکار کر رہا ہے تو طلاق چونکہ خاوند کا فعل ہے اس لئے قاضی اس سے قسم لے گا قرآن پر ہاتھ رکھ کر اور کہلوایا جائے گا کہ اس اللہ کی قسم جس نے محمد ﷺ پر یہ سچی کتاب نازل فرمائی ہے کہ میں نے ایک یا دو دی ہیں تین بالکل نہیں دیں۔ جب وہ قسم کھائے تو فیصلہ قاضی خاوند کے حق میں کردے ، دوسری طرف بیوی کو یہ معلوم ہے کہ یہ تو تین طلاق دے چکا ہے تو بیوی کو اجازت ہے کہ قاضی کے اس فیصلے کے باوجود خاوند کو خود پر قدرت نہ دے اور ہر ممکن اس بات کی کوشش کرے کہ شوہر سے دور رہے یا پھر فقہاء نے یہ بھی لکھا ہے کہ اس سے خلع لے لے۔

(البحر الرائق ج ۳ ص ۲۵۷، تبیین الحقائق ج ۱ جز ۲ ص ۱۹۸)

آپ ذرا غور فرمائیں کہ یہ ساری پلاننگ اس لئے کی جارہی ہے کیونکہ شریعت اس بات کو برداشت ہی نہیں کرتی کہ مومن کی زندگی کا ایک دن بھی گناہ میں گزرے کیونکہ

اس گناہ سے صرف دو افراد کا نقصان نہیں ہورہا بلکہ ساری نسل اور نسب صرف اس ایک گناہ کی وجہ سے تباہ ہو رہی ہے۔ اسلام میں تو یہاں تک ہے کہ جو لوگ تین طلاق کے بعد بغیر حلالہ کے رہ رہے ہیں ان سے بائیکاٹ کرنا ضروری ہے اور ہر ایک کو اس سے تعلقات ختم کرنے ہیں اور ان کو مسجد کی صف میں بھی کھڑا نہیں ہونے دینا ہے۔

افسوس تم کو میر سے صحبت نہیں رہی

تم نے اسلام کی عظمت بھری ہوئی فقہ اور اس کے جامع قانون کو دیکھا ہی نہیں اور اس کے اسرار و رموز کو سمجھا ہی نہیں۔

لوگ عمر آخر میں ریٹائرمنٹ کے بہانے سود کھاتے ہیں جبکہ آخر میں تو گنہگار سے گنہگار آدمی بھی توبہ کرتا ہے اور تمام گناہوں پر ندامت کے آنسو بہاتا ہے لیکن ایسے ظالم اور مجرم بھی معاشرے میں موجود ہیں کہ مرتے دم تک حرام کھانے پر آمادہ ہیں اور اپنی آخرت کا کوئی ہوش ہی نہیں ہے، ایسے شخص کا ایمان کیسے باقی رہے گا، ایمان کوئی کسی لیبل کا نام نہیں ہے کہ جب چاہا لگالیا اور جب چاہا اتار دیا ایمان تو تصدیق خدا اور رسول اور ان کے جملہ قانون کی صداقت قلبی کا نام ہے۔

ایمان کے بعد استقامت بڑی دولت ہے

ایمان اس کو نہیں کہتے ہیں کہ آپ کا نظام جیسے آپ چاہیں ویسے چلے گا اور جس حکم پر چاہیں گے عمل کریں گے اور جس کو چاہیں گے چھوڑ دیں گے، ایمان اسے کہتے ہیں کہ آپ کو اپنا پورا نظام زندگی دین کے مطابق بنانا ہوگا اور پھر اس پر جم کر رہنا ہوگا چاہے حالات

کیسے بھی ہوں ۔صحابہ کرام جیسا ایمان زمین کے اوپر اور آسمان کے نیچے کسی نے دیکھا نہیں ہوگا ان کی تربیت آنحضرت ﷺ نے ایسی فرمائی تھی کہ اس میں کوئی کمی نہیں چھوڑی تھی ۔اس کی ایک مثال دیتا ہوں کہ جب اسلام میں حکم آیا اور آیات نازل ہوگئیں کہ شراب حرام ہے

''یا ایھا الذین امنوا انما الخمر والمیسر والانصاب والازلام رجس من عمل الشیطان فاجتنبوہ لعلکم تفلحون ''(سورۃ مائدہ آیت ۹۰)

شراب، جوا، درگاہوں کی عبادت، فال نکلوانا یہ سب گندے کام ہیں، شیطان کی پوجا ہے اور اللہ کو ناراض کرنے کے اعمال ہیں ان سے بچو تاکہ تم کامیاب ہوسکو۔آیت کے نزول کے بعد آنحضرت ﷺ نے اعلان فرمایا کہ آیت نازل ہوگئی ہے اور شراب قابل استعمال نہیں ہے حرام ہے ۔بخاری شریف میں ہے کہ ایسے لوگ بھی تھے جنہوں نے بہت مدت سے پانی نہیں پیا تھا اور ہروقت شراب پیتے تھے ۔رات کو اٹھ کر پینے والی شراب کا نام ''مسی'' تھا درمیان رات کی شراب کا نام الگ تھا،صبح کی شراب کا نام،شام کی شراب کا نام ،خوشی کی شراب کا نام،مہمان کے ساتھ پینے والی شراب کا نام اور ہر ہر گھڑی کی شراب کا نام علیحدہ تھا اس قدر شراب کی کثرت تھی کہ وہ انکا کھانا پینا بن چکی تھی ۔لیکن جب آیت نازل ہوئی تو ایسا ہوا کہ غلام کے ہاتھ میں جام ہے شراب سے بھرا ہوا اور آقا کو دے رہا ہے اس دوران آواز آئی کہ آیت نازل ہوچکی ہے اور شراب حرام ہے تو کہا کہ اب اسے پھینک دو کیونکہ اب اس کی اجازت نہیں رہی ۔ مسلم شریف کے الفاظ ہیں کہ

''فاذا مناد ینادی الا ان الخمر قد حرمت قال فجرت فی سکک المدینۃ ''
(مسلم ج ۲ ص ۱۶۲)

کہ شراب مدینہ منورہ کی گلیوں میں پانی کے سیلاب کی طرح بہہ رہی تھی ۔ہر شخص

اپنے گھر سے شراب کا مٹکا اور برتن نکال کر پھینک رہا تھا،گھر سے باہر لا کر برتن الٹے جارہے تھے ۔اس بات کا کوئی ثبوت نہیں کہ کوئی کمزور اور بوڑھا گھر سے آیا کہ میں کمزور ہوں مجھے تو ایک پیالے کی اجازت دے دیں ہرگز نہیں جب حکم نازل ہوا تو وہ سب پر ایک جیسا نافذ ہوا ،اسی کو شریعت کہتے ہیں ۔اس میں تھوڑا اور زیادہ کا کوئی امتیاز نہیں ہوتا ۔زہر کا ایک ذرہ ہی انسان کی ہلاکت کے لئے کافی ہوتا ہے اور شراب تو اس سے بھی زیادہ خطرناک ہے ۔اس لئے ہرقسم کے گناہ سے توبہ کرنا ضروری ہے ۔چاہے وہ سود ہو،شراب ہو،یا اور کوئی بھی گناہ ہو۔

سودی رقم کے بارے میں ایک وضاحت

بینک کے بارے ایک بات اور یاد رکھیں کہ بینک کے ایسے کھاتوں میں پیسہ رکھنا جس میں سود کا تعلق ہو حرام ناجائزہ اور گناہ کبیرہ ہے ۔بینک میں ایسے کھاتے بھی ہوتے ہیں جن میں سود نہیں ہوتا ۔سود کا استعمال خود بھی منع ہے اور کسی دوسرے کو بھی استعمال کے لئے نہیں دیا جاسکتا ہے اس میں بہت سارے لوگ شامل ہیں جیسے سود لینے والا ،سود دینے والا ،سود لکھنے والا ، سود میں گواہ بننے والا ،سودی رقم کو کسی اور فائدہ میں استعمال کرنے والا وغیرہ ۔یہ بھی غلط بات ہے کہ آپ سودی رقم کسی کو استعمال کے لئے دیں ،فقہاء کرام نے قاعدہ لکھا ہے کہ جو گوشت سڑ گیا ہو اور انسانی استعمال کے لائق نہیں ہے اس کا استعمال حرام ہے ،سڑے ہوئے دودھ اور گوشت کو بلی اور کتے کے آگے رکھنا بھی غلط ہے ۔اکلیل میں علامہ جلال الدین سیوطی نے لکھا ہے کہ یہ حرام ناجائز ہے حرام چیز کو کسی کے سامنے پیش کرنا بھی جرم ہے، آپ اس چیز کو پھینک دیں اور کتا بلی وغیرہ کوئی آکر کھالے تو کوئی بات نہیں ،لیکن آپ اسے پیش نہیں کرسکتے ۔اب سوال یہ ہے کہ اس رقم کا کیا کریں کیونکہ وہ تو

لینی پڑتی ہے اگر نہ لیں تو قادیانی ،شیعہ اور آغاخانی اور دیگر غیر مسلم اسے لیکر اسلام کے خلاف مشن میں استعمال کریں گے ۔تو مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ نے ہندوستان کے اکابر علماء سے مشاورت کے بعد اجازت دے دی کہ اسے آپ لے لیں اور ایسے مسلمانوں کو جن کے لئے مردار حلال ہو رہا ہو اور اتنا خراب حال ہے کہ قریب ہے کہ اگر خنزیر کا گوشت نہ ملا تو ہلاک ہو جائیں گے ان کو بغیر نیت ثواب کے آپ دے سکتے ہیں کیونکہ فقہ کی اکثر کتب میں یہ قاعدہ لکھا ہے کہ

" من دفع الیٰ فقیر من المال الحرام شیئاً یرجو به الثواب یکفر"

(۱) فتاویٰ شامی ج ۲ ص ۲۸ (۲) عالمگیری ج ۲ ص ۲۷۲ مکتبہ رشیدیہ

(۳) معارف السنن ج ا ص ۳۴ ایچ ایم سعید

حرام چیز پر اگر ثواب کی نیت کی گئی تو نیت کرنے والا کافر ہو جائے گا اور علامہ شامی نے تو یہاں تک فرمایا ہے کہ اگر دوسرا کوئی اور اس بات پر راضی بھی ہوا تو اس کا بھی یہی حکم ہے ،ایسا کرنے سے اس کا ایمان سلب ہو جائے گا ۔اس لئے جو لوگ بینکوں کے سود کے قائل ہیں یا اسے حلال سمجھتے ہیں اندیشہ یہ ہے کہ ان کا ایمان بھی نہیں رہا ۔پانچ روپے سود کے ،ایک روپیہ سود کا ایک مسکین اور غریب کو آپ نے دیا ثواب کی نیت سے فقہاء لکھتے ہیں کہ کافر ہو جائے گا ۔آپ نے حرام پر اللہ کو راضی کرنے کی نیت کیسے کی ،حرام پر آپ ایسی نیت کرینگے جیسے کپڑے پر نجاست کو ہٹانے کی نیت کرتے ہیں تا کہ نجاست دور ہو جائے ، کپڑوں پر خون لگا ہے آپ اس پر ثواب کی نیت نہیں بلکہ گندگی ہٹانے کی نیت کرتے ہیں یہ بات الگ ہے کہ کپڑوں پر سے نجاست ہٹانا مستقل ثواب ہے ۔سود کی رقم کو اپنے پاس سے ہٹانا اور اسے استعمال نہ کرنا یہ مستقل ثواب کا کام ہے ۔سود خوری سے بچنا اور اس کو اپنے

لئے ہلاکت سمجھنا یہ بھی عبادت اور ثواب ہے ۔

عجائب زمانہ ہے کہ بظاہر مسلمان بہت ترقی یافتہ ہیں ہزار ،ہزار اور چھ ،چھ سو گز کی کوٹھیوں میں رہ رہے ہیں اور ان کے پاس لاکھوں اور کروڑوں جمع ہیں لیکن جب کھوج لگائیں گے کہ کس طرح جمع کیے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ ایک پیسہ بھی حلال کا نہیں ہے " فالیٰ اللہ المشتکیٰ " ۔حدیث میں آتا ہے کہ قرب قیامت جسم تو ہوگا لیکن روح نہیں ہوگی اور ابوداؤد شریف میں تو یہاں تک ہے کہ کوئی ایسا گھر نہیں ہوگا کہ جس پر سود کا اثر نہیں ہوگا اگر کچھ نہیں تو سود کی جو آگ زمانے میں جل رہی ہوگی اور اس سے جو دھواں اٹھ رہا ہوگا اس سے لوگوں کی زندگیاں متاثر ہو رہی ہوں گی ۔(ابوداؤد ج ۲ ص ۳۷۴)

آج ہم اور آپ دیکھتے ہیں کہ وہی زمانہ ہے اور وہی حالات پیش آرہے ہیں جن کے بارے میں آج سے چودہ سو سال پہلے جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا ۔سب سے بڑی سود خور خود حکومت زمانہ ہے ،سود کی پشت پناہی کرنے والی پاکستان کی حکومت ہے ،سود خور ،دولت اور مال چور حکومت ہے اور مسلمانوں کے دین اور ایمان کی دشمن حکومت ہے ۔خاص طور پر ایک سازش کے تحت بے دینی اور اسلام کی ممانعت کو لوگوں کے اندر اتارا جا رہا ہے تا کہ دین کا شیرازہ بکھر جائے ۔اس سے پہلے بھی بڑے بڑے فراعنہ اور جبابرہ آئے اور انہوں نے اسلام کو مٹانے کی کوشش کی لیکن آج ان کا نام ونشان تک دنیا میں قائم نہیں ہے ۔

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی عزت ،ایمان اور دین کی حفاظت فرمائے اور دینی شعائر کی بھی حفاظت فرمائے اور دین دشمنوں کے ہتھکنڈوں سے سب کو محفوظ رکھے ۔(آمین)

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

الحمد للہ جل وعلا وصلی اللہ وسلم علی رسولہ المصطفٰی ونبیہ المجتبٰی وامینہ علی وحی السماء وعلی آلہ النجباء واصحابہ الاتقیاء افضل الخلائق بعد الانبیاء ومن بھدیھم اقتدیٰ وبآثارھم اقتفٰی من المفسرین والمحدثین والفقھاء الی یوم الجزاء امابعد!

فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم　　　　بسم اللہ الرحمن الرحیم

لِاِیْلٰفِ قُرَیْشٍo اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَالصَّیْفِ o فَلْیَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَیْتِo الَّذِیْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۙ وَّ اٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍo (سورۃ قریش)

اللھم صلی وسلم علی سیدنا ومولانا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وصلی وسلم علیہ

قابل قدر بزرگوں اور محترم سامعین ملکی حالات آپ کے سامنے ہیں اس سرزمین پاکستان کے حدود میں کہیں بھی امن کا یقین یا امن اور سکون موجود نہیں ہے۔

امن اور رزق اللہ تعالیٰ کی دو بڑی نعمتیں

اللہ تعالیٰ نے اس جہان کو بہت ساری نعمتوں کے ساتھ پیدا کیا ہے ان میں دو نعمتیں بہت سرفراز ہیں، ایک ضرورت کے مطابق رزق کا مہیا ہونا جسے ہم معاش کہتے ہیں اور جدید اصطلاح میں اس کو معیشت کہتے ہیں اور دوسرا امن کا ہونا کہ انسانوں کی زندگی

امن سے ہو، آرام سے ہو اور عزت سے ہو۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جب اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ میرا گھر مکہ میں تعمیر کر لیں

''واذ یرفع ابراھم القواعد من البیت واسمٰعیل'' (سورۃ بقرہ آیت ۱۲۷)

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اس تعمیر کے وقت بھی جو دعائیں فرمائیں وہ امن اور رزق سے ہی متعلق تھیں

''واذ قال ابراھم رب اجعل ھذا بلدا امنا وارزق اھلہ من الثمرات''

(سورۃ بقرہ آیت ۱۲۶)

خدایا یہاں کے لوگوں کو امن دے اور عزت کا رزق عطا فرما۔ سوال یہ ہے کہ گھر خدا کا تعمیر ہو رہا ہے اور اس گھر کی بناء اور تاسیس میں جو شدید ضرورت ہے وہ عبادت کی ہے، لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام سے جو شہر آباد کروایا جا رہا ہے یا جو بیت اللہ شریف تعمیر کروایا جا رہا ہے وہ تو کھانے پینے کی جگہ نہیں ہے وہ تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جگہ ہے لیکن دعا وہاں انہوں نے رزق اور دوسری چیزوں کی مانگی تو جواب یہ ہے کہ عبادت سکون کے ساتھ تب واقع ہوتی ہے اور عابد کی طرف سے تب عبادت کی کیف رکھتی ہے جب اس کی بنیاد میں دو باتیں موجود ہوں ایک قیام امن اور دوسرا قیام معاش۔ یہ دو باتیں لازم ملزوم ہیں جہاں امن ہوگا وہاں رزق ہوگا اور جہاں عزت کا رزق ہوگا وہاں امن ہوگا، اگر امن میں خلل واقع ہوگیا تو رزق زہر بن جائے گا اور اگر رزق میں بے عزتی پیدا ہوگئی تو امن داغدار ہو جائے گا۔ انبیا کا کلام، ان کی دعائیں اور ان کی گفتگو حد درجہ جامع ہوتی ہے، قرآن کریم میں جس مقام پر بھی اللہ تعالیٰ نے امن کا ذکر کیا

ہےتو رزق کا ذکر ساتھ کیا ہے اور رزق کا ذکر کیا ہےتو امن کا ذکر ساتھ کیا ہے۔ایک مقام پر رب العزت ایک شہر کی شکایت کر رہے ہیں"وضرب اللہ مثلا قریۃ کانت امنۃ مطمئنۃ" ایک بستی تھی جہاں لوگ بالکل امن سے رہنے والے تھے "یاتیھا رزقھا رغدا من کل مکان" اور اس کا رزق بھی وافر آتا تھا۔لیکن"فکفرت بانعم اللہ"انہوں نے اللہ تعالیٰ کے احسانات کی نافرمانی کی"فاذا قھا اللہ لباس الجوع والخوف بما کانوا یصنعون" (سورہ نحل آیت۱۱۲)تو اللہ تعالیٰ نے ان کا رزق ختم کر کے ان پر بھوک طاری کر دی اور ان کا امن ختم کر کے ان پر خوف طاری کر دیا۔ امن کے ساتھ رزق کا ذکر اکثر مقامات پر ہوا ہے" فَلْیَعْبُدُوْا رَبَّ ھٰذَا الْبَیْتِ o الَّذِیْ اَطْعَمَھُمْ مِنْ جُوْعٍ ، وَّ اٰمَنَھُمْ مِّنْ خَوْفٍ o "رب کعبہ کی عبادت کریں ،لوگ اللہ تعالیٰ کو پہچان لیں کیونکہ اس رب نے ان کو رزق دیا ہے بھوک ختم کر کے ان کو امن دیا ہے ان کا خوف ختم کر کے۔اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی وجہ سے آج ہمارا ملک بھی انہی سزاؤں کی لپیٹ میں ہے۔چنانچہ ملک میں جب امن مقتل ہو گیا تو قحط سالی جیسی کیفیت پیدا ہوگئی اور لوگوں کو رزق کے ملنے میں دقت اور گرانی پیش آئی اور رزق کے اندر جب خلل واقع ہو جائے تو امن خود بخود ختم ہو جائے گا، یہاں تک کہ ایک اسٹور والے کو کہا گیا کہ فلاں ادارے میں یہ یہ چیزیں بھیج دو تو اس نے کہا کہ میں تو گاڑی میں لدوا دوں گا، یہاں سے روانہ کر دوں گا، وہاں تک پہنچنے کی ذمہ داری میری نہیں ہے، یہ تو ایسا ہی ہے جیسے کہ کسی آزاد قبائل میں لوگ رہ رہے ہوں جہاں نہ قانون ہو اور نہ کوئی نظام حکومت، ہو ان جگہوں پر اس طرح کی باتیں ہوتی ہیں۔(یہ ہنسنے اور مسکرانے کی بات نہیں ہے یہ تو ڈوب مرنے کا مقام ہے لیکن غیرت کہاں ہے، ہر بات پر ہنسنا یہ عقلمندوں کا کام نہیں) یہ آپ کا اور ہمارا

سب کا شہر ہے اور ہمارے بڑوں نے اور آپ نے اس کو آباد کرنے کے لئے قربانیاں دی ہیں اور یہ ملک کتنے خون خرابے کے بعد ملا ہے۔سن ۱۹۴۷ء سے لیکر آج تک جو مسلمان ہندوستان کے اندر مارے جاتے ہیں پاکستان بننے کے جرم میں ان کی قربانیوں کے بعد جو ملک ہم کو ملا تھا اس کا کیا حال ہے اور اس میں بسنے والے کن حالات سے گزر رہے ہیں۔

تھا جو ناخوب بتدریج وہی خوب ہوا
کہ غلامی میں بدل جاتے ہیں قوموں کے ضمیر

شریعتِ مقدسہ امن اور سلامتی کا پیکر ہے

انگریز نے جب ملک پر تسلط حاصل کیا تو اس لئے نہیں کہ ان کو واپس جانا تھا بلکہ اس لئے کہ یہ ان کی ریاست کا ایک حصہ تھا ان کے قلمرو پر مشتمل ایک علاقہ تھا لیکن جب انہیں یہ یقین ہو گیا کہ ہمیں یہاں سے جانا ہوگا تو انہوں نے یہاں ایسے خطوط کھینچے اور ایسے نقشے قائم کئے کہ جن پر لوگوں کو چلنا بھی ہے اور ان پر چلتے ہوئے پٹنا بھی ہے، ہمیشہ کے لئے بے عزت ہونا ہے اور ذلیل ہونا ہے۔اس کا ایک ہی علاج تھا جو طبیب اول نے نہیں کیا اور وہ علاج یہ تھا کہ پورے ملک میں شریعت مقدسہ نافذ کی جاتی کیونکہ اللہ تعالیٰ کی شریعت میں یہ جامعیت موجود ہے کہ وہ ہر طرح کے مکینوں کو امن دے اس میں ظلم کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا شریعت کے نفاذ میں ظلم کہاں سے آیا

ایک ہی صف میں کھڑے ہوگئے محمود ایاز
نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز

قرآن پاک کے اندر اللہ تعالیٰ نے اس ماحول کو ذکر فرمایا ہے۔جو اسلام سے

پہلےتھا'' وکنتم علیٰ شفاحفرۃ من النار فانقذکم منھا ''تم تو آگ کی کھائی کے کنارے کھڑے تھے اللہ نے اس میں جانے سے بچالیا، اللہ تعالیٰ کے احسانات کتنے زیادہ ہیں کہ اس نے بندوں کے لئے جس طرح ان کی خلقت کا انتظام کیا ہے اور وہ اس کے علاوہ کوئی اور نہیں کرسکتا امن دینے والے بھی صرف رب العزت آپ ہی ہیں''وکنتم علی شفاحفرۃ من النار فانقذکم منھا ''تم تو غرق ہونے اور تباہ ہونے کے قریب تھے اللہ نے تمہیں بچایا، ''کذلک یبین اللہ لکم ایاتہ ''اس طرح اللہ تمہیں دینی مسائل بیان فرماتے ہیں'' لعلکم تھتدون ''(سورۂ ال عمران آیت ۱۰۳) تمہیں ہدایت حاصل کرنا چاہیے، ہدایت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔اس سے پہلے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں''واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا ''مل کر دین کے کاموں میں رہو خوامخواہ تفرقے نہ کرو۔''واذکر وانعمت اللہ علیکم ''یادکرو خدا کے احسانات''اذکنتم اعداء ''تم تو دشمن تھے''فالف بین قلوبکم ''اللہ نے تمہارے دلوں میں الفت ڈالی''فاصبحتم بنعمته اخوانا ''(سورۂ ال عمران آیت ۱۰۳) ہوگئے خدا کے فضل سے بھائی بھائی۔آپ ذرا غور فرمائیں کہ کیسے امن کا ماحول پیش ہو رہا ہے امن کے ماحول میں علاقوں کا سرحد اور سندھ، بلوچستان اور پنجاب کا فرق نہیں ہوتا، تمام بھائیوں کی طرح ہوتے ہیں، ایک کلمے کے ماننے والے اور ایک ملک کے مکین ہوتے ہیں، اگر ایک طرف زلزلے سے متاثر ہو تو دوسرے خوشگوار لوگوں کے بھی آنسو گرتے ہیں اور وہ ان کی مدد کرنے کے لئے بے تاب ہوتے ہیں، اگر ایک جگہ ایک مسلمان کے خون کا قطرہ گرے تو دوسرا مسلمان ان کے لئے بے چین ہوجاتا ہے۔

جناب نبی کریم ﷺ سے پہلے ہونے والی ایک جنگ کا تذکرہ

جناب نبی کریم ﷺ نے اللہ کا دین بیان کرکے یہ ماحول پیدا فرمایا ہے، آپ ﷺ سے پہلے ایک جنگ ہوئی ہے بڑی خطرناک قسم کی اور اس میں ایک قبیلے کے بہادر آدمی کھلے راستے میں اپنی ٹانگ رکھ کر کھڑا ہوا اور اس نے کہا کوئی ہے جو اس کو ہٹالے۔تو دوسرے قبیلے کا ایک آدمی تیز تلوار لے کر دوڑتا ہوا آیا اور اس کو ران سے کاٹ کر دور پھینک دیا اور پھر ان قبائل کے درمیان لڑائی شروع ہوگئی، مؤرخین اس کو جنگ بعاث کہتے ہیں۔ وہ قبائل جس جگہ آباد تھے اس کے قریب جنگل میں لوگ اونٹنیاں اور بھیڑ بکریاں نہیں چرا سکتے تھے اس ڈر سے کہ کہیں ہم پر بھی حملہ نہ ہوجائے۔کیونکہ ان کے قریبی علاقوں میں جو چرواہا بھیڑ بکریاں چراتا یا اونٹ چراتا، تو ایک قبیلہ کہتا کہ یہ تو ان کا آدمی ہے اسے مارو اور دوسرے قبیلے والے کہتے کہ یہ ان کا آدمی ہے۔مشہور ہے کہ ڈر اور خوف ایسا تھا کہ یثرب کے آس پاس شتربان اونٹ نہیں چرا سکتے تھے کہ پتہ نہیں چلے گا اور میں قتل ہوجاؤں گا، ایسا خراب وقت دنیا نے دیکھا ہے۔

شریعت نے لوگوں کے درمیان امن ومحبت کی فضا قائم کی

آج ہم اور آپ وہی حالت دیکھ رہے ہیں دو سے تیسرا آدمی کھڑا ہوتا ہے تو گھبراہٹ پیدا ہوجاتی ہے کہ کہیں خودکش حملہ نہ ہوجائے۔بی بی سی میں ایک وزیر کا انٹرویو نشر ہو رہا تھا (ہمارے وزیر ایسے قابل لوگ ہیں کہ وہ شیخ چلی جو ایک فرضی نام سے مشہور ہے اس سے زیادہ ڈرامے تو یہ ہیں) تو وہ وزیر اپنے انٹرویو میں کڑیاں لگا رہا تھا کہ پہلے یہ ہوا،

پھر یہ ہوا اور اس کے بعد یہ ہوا تو بی بی سی کے نمائندہ نے اس سے کہا کہ بس آپ کا کام صرف کڑیوں پر کڑیاں لگانا ہے یا آپ کی حکومت اس کی روک تھام کے لئے کچھ کرے گی۔ میں نے کہا حکومت ہوتی تو کچھ کرتی حکومت کہاں ہے حکومت نے جو پالسی اختیار کی ہے ان پالیسیوں کا نتیجہ یہ ہے کہ آج کراچی اور منوڑے سے لیکر سرحد کے ان پہاڑوں اور دشتوں تک اور بلوچستان کے جنگلات تک کسی ایک جگہ میں بھی امن نہیں ان کو تو چھوڑیں جو ملک کی سینٹرل حکومت ہے اسلام آباد اور راولپنڈی میں وہاں کتنا اندوہناک واقعہ پیش آیا۔ ہمارے ملک میں کتنی ایجنسیاں ہیں لیکن وہ ایسی اعتماد کی ہیں کہ تفتیش کے لئے باہر سے غیر مسلم قوموں کو کہا جاتا ہے کہ آپ آئیں اور یہاں کام کریں کیونکہ ہمارے ملک میں خون کی سیاست ہے اور یہاں قتل وغارت گری کی عام فضا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں بہت سارے مفاد پرست عناصر ملوث ہوتے ہیں۔ تو جب عادل خود ظالم ہو یا کوئی ظالم، عادل بنے تو عدل وانصاف کہاں سے آئے گا۔ قرآن کریم بعینہ یہی ماحول ذکر کرتا ہے کہ تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تم تباہی کے کنارے پر کھڑے تھے تمہیں ایک لمحے کا امن نہیں تھا تمہیں عزت کا رزق نہیں ملتا تھا۔ ہم نے تم پر احسان کر کے محمد عربی ﷺ کو مبعوث کیا، ان کو جامع شریعت دی، ان کو ہدایت کی کتاب دی، ایسی کامل تعلیمات دی اور زرین سنتیں عطا کی جس نے تم کو دشمنی سے ہٹا کر بھائی بھائی بنا دیا، اور تمہارے سینے اور دل جو ایک دوسرے کے بغض سے بھرے ہوئے تھے اب وہ محبت اور الفت میں بھرے ہوئے ہیں۔

علماء لکھتے ہیں کہ محبت اور الفت میں بھی فرق ہے محبت اسکو کہتے ہیں کہ اس کی ایک وجہ ہوتی ہے جیسے بیٹا، باپ رشتہ دار محبوب، اچھا خادم، محسن وغیرہ ان سے محبت ہو رہی

ہے لیکن الفت اس کو کہتے ہیں کہ سامنے والا مانے یا نہ مانے لیکن آپ اس کے تکلیف میں تڑپ رہے ہوں

خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیر
سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

"الفت" کے معانی اور مفہوم

"والف بین قلوبکم" جناب رسول اللہ ﷺ کو امت کے ساتھ الفت دی گئی ہے اور لوگوں کو محبت دی گئی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں "والقیت علیک محبۃ منی" (سورۂ طٰہٰ آیت ۳۹) میں نے اپنی ایک خاص محبت آپ کو عطا کی ہے۔ اس محبت کا مظہر یہ تھا کہ ماں نے دیکھا کہ بچہ پیدا ہوا اس کو ڈر لگا کہ فرعونی گماشتے اس کو ضائع کردینگے اسے چھپالیا اور بکسے میں ڈالا، پانی میں پھینکا، فرعون کی بیوی نے دیکھا تو وہ فریفتہ ہوگئی، فرعون نے دیکھا وہ چھوڑنے پر رضامند ہوگیا، حضرت شعیب علیہ السلام نے دیکھا داماد بنالیا، جو دیکھتا ہے وہ فریفتہ ہوتا ہے یہ محبت ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوئی ہے۔

ہمارے پیغمبر جناب نبی کریم ﷺ کو کہا گیا

"لو انفقت مافی الارض جمیعا ماالفت بین قلوبھم ولکن اللہ الف بینھم انہ عزیز حکیم" (سورۂ انفال آیت ۶۳)

اگر آپ روئے زمین کے تمام خزانے خرچ کر لیتے تو ان صحابہ کرام (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کی آپ ﷺ سے جو الفت ہم نے پیدا کی ہے آپ نہیں پیدا کر سکتے تھے۔

"ماالفت" الفت کیا ہے۔ "الف، یؤلف، تالیفاً" ، الفت سے ہے، یہ محبت کا

اونچا مقام ہے، اس میں غرض ختم ہو جاتی ہے۔علماء لکھتے ہیں کہ محبت میں شکوے شکایات بہت ہوتے ہیں، ناراضگی بہت زیادہ پیش آتی ہے لیکن الفت شکوہ شکایات سے بلند وبرتر ہے۔اس کی مثال یوں دی جاتی ہے کہ محبت خداوندی حقیقت میں الفت کے معنی میں ہے۔اگر کسی کا باپ مرا، اس کی ماں مری، اس کا کارخانہ غرق ہو گیا یا اس کے یہاں آگ لگ گئی تب بھی اسے خدا سے ناراض ہونے کا یا اس سے شکوہ کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔اللہ تعالیٰ تو تمام محسنوں سے بڑھ کر محسن ہے اور اللہ کی ہر ادا اور قدرت کی ہر کاریگری میں حکمت موجود ہے۔اس لئے مخلوق کا جو رشتہ رب العزت سے ہے وہ محبت کے انتہائی مقام، الفت پر ہے۔

آنحضرت ﷺ سے بھی امت نے کبھی شکایت نہیں کی اور قیامت تک نہیں کرے گی، اس لئے فرمایا" ولکن اللہ الف "اللہ تعالیٰ نے آپ کے اور آپ کی امت کے درمیان الفت ڈالی، اور" لایلف قریش "یہی الفت قریش کو بھی دی گئی تھی۔یہ ایک خاص قسم کی الفت تھی جو قریش کے سینوں میں اتاری گئی تھی۔قریش وہ قبیلہ ہے جو کہ کعبہ کا متولی تھا اور ان کے تصرف میں کعبہ تھا۔اسی قریش کی ایک بڑی برانچ ہے، بڑی شاخ ہے اس کو عدنان کہتے ہیں اور پھر اس کا ایک حصہ ہے بنو ہاشم۔جیسے دودھ سے بنتا ہے دہی اور دہی سے نکلتا ہے مکھن اور گھی۔تو قریش جیسے دودھ، بنو عدنان جیسے دہی اور بنو ہاشم جیسے گھی اور مکھن۔اس میں جناب نبی کریم ﷺ کا تولد ہوا ہے، قریش اہل مکہ میں سب سے ممتاز قبیلہ تھا۔(بڑا قبیلہ ہمیشہ پہلے یاد کیا جاتا ہے جیسے سندھ، سرحد، بلوچستان، پنجاب یہ بڑی اقوام ہیں اور پھر جب قریب آجائیں گے تو پھر کراچی، کراچی میں گلشن اقبال، یہ دستور ہے کہ بڑے سے چھوٹے کی طرف آتے ہیں اصل اور حاصل کی بات آخر میں ہوتی ہے)۔

حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا درد بھرا واقعہ

پورے ملک کے اندر بدنامی اور بدامنی پھیلی ہوئی تھی، کوئی گھر ایسا نہیں تھا کہ جس کا ایک فرد غائب نہیں تھا غلامی اتنی بڑی ہوئی تھی کہ کسی کو بھی بازار میں پکڑ کر بیچ دیا جاتا تھا۔حضرت زید ابن حارثہ رضی اللہ عنہ اپنی والدہ کے ساتھ منڈی آئے تھے سامان خریدنے کیلئے اور ان کو چوروں نے پکڑ لیا اور مکہ کے بازار میں لا کر بیچا، ان کی ماں روتی رہی تو اس کو پکڑ کر درخت سے باندھا اور بیٹے کو پکڑ کر تاجر کے ہاتھ بیچا۔وہاں سے وہ مکہ مکرمہ پہنچے اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کو ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے خریدا۔اس وقت ان کو یہ معلوم نہیں تھا کہ یہ اصیل ہے اور غلام نہیں ہے۔وہاں سے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کو جناب نبی کریم ﷺ کے حوالے کیا۔حضرت زید رضی اللہ عنہ کے والد، ان کے چچا اور تایا پورے عالم کے اندر ان کو ڈھونڈنے کے لئے نکلے اور وہ قسم قسم کے درد بھرے اشعار پڑھتے تھے۔

بکیت علیٰ زید ولم ادر ما فعل	أحی فیرجی ام أتی دونہ الاجل
فو اللہ ما أدری وان کنت سائلا	أغالک سہل الارض ام غالک الجبل
فیالیت شعری ہل لک الدہر رجعۃ	فحسبی من الدنیا رجوعک لی علل
تذکرنیہ الشمس عند طلوعہا	ویعرض ذکراہ اذا قارب الطفل
وان ہبت الارواح ہیجن ذکرہ	فیا طول ما حزنی علیہ ویا وجل
سأعمل نص العیش فی الارض جاہدا	ولا أسام التطواف او تسام الابل
حیاتی او تأتی علیٰ منیتی	وکل امری فان وان غرہ الامل

سأوصی بہ قیسا وعمرا کلاہما

و أوصی یزیدا ثم من بعدہ جبل

میں زید کے لئے روتا رہوں گا یہاں تک کہ یہ پتہ چل جائے کہ ہمارا زید زندہ ہے یا مر چکا ہے

میں اسے سارے جہان میں ڈھونڈوں گا پوری زمین اور تمام پہاڑوں میں۔

جب سورج نکلتا ہے تو مجھے خوف ہوتا ہے کہ میرا زید کہاں ہوگا اور جب میں کسی بچے کو کھیلتے ہوئے دیکھتا ہوں تو مجھے آپ یاد آتے ہیں۔

جب ہوائیں چلتی ہیں تو پھر مجھے آپ کی یاد دلاتی ہیں اور جب ٹھنڈ شروع ہوتی ہے پھر آپ یاد آتے ہیں کہ میرا بیٹا کہاں ہے اور میرے اونٹ تھک گئے اور میرے اعضائے جسم جواب دے گئے لیکن میں کبھی نہیں کہوں گا میں تھک گیا۔

اگر میں مرنے لگا تو میں اس کے بھائی یزید اور عمرو کو وصیت کروں گا، وہ بھی اسی طرح تلاش جاری رکھیں گے، یہاں تک کہ وہ ہم سے ملے یا اس کی موت کی اطلاع ملے۔

قسم قسم کے اشعار ہیں، اور ان اشعار کے ساتھ یہ اعلان تھا کہ صرف یہ خبر ملے کہ زید روئے زمین پر کہیں زندہ ہے تو یہ خبر دینے والے کو دس اونٹ دیں گے، اور جو پورا پتہ بتائے اس کو سو (۱۰۰) اونٹ دیں گے، چونکہ قیمتی اشعار تھے اس پر انعام مقرر تھا تو شتر بانوں نے یاد کئے تھے۔ ایک قافلے والے مکہ مکرمہ کے بازار میں آئے ہوئے تھے اور یہی اشعار پڑھ رہے تھے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کے کسی کام سے گئے تھے۔ وہاں انہوں نے شتر بان کو یہ اشعار پڑھتے ہوئے سن لیا، حضرت زید رضی اللہ عنہ حد درجہ ذہین تھے شعر سن کر سمجھ گئے کہ یہ تو میرے خاندان کے اشعار ہیں اور مجھے یاد کر رہے ہیں۔ جب وہ خاموش ہو گئے تو حضرت زید رضی اللہ عنہ نے اسی لب و لہجے میں جواب دیا کہ

احن الی قومی وان کنت نائیا   فانی قعید البیت عند المشاعر

فکفوا من الوجد الذی قد شجاکم   ولا تعملوا فی الارض نص الا باعر

فانی بحمد الله فی خیر أسرة   کرام معد کابرا بعد کابر

میں زندہ ہوں اور روئے زمین کے بہترین خاندان میں ہوں جن سے بہتر اللہ نے نہ پیدا کیا اور نہ قیامت تک پیدا ہوگا۔ تم غم کے پہاڑ گرا دو اور ہمیشہ کے لئے خوش ہو جاؤ۔ (اسد الغابۃ ج۲ص۲۲۵، الاصابۃ ج۲ص۴۹۵)

جب حضرت زید رضی اللہ عنہ نے ان کو یہ جواب دیا تو شتر بان گھوڑے پر بیٹھ گیا اور جس علاقے میں ان کے بڑے رہنے والے تھے وہاں دوڑا۔ ان کو جا کے کہا کہ ہم مکہ مکرمہ میں بیت اللہ کے پیچھے تھے ایک نوجوان اس عمر کا ہمیں ملا اور اس نے یہ شعر پڑھے ہیں، مؤرخین لکھتے ہیں کہ انہوں نے اس وقت جو اونٹ دیئے صرف اس اطلاع پر ایک ہزار اونٹ جمع ہو گئے ایسا غم ان پر گزر رہا تھا اور وہ لوگ ایسے غم سے دوچار تھے، یہ خبر سن کر ایسی خوشی ان کو حاصل ہوئی کہ جس کی کوئی انتہا نہ تھی۔

وہاں سے ان کا ماموں، چچا، تایا اور والد سارے کے سارے روانہ ہو گئے کہ ہم آپ کے ساتھ چلیں گے۔ جب مکہ مکرمہ پہنچے تو انہوں نے ماحول دیکھا اور عجیب نظام دیکھا، حضرت زید رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی ملاقات کے ساتھ ہی انہوں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ حضرت نہ ہم غلام ہیں اور نہ ہماری نسل میں کوئی غلام رہا ہے غلام تو بہت بڑا عیب ہے دشمنوں نے ان کو کہیں منڈی سے پکڑا ہے اور بیچا ہے۔ آنحضرت ﷺ مسکرائے اور فرمایا کہ یہ جس دن سے مجھے ملا ہے اس دن سے آزاد ہے، پیغمبر لوگوں کو غلام بنانے نہیں آئے پیغمبر لوگوں کی غلامیت ختم کرنے کے لئے آتے ہیں اور آپ ﷺ نے فرمایا اس کو پورا اختیار ہے جس طرح یہ فیصلہ کر لے اجازت ہے۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ سے کہا کہ مجھے چند لمحوں کے لئے

اجازت دیں تو میں ان کوسمجھاتا ہوں حضرت ﷺ نے فرمایا کہ بڑی خوشی کے ساتھ آپ ان کے ساتھ بیٹھیں اور گفتگو کریں۔حضرت زید رضی اللہ عنہ نے آکے اپنے لوگوں سے تین باتیں کہیں ایک یہ کہ یہ خدا کے پیغمبر ہیں اور نبی آخر زمان ہیں اوراس میں کوئی شک نہیں ہے جیسے آسمان اور زمین کے وجود میں کوئی شک نہیں۔دوسری بات یہ کہی کہ یہاں سے کوئی جاتا نہیں ہے یہ تو ایمان اور برکات کا منبع ومرکز ہے جوایک بار یہاں آتا ہے پھر زندگی بھر یہاں سے جاتا نہیں ہے اس لئے یہ سوچیں بھی نہیں کہ میں یہاں سے کہیں اور جاؤں گا اور تیسری بات یہ کہی کہ پہلے ایمان لے آئیں اور دیر نہ کریں۔چنانچہ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے اپنے بھائی، چچا، ماموں تایا سب کوکلمہ پڑھوایا اور جناب رسول اللہ ﷺ کے دست اقدس پر وہ مشرف بااسلام ہوئے۔اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے حضرت زید رضی اللہ عنہ کوحکم دیا کہ آپ ان کے ساتھ چلے جائیں تو حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا کہ حضرت یہ نہیں ہوسکتا کہ آپ کے جمال اراء کو چھوڑ کر میں کسی اور جگہ چلا جاؤں۔جناب نبی کریم ﷺ کی جو قدر وقیمت صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو ہے اس کی مثال قیامت تک کوئی نہیں دے سکتا۔مؤرخین لکھتے ہیں کہ مکہ مکرمہ سے کافی دور تک ان کو چھوڑنے کے لئے گئے اور ایک ایک فرد کی خیریت پوچھی اور ان کوسلام بھیجا اور ان کوکہا کہ جتنا جلد ہوسکے آپ واپس آئیں۔

شریعت کا مقابلہ تباہی اور بربادی کا موجب ہے

زمانہ ایسا پر اشوب تھا انسانوں کی تجارت ہوتی تھی اور انسان کو منڈیوں میں بھیڑ بکریوں کی طرح بیچا جاتا تھا اور خریدا جاتا تھا،ایسی بدامنی کا ماحول تھا ایسے وقت میں اللہ

تعالیٰ نے جناب رسول اکرم ﷺ کو احسانات اور امتنانات کے ساتھ مبعوث فرمایا۔جس سرزمین پر جناب نبی کریم ﷺ کا دین جو آپ لے کر آئے ہیں وہ نافذ ہو وہاں امن ہوگا وہاں لوگوں کے رزق میں برکت ہوگی اور جس سرزمین میں دغا ہو، تلبیس ہو، مکر ہو،فریب ہو اور جس سرزمین پر کھلم کھلا شریعت کے مقابلے میں دوسرا آئین نافذ ہو وہاں لوگوں کی زندگی اجیرن ہوگی اور یہی بات قرآن کریم سے ثابت ہے

”قل یا اھل الکتٰب لستم علی شئی حتی تقیموا التورۃ و الانجیل وما انزل الیکم من ربکم“(سورۂ مائدہ آیت ۶۸)

اے تورات اور انجیل کے ماننے والوں تم کچھ بھی نہیں ہو تمہاری کوئی حقیقت نہیں ہے تمہاری انسانیت خطرے میں ہے تمہاری زندگی برباد ہے ”لستم علی شئی“ تم کچھ بھی نہیں ہو ”حتی تقیموا التورۃ والا نجیل“ یہاں تک کہ نافذ کرلو توریت اور انجیل کو ”وما انزل الیکم من ربکم“ اور جو احکام آئے ہیں تم کوتمھارے رب کی طرف سے۔توریت اور انجیل کے نافذ نہ کرنے والوں کوکہا کہ ”لستم علی شئی“ تم کچھ بھی نہیں ہو تو قرآن اور سنت جس سرزمین پر نافذ نہ ہو وہ کیا چیز ہے اور اللہ کے یہاں ان کی کیا قدر ومنزلت ہے اور کیا عزت وآبرو ہے۔

”قل یا اھل الکتٰب لستم علی شئی حتی تقیموا التورٰۃ والانجیل وما انزل الیکم من ربکم“ اے اہل کتاب تم کچھ بھی نہیں ہو یہاں تک کہ جب تم توریت اور انجیل اور جو کچھ اللہ کی طرف سے آیا ہے اسکو نافذ نہ کرلو،توریت اور انجیل پر ایک ایسا وقت آیا کہ وہ آسمانی کتاب ہونے کے باوجود منسوخ اور محرف مانی گئی اور ان کی ضرورت پوری ہوگئی

لیکن قرآن کریم اور جناب رسول اللہ ﷺ کی سنت مقدسہ اور ان دونوں کے جامع پروگرام فقہ پر کبھی بھی قیامت تک ایسا وقت نہیں آئے گا کہ ان کی ضرورت نہ ہو، ہر وقت اس کی ضرورت موجود رہے گی۔ آج انسان، مومن، مسلمان کلمہ گو ہو کر، پنج وقتہ نماز پڑھتے ہوئے ،تہجد اور اشراق چاشت کی پابندی کرتے ہوئے کسی کو بھی یہ احساس تک نہیں ہے کہ ہم پر کوئی اور نظام نافذ ہے وہ بدترین ظلم اور بدامنی کا قانون ہے، ایسے لوگوں کو قرآن کہتا ہے''لستم علی شئی ''تم خدا کی نظر رحمت میں کچھ بھی نہیں ہو جب تک قرآن کریم اور سنت نبویہ عملاً قانوناً تم نافذ نہ کرو۔ ایک مقام پر رب العزت فرماتے ہیں'' ولو انھم اقاموا التورۃ والانجیل وما انزل الیھم من ربھم ''اگر یہ لوگ توریت اور انجیل اور جو احکام رب کی طرف سے ان کو ملے ہیں نافذ کر دیتے'' لاکلوا من فوقھم ومن تحت ارجلھم ''(سورۂ مائدہ آیت ٦٦) تو یہ اوپر سے اور نیچے سے رحمتیں اور خزانے کھا لیتے، ایک جگہ ہے''ولو ان اھل القری امنوا واتقوا لفتحنا علیھم برکت من السماء والارض ''(سورۂ اعراف آیت ٩٦) ہم آسمان کی برکتوں کے دروازے ان پر کھول دیں گے۔

خون ریزی اور بدامنی کی چند وجوہات

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس کی وجہ کیا تھی کہ لوگوں میں خون ریزی بڑھ گئی اور انسانوں میں باوجود مسلمان ہونے کے ایک دوسرے کے خون پینے کے درپے ہو گئے ؟، وجہ ہم اور آپ کیا بتائیں گے، وجہ قرآن سے پوچھو کہ ایسی قومیں کب بنیں کے وہ ایک دوسرے کے خون کے پیاسی ہو گئیں، جس وقت انہوں نے وحی کو پس پشت ڈال دیا، وحی کو

پھینک دیا اور وحی پر عمل ترک کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو مختلف سزائیں دی''او یلبسکم شیعا ''اور تم کو ایک دوسرے میں خلط ملط کر دے گا ،'' ویذیق بعضکم باس بعض '' (سورۂ انعام آیت ٦٥) اور اللہ تعالیٰ تم میں سے ایک کو دوسرے کا خون پلا دے گا۔ دنگا فساد مچ جائے گا، یہ اس وقت جب شریعت مقدسہ سے انحراف ہو۔ انحراف دو قسم کا ہے ایک تو انحراف انفرادی ہے وہ تو تقریباً ہر مسلمان میں اچھی صلاحیتوں کے ساتھ کچھ کوتاہیاں بھی موجود ہوتی ہیں۔''کل بنی آدم خطاء وخیر الخطائین التوابون ''(ابن ماجہ ص ٣١٣) ہر شخص سے غلطی ہوتی ہے اور بہترین غلط کار وہ ہے جو جلدی توبہ کر لے اور برائیاں چھوڑ دیں اس کا تذکرہ اس وقت نہیں ہے، کسی ایک آدمی کی غلطی اور خطا سے پوری قوم معتوب اور پوری سرزمین زیر عذاب نہیں ہوتی۔ دوسرا انحراف وہ ہے جس میں تمام مکین، رہنے سہنے والے لوگ برابر کے شریک ہوں، پورا ملک شریک ہو۔ کتنا بڑا جریمہ ہے کہ پاکستان پر ساٹھ سال گزرنے کے باوجود ایک فرد، ایک رکن پر ایک دفعہ بھی اسلامی آئین کا نافذ نہ ہو سکا ، بلکہ کھلم کھلا حدود اور حقوق اسلام میں دخل اندازی کی گئی اور کھلم کھلا اپنی اکثریت نام نمود اور نام نہاد سے اس کی تائید کرائی گئی۔ آخر وہ تائید کرنے والے ممبران بھی تو مسلمان کہلاتے ہیں وہ بھی کلمہ پڑھتے ہیں لیکن اس کے باوجود وہ اس سے نہیں ڈرے کہ وہ اللہ کے عذاب کو مول لے رہے ہیں، اللہ کے عذاب کا سامنا کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سامنے ایک خلیفہ بن کر عذاب یافتہ بن کے جا رہے ہیں، جب تمام قسم کی نا کردگیاں ہر طرف سے ہوئیں تو مولویوں نے شور مچایا اور تحریکیں چلائیں۔ تحریکیں دو قسم کی ہوتی ہیں ایک وہ جو اغراض سے وابستہ ہوں وہ تحریک دیر تک نہیں چلتی اور دوسری تحریک وہ جو مقاصد

سے وابستہ ہو وہ الی الموت جاری رہتی ہے اچھے لوگ اور لائق لوگ دکھے ہوئے ہیں لیکن ان کی آواز پست ہے ان کے اثرات کم ہیں اور جن کی آوازیں ہیں اور اثرات ہیں وہ اغراض کے شکار ہو جاتے ہیں اس لئے تحریک کامیاب نہیں ہوتی۔

مسجد ڈھانا مکمل اسلام ڈھانے کے برابر ہے

کہتے ہیں کہ بیت المقدس پر اسرائیل نے قبضہ کر لیا، فلسطین کی مدد کے لئے مسلمان نہیں گئے، بابری مسجد شہید کر دی گئی، صرف ہنگامے ہو گئے، مقصد پورا نہیں ہوا تو جب دو مساجد پر کفار نے ہاتھ صاف کئے تو دو ملک اس کے نتیجے میں چلے گئے عراق اور افغانستان۔ ایک مسجد کی بے حرمتی سے ایک ملک قربان ہو سکتا ہے۔ ملک کی کیا حقیقت ہے مسجد ساتویں زمین اور ساتویں آسمان تک خدا کا گھر ہے۔ کراچی میں لیاری اسکیم کے تحت ساڑھے چار ہزار مساجد مدارس مہندم کر دی گئیں اور بعض ابن الوقت علماء کے فتوے بھی دکھائے گئے، وہ سب فتاویٰ جھوٹے اور غلط تھے، جبکہ پاکستان کے سب سے بڑے مفتی اور فقیہہ الزمان مفتی اعظم پاکستان شیخ الحدیث مولانا مفتی ولی حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ہائیکورٹ کے سامنے کہا تھا کہ کوئی ایسا آرڈر کورٹ یا صدر پاکستان نہیں کر سکتا جو مسجد کے خلاف ہو وہ غلط ہوگا، اور حرام اور ناجائز ہوگا۔ حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ چاروں صوبوں کی حکومتوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ جو مساجد ان اظہر از بغیر اجازت حکومت کے بنی ہیں یہ مساجد نہیں ہے یہ فیصلہ آپ کا غلط اور جھوٹا ہے۔ ہر وہ جگہ جو کسی ایک فرد کی نہ ہو بلکہ بحق مملوک سرکار ہو اور اس میں مسلمان اپنی ضرورت دین کے لئے مسجد بنائیں وہ شرعی اور

فقہی طور پر مسجد ہے قیامت تک وہ مسجد رہے گی، آپ اس کو مسمار نہیں کر سکتے بلکہ آپ اس کی قانونی اجازت جاری کر لیں۔ اسی ادارے کے مفتی اور فقیہہ نے یہ تحریر دی اور اس پر کیس چلا ہزاروں علماء عدالتوں میں پیش ہو گئے مفتی صاحب کے حق میں بیان دیے اور آخر کار حکومت کو پیچھے ہٹنا پڑا اور مفتی صاحب کا فتویٰ ابدنشان رہا۔ اب ایسے لوگ آئے اور غلط فتوے لکھے اور ان کو کہا کہ ٹھیک ہے ایک ناظم یہاں گزرا بہت بڑی داڑھی تھی بس خالی داڑھی تھی اور کچھ نہیں تھی داڑھی ایسی ہونی چاہئے جو سنت کے مطابق ہو اور سنت کا کام بھی کرے۔ رنجیت سنگھ کی بھی داڑھی تھی بابا گرونانک کی بھی داڑھی تھی لیکن وہ اسلام کے مغز کو برباد کر رہے تھے اسلام کے مقاصد کے خلاف جتنا انہوں نے کام کیا اتنا کسی اور کافر نے نہیں کیا، یہ کہتے ہیں کہ ہم دینی لوگ ہیں ہماری جماعت دینی جماعت ہے ہماری تائید کریں۔

تمہیں اس منصوبے سے پیچھے ہٹنا تھا اس عہدے سے پیچھے ہٹنا تھا جس کے تحت یہ آرڈر پاس ہو رہا تھا کہ مساجد جو اس پل اور راستے کے نیچے آ رہی ہیں، وہ گرائی جا سکتی ہیں آپ کو کہنا تھا میں مسلمان ہوں کلمہ گو ہوں اور ہماری جماعت تو نام نہاد اسلامی کہلاتی ہے بچ کسی نے کہا تھا کہ اسلام کے نام پر دھوکہ دیا جا رہا ہے۔ بالکل غلط ہوا ہے کوئی بھی مسجد کسی بھی روڈ کے تحت آئی اور اسے ہٹایا گیا، حرام اور ناجائز ہے۔ وہاں کے رہنے والے تمام مسلمان اسی جرم میں شریک ہو جائیں گے۔ میں نے اس پر اس وقت بھی جمعہ پڑھایا تھا بعد از وقت بات نہیں کرتا اور اس ادارے میں جا کر اس مفتی کو طلب کیا کہ آپ مجھ سے بات کریں، تین دفعہ مجھے جانا ہوا تینوں دفعہ غیر حاضر ہوئے آخر میں اس نے کہا کہ وہ جھوٹ بولتے ہیں میں نے فتویٰ نہیں دیا۔ لیکن سچ بات یہ ہے کہ غلطیاں اپنوں سے بھی

ہوئی ہیں۔ یہ سہراب گوٹھ تھا اس کے مسمار ہونے کے احکامات آئے تھے مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ زندہ تھے انہوں نے روک لیا کہ یہاں لوگوں نے نمازیں پڑھی ہیں، مساجد قائم ہیں جس مسجد میں لوگوں نے اسٹینڈ لیا وہ بچ گئیں، باقی سب مسمار ہوگئیں۔ مساجد تو شرعاً ایک حکم میں ہیں، یہ کیا بات ہوئی کہ جہاں لوگ ہلہ گلہ کریں اسے آپ چھوڑ دیں اور جہاں لوگ خالی کردیں اسے آپ فوراً مسمار کردیں، یہ کرتے ہوئے کیا یہود کی تائید نہیں ہوئی جو بیت المقدس کی توہین کررہے ہیں؟، اور یہ کرتے ہوئے ہندستان کے ہندوؤں کی تائید نہیں ہوئی؟ وہ کہتے ہیں کہ ایک پرانی مسجد جو بابر بادشاہ نے بنائی تھی خود آپ کے یہاں بھی عجائب گھر بنا ہوا ہے اس کے لئے اتنا شور کررہے ہیں اور ساڑھے چھ ہزار مسلمان اب تک بابری مسجد سانحہ میں شہید ہو چکے ہیں وہ سب اعلیٰ درجے کے شہید ہیں۔

وہ لوگ تم نے ایک ہی شوخی میں کھودیے
پیدا کیا فلک نے جنہیں خاک چھان کر

ملک میں خون ریزی اور بدامنی کا ذمہ دار کون؟

میرا مزاج نہیں ہے ورنہ میں جنگ اخبار کے صفحہ اول پر یہ نکال دوں کہ ملک میں خون ریزی کے ذمہ دار وہ عناصر ہیں، وہ اتھارٹیاں ہیں، وہ ایجنسیاں اور انگریز کے وہ دم چھلے ہیں جنہوں نے ہر دور اور ہر زمانے میں جب بھی ان کو اختیار ملا انہوں نے مساجد پر، مسلمانوں کے شعائر پر اور دین کی عظمتوں پر ہاتھ صاف کیے، یہ خدا کا قہر ہے اور عذاب ہے کہ پوری دنیا کو تو چھوڑیں خود اسلامی مما لک میں مسلمان امن سے نہیں ہیں۔ عجیب بات ہے کہ جب

افغانستان میں جہاد کررہے تھے تو وہ طالبان تھے اور اسلام کے سپاہی تھے اور جب امریکہ نے انکو کہا کہ یہ غلط ہیں تو وہ مفسدان ہوگئے۔ افسوس صد افسوس، اور اس فساد کو خود اپنوں نے اپنے ملک میں طلب کیا اور ملک کے بعض اطراف کو ملک سے الگ کرنے کا منصوبہ بھی بنایا، امریکہ کیوں کہتا ہے کہ مجھے اجازت دو میں آ کے ان کو سیدھا کرتا ہوں آپ نے خود ان کو ایسا موقع دیا ہے۔ ہمارے ملک کے کسی حصے میں بھی حکومت کی سطح پر بغاوت نہیں ہے، یہی بغاوت ہے کہ حکومتوں کی طرف سے ظلم اور زیادتیوں کی انتہا ہو جاتی ہے ان کے زخم پر مرہم رکھنے والا اور ان کے آنسو پونچھنے والا کوئی نہیں ہوتا۔ پھر ان سے جو ہو سکتا ہے وہ کرتے ہیں۔

خودکش حملہ کے بارے میں ایک وضاحت

خودکش حملہ اور کیا ہے انہی کی غلط پالیسیوں اور غلط فیصلوں سے تنگ آ کر یہ اقدام شروع ہوا ہے۔ کہتے ہیں ہمارے پاس اس کا جواب نہیں ہے یہ تو بہت آسان طریقہ ہے اپنی بات منوانے کے لئے لوگ خودکش حملے کریں گے اور آپ کہیں گے کہ ہمارے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔ جواب ہر اس چیز کا دینا ہوگا جو آپ کی حکومت میں اس ملک میں ہو رہا ہے۔ میری ایک بات یاد رکھیں خوکش حملہ لاہور میں ہو یا کراچی میں، راولپنڈی میں ہو یا پشاور میں یہ حرام اور ناجائز ہے، اس میں کوئی شک نہیں ہے کیونکہ خودکش حملے کا ہدف صحیح مجرم نہیں ہوتا، بلکہ اس کے ساتھ کئی بے گناہ اور مظلوم انسان مارے جاتے ہیں۔ لاہور ہائیکورٹ کے سامنے جو نہتے اور بے قصور پولیس والے حضرات مارے گئے وہ ہمارے بھائی تھے وہ قوم کا سرمایہ تھے، وہ کوئی بش اور بلیر کے کارندے نہیں تھے۔ جو فوجی وانا میں، وزیرستان میں اور سوات میں مارے جاتے ہیں وہ پاکستان کا سرمایہ ہیں، وہ ہمارے مسلمان بھائی ہیں۔ لیکن

سوال یہ ہے کہ آخر اس تصادم کا ذمہ دار کون ہے اور کس کے ایماء پر یہ سب ہو رہا ہے۔ اس کا علاج یہ نہیں ہے کہ کوئی مر جائے تو آپ اس کے مرنے کے بعد اسے خوب خراج تحسین پیش کریں اور اس کے لواحقین میں تھوڑی سی رقم تقسیم کر دیں کتنی شرم کی بات ہے بھلا روپیہ اور پیسہ بھی کسی کی زندگی کا بدلہ بن سکتا ہے، اس کا علاج قرآن کریم آپ کو بتا رہا ہے کہ" فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ "اس آیت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آپ دو رکعات نماز پڑھ لیں اور آپ کسی یتیم مسکین کو دو سو روپے دیں بس عبادت کا حق ادا ہو گیا" فَلْيَعْبُدُوْا "عبادت تب معتبر ہوگی، جب ایمان ہو، آپ اپنے تمام فیصلے اسلامی آئین کے مطابق کر لیں اس کے بعد آپ کا عمل اس آیت پر درست ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سورۃ، سورۃ القریش صرف قریش کی اصلاح کے لئے نازل نہیں فرمائی، اس میں پہلے ان کو ایمان کی دعوت دی ہے کہ تمہارے ساتھ اللہ نے کتنا احسان کیا ہے کہ تم گرمی کا سفر بھی کرتے ہو، سردی کا سفر بھی کرتے ہو یمن بھی جاتے ہو اور شام بھی جاتے ہو اور یہ سب امن کیساتھ ہوتا ہے اس میں تم کوئی خطرہ محسوس نہیں کرتے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ تم بیت اللہ شریف کے رہنے والے کہلاتے ہو تو اس بیت اللہ کا جو رب ہے اللہ بزرگ و برتر اس کی عبادت میں اخلاص پیدا کرو اور ان کے بعد تمام مسلمانوں کو اللہ کی جانب بلایا گیا ہے کہ اپنا ہر کام اسلامی احکامات کے مطابق کر لو۔

خدا کی قسم اگر حکمرانوں میں ایمان اور اخلاص پورا ہوا تو ملک کے دہشت گرد تبلیغی بن جائیں گے، اعلیٰ درجے کے صوفیاء بن جائیں گے، یہ حقیقت ہے قصے کہانیاں نہیں اگر ایک ملک پر ظالم مسلط ہو گیا تو وہاں تقویٰ اور عبادت کی حفاظت مشکل ہو جائے گی اور اگر ایک ملک پر ایک راہنما دیندار اور ایماندار مسلط ہوا تو ملک کے حالات اور ہوں گے، وہاں کے ظالمین اور دہشت گرد بھی پاک کپڑے پہنیں گے اور متقی بن جائیں گے۔

کسی سیاسی لیڈر کے قتل پر جو احتجاج ہوا اور اس کے اندر ملک میں اموال کا جو حشر ہوا

یہ ایک اسلامی معاشرے اور مسلمانوں کے لئے ڈوب مرنے کا مقام ہے۔ یہ تو بڑا آسان ہے کہ ملک میں واقعات تو ہوتے ہیں، کہیں بھی کوئی لیڈر مارا جائے تو آپ اسی دن کے انتظار میں رہیں اور جہاں پر بھی بینک اور سرکاری املاک ہو اس کو لوٹنا شروع کر دیں۔ اس کو ملک کہتے ہیں؟ یہ فورسز والا ملک ہے؟ جس ملک میں تین اتھارٹیاں موجود ہوں وہاں یہ حالات کیسے پیش آسکتے ہیں۔ پولیس کے علاوہ یہ سارے عناصر اس وقت کہاں غائب تھے، یہ تو صاف معلوم ہو رہا ہے کہ ایک سوچی سمجھی سازش اور منصوبہ تھا۔ اگر یہ سیاست ہے تو یہ تو بہت آسان ہے۔

قرآن کہتا ہے" فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ "پہلے لوگ اپنا ایمان صحیح کر لیں۔ مسلمان کسی کے مال پر ہاتھ نہیں ڈالتا اور نہ ہی مسلمان ناحق کسی کا کان کھینچتا ہے اور نہ ہی مسلمان ناحق کسی کا بازو موڑتا، اسے یقین ہے کہ یہ بے گناہ ہے اور مجھ سے اللہ اس کا حساب لے گا" فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ "اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ پہلے اپنا ایمان درست کر لیں اور اپنی عبادات اور دینیات میں اخلاص پیدا کریں پھر میری طرف آؤ اور میری عبادت کرو۔" اَلَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ وَّ اٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ "اللہ وہی تو ہے جو رزق دیتا ہے بھوک کے مقابلے میں" وَّ اٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ "اور امن دیتا ہے تمام خوف اور خطروں سے۔ تو امن کے قیام کے لئے اور رزق رسانی کی سہولتوں کے لئے معاشرے اور معاشرے کے ذمہ داروں کو اللہ تعالیٰ پر ایمان اور ایمان کے ساتھ اخلاص کا طرز حیات اختیار کرنا ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنے دین کی برکت سے ہمارے ملک، شعائر دین و اسلام اور اس خداداد حصے کی حفاظت فرمائیں اور یہاں کے لوگوں کو امن نصیب فرمائے۔ آمین

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

الحمد للہ جل وعلا وصلی اللہ وسلم علی رسولہ المصطفیٰ ونبیہ المجتبیٰ وامینہ علی وحی السماء وعلی آلہ النجباء واصحابہ الاتقیاء افضل الخلائق بعد الانبیاء ومن بھدیھم اقتدیٰ وبآثارھم اقتفیٰ من المفسرین والمحدثین والفقھاء الی یوم الجزاء امابعد!

فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا ج فَاِنْ بَغَتْ اِحْدٰىهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِیْ تَبْغِیْ حَتّٰى تَفِیْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ ج فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا ط اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ O اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ O (سورۂ حجرات آیت ۹،۱۰)

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اعان علی قتل مؤمن شطر کلمہ لقی اللہ مکتوب بین عینیہ ائس من رحمۃ اللہ '' (مشکوٰۃ ج ا ص ۳۰۲)

اللھم صلی وسلم علی سیدنا ومولانا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ وبارک وصلی وسلم علیہ

سورۂ حجرات کی دو آیتوں کی تفصیل

قابل قدر بزرگو! بھائیو اور عزیز دوستو سورۂ حجرات کے پہلے رکوع کی دو آیتیں میں نے پڑھی ہیں۔ پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی باہم ناراضگی اور جنگ وجدال کا ذکر کیا ہے اور دوسری میں مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ وہ مسلمانوں کو آپس میں لڑنے سے روکیں اور دوسرے حصے میں ارشاد فرمایا ہے کہ اگر کوئی واقعی مصالحت قبول نہیں کرتا اور مسلمانوں کی عزت وآبرو کے در پے ہے، تو ضروری یہ ہے کہ ان کو روکنے کی پوری کوشش کی جائے یہاں تک کہ ظالم کو ظلم سے روکنے کے لئے اس سے جنگ کرنا پڑے تو مصالحتی پنچایت قیام امن کے ذمہ داران اس میں دریغ نہ کریں، کوتاہی نہ کریں۔

اگلی آیات میں ارشاد فرمایا، کہ مسلمان تو آپس میں بھائی ہیں اور بھائیوں کے اندر بھائی بندی اور محبت کا ہونا ضروری ہے۔ خداوند تعالیٰ کا خوف کرو اللہ سے ڈرو اور ایک دوسرے سے مت لڑو اس سے پرہیز کرو تم پر خدا کا رحم تب ہوگا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے امداد اور نصرت کے مستحق تب بنو گے جب آپس میں شیر وشکر ہو جاؤ اور تم لوگوں کے درمیان محبت اور مودّت پیدا ہو جائے، تصادم، تباغض اور تحاسد کی فضاؤں سے بچ کے رہو۔

معاشرے میں بدامنی کے اسباب

اس کے بعد قرآن کریم نے چند امور کی ایک فہرست شائع کی ہے کہ ان سے معاشرے میں بدامنی پیدا ہوتی ہے۔ مثلاً ایک دوسرے سے ہنسی اور مذاق اڑانے میں کبھی اعتدال کی سرحدوں سے تجاوز ہو جاتا ہے ہنسی اور مذاق اگر حد شرعی میں ہو تو محبت کا باعث

ہے اور جب تجاوز الی الحد ہو جاتا ہے تو بغض پیدا ہو جاتا ہے۔ گپ شپ میں ایک شخص محسوس کر لیتا ہے کہ اس کا مقصد ہنسی مذاق نہیں بلکہ میری توہین کرنا ہے گو وہ اس وقت اس مقام پر نہیں ہے لیکن اس کے دل میں کینہ بیٹھ جاتا ہے، اب آگے اس کی طرف سے ایک لفظ اور حرف کے برابر بھی کوئی جملہ ہوگا، تو وہ اسے بہت ہی بھاری پڑے گا اور اس کی دل آزاری کا سبب بنے گا۔ عام طور پر ایک دو آدمی جب آپس میں بیٹھتے ہیں تو ہنسی مذاق کم ہوتا ہے لیکن جب بڑا میلہ اور ہجوم لگا ہوا ہو پھر سخت ضرورت ہے کہ آپس میں ہنسی مذاق میں بھی شرعی حدوں کو محفوظ رکھا جائے اور ان سے تجاوز نہ کیا جائے بقدر ضرورت دل لگی یا تلطف یہ سنت طریقہ ہے۔

جناب نبی کریم ﷺ کے مزاح کے واقعات

رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ حضرت (ﷺ) مجھے سواری کے لئے ایک دو دن کے لئے اونٹ چاہیے، تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اونٹ تو نہیں ہے لیکن میرے پاس اونٹ کا بچہ ہے میں وہ آپ کو دے سکتا ہوں، (اونٹ کا بچہ تو بظاہر چھوٹا سا ہوتا ہے) اس شخص نے کہا کہ حضرت ﷺ اسے اٹھا کر گردن پر رکھوں گا، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ خدا کے بندے میرا جو اونٹ ہے وہ بھی اپنے ماں باپ کا بچہ ہی ہے۔ (شمائل ترمذی ص ١٦، ابوداؤد ج ٢ ص ٦٨٢)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کو آپ ﷺ فرماتے تھے، "یا ذا الاذنین" (شمائل ترمذی ص ١٥، ابوداؤد ج ٢ ص ٦٨٣) اے دو کانوں والے تو مذاق اور گپ شپ میں بھی

حد شرعی سے تجاوز نہیں ہے، ہر شخص کے دو کان ہوتے ہیں۔ ترمذی میں ہے کہ ایک بوڑھی عورت نے حضرت ﷺ سے کہا کہ اللہ سے دعا کریں کہ مجھے جنت میں داخل کر دے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "یا ام فلانان الجنت لاتدخلها عجوز" بوڑھی عورتیں جنت میں نہیں جائیں گی، تو اس نے رونا شروع کر دیا، کہ حضرت ﷺ میں کہاں جاؤں گی، تو آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تمہیں جوان کر دے گا اس کے بعد تو جنت میں جائے گی "انآ انشأنٰهن انشآءً O فجعلنٰهن ابكارا O عربا اترابا O لاصحب اليمين O" (سورۂ واقعہ آیت ٣٥، ٣٦، ٣٧، ٣٨) (شمائل ترمذی ص ١٦) ہم ان کو بالکل جوان لڑکیاں بنائیں گے "فجعلنٰهن ابكارا" باکرات ہو جائیں گی، "عربا" محبتوں سے لبریز "لاصحب اليمين" اور تمام جنتیوں کی بیویاں ان کی ہم عمر ہونگی اور جنتی وہ لوگ ہیں جو دائیں ہاتھ والے ہیں۔

اسلام میں دائیں ہاتھ استعمال کرنے کی تاکید

ہمارا معاشرہ بھی عجیب راستے پر چل پڑا ہے ہر وہ کام کرنے میں فخر محسوس کرتے ہیں جو سنت سے دور ہو۔ پانی پینا ہوگا تو الٹے ہاتھ سے پی لیں گے اور ایک سانس سے پئیں گے جیسے جنگلی بیل ہوتا ہے اور کھڑے ہو کر پی لیں گے صرف ایک پانی پینے میں تین سنتوں کی خلاف ورزی کر لی، اگر اس میں سنت کا اہتمام ہو جاتا تو یہ پانی پینا بھی عبادت بن جاتا لیکن احساس کہاں ہے۔ لوگوں میں اتنی تمیز بھی نہیں رہی ہے کہ کرسی موجود ہے، چارپائی ہے یا اگر کوئی چیز نہیں تو زمین تو ہے، آپ پانی پی رہے ہیں یا اور کوئی چیز کھا پی رہے ہیں تو آپ کو ایک لمحے کے لئے نیچے بیٹھنا چاہیے۔ کیونکہ حکم یہ ہے کہ بیٹھ کے کھائے اور پیئے اور

دائیں ہاتھ سے ''اصحاب الیمین'' یہ لوگ قسمت والے ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جن کو نامہ اعمال بھی دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، اس لئے یہیں سے دائیں ہاتھ کی مشق کر لیں، کوئی چیز دے رہا ہے الٹا ہاتھ آگے کیا کوئی لے رہا ہے الٹا ہاتھ آگے کیا، آدمی کو شرم آتی ہے جوان آدمی ہے چالیس پچاس سال کا اس کو ہم کہتے ہیں دوسرا ہاتھ آگے کریں، جیسے چھوٹا بچا ہو ساڑھے چار سال کا، دینی اعتبار سے کس قدر انحطاط ہے اور معیار ترقی سے اور عزت سے قوم گر گئی ہے اس لئے قرآن کریم نے کہا ''لاصحٰب الیمین'' یہ جنت جانے والے دائیں ہاتھ والے ہیں بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ کوئی خاص اور اہم مسئلہ نہیں ہے اللہ کے بندو یہ پیغمبر کا طریقہ ہے، قرآن کا بیان ہے، اسلام نے اس کو قابل تعریف کہا ہے، ترغیب دی ہے تو اس سے بڑھ کر مسئلہ کیا ہوگا۔ حدیث شریف میں ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کھانے پینے میں الٹا ہاتھ استعمال نہ کرو کیونکہ الٹے ہاتھ سے شیطان کھاتا اور پیتا ہے (ترمذی ج ۲ ص ۲)۔ یہ ایک ایسی سنت ہے جسے ہر مسلمان کو اپنانا چاہئے اور اس کے خلاف کرنے سے پرہیز کرنا چاہئے۔

تو آنحضرت ﷺ نے صحابہ کی دل لگی کیلئے بعض جملے ایسے ارشاد فرمائے ہیں جن سے دل بستگی پیدا ہو جائے، جنت میں بھی گپ شپ ہوگی ''یتنازعون فیھا کاسا'' (سورۃ طور آیت ۲۳) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ گپ شپ میں ایک دوسرے سے دودھ کے اور شراب کے پیالے چھین لیں گے، لیکن دنیا میں جب چھینا جھپٹی ہوتی ہے تو پھر ہرزہ سرائیاں بھی ہوتی ہیں، ناموافق باتیں اور بے ہودہ کلام بھی ہوتا ہے تو فوراً قرآن نے کہا کہ ''لا لغو فیھا و لا تأثیم'' نہ کوئی بے ہودہ بات ہوگی اور نہ ہی کوئی گناہ کی حرکت اس کا مطلب یہ ہوا

کہ ایک تو کوئی ایسا کلام نہ کہے جس سے دوسروں کی دل آزاری ہو اور نہ کوئی ایسا کام کیا جائے جس سے شریعت کا نقصان ہو اور حد شرعی سے آپ آگے بڑھتے ہوں اسے گناہ کہتے ہیں "تأثیم" ۔ بے اعتدالیاں دو قسم کی ہوتی ہیں کبھی ایک انسان کی دل آزاری ہوتی ہے اسے لغو کہا گیا ہے، بے ہودہ کام اور دوسرا یہ کہ شریعت کی حد ٹوٹ رہی ہے اس کو اثم کہا ہے۔ جس مجلس میں دل لگی ہو، ہنسی مذاق ہو اور آپس کی بول چال میں اور دل بستگی اور خوشدلی میں نہ تو کسی کی دل آزاری ہو رہی ہو اور نہ ہی شریعت کی حد ٹوٹ رہی ہو تو یہ تو سنت مجلس ہے درست اور صحیح ہے، باعث اجر و ثواب ہے۔

والدین کی ایک کمزوری اور اس کی اصلاح

عام طور پر خواتین چونکہ ناقصات العقل والدین ہیں یعنی وہ دین میں بھی کمزور ہیں اور عقل بھی ان کی آدھی ہے تو ان کے منہ سے ایسے الفاظ نکل جاتے ہیں جو دوسروں کے لئے دل آزاری کے باعث ہوتے ہیں تو قرآن کریم نے اس کو باقاعدہ ذکر کیا ہے'' و لا نسآء من نسآء '' (سورۂ حجرات آیت ۱۱) عورتیں بھی عورتوں کا مذاق نہ اڑائیں اور وجہ یہ بیان فرمائی کہ ہوسکتا ہے کہ آپ جس کا مذاق اڑاتے ہیں وہ مقام اور مرتبے میں عنداللہ آپ سے بلند ہو تو جو آپ سے بلند ہو اس کا کوئی مذاق اڑاتا ہے؟ اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ استاذ کے ساتھ ہنسی مذاق نہیں ہے، والد کے ساتھ ہنسی مذاق نہیں ہے۔ بعض والد بے ہودہ ہو گئے ہیں اور نئے اور ماڈرن کلچر سے متاثر ہو کر کہتے ہیں کہ میرے بچے بالکل میرے دوست کی طرح ہیں۔ ایسے لوگوں کے لئے اگر کسی بازار میں شرم اور عقل ملتی تو ان کو

خرید کے دی جاتی۔ کہتے ہیں میں نے بیٹے کو دوست کی طرح رکھا ہے، مطلب یہ ہے کہ میں یہاں رہتے ہوئے امریکہ کا ایجنٹ ہوں اخلاقیات میں، میں رسول اللہ ﷺ کے مخالف ہوں (معاذ اللہ) یہ بے ہودہ باتیں ہیں، بیٹے کو کوئی دوست بناتا ہے جب بیٹے کو آپ نے اپنا دوست بنالیا تو اب آپ اس کی اصلاح کیسے کریں گے۔ بیٹا تو بیٹا ہے اور شریعت نے باپ اور بیٹے کے درمیان ایک حجاب رکھا ہے اور ایک حد رکھی ہے، اس جیسے کوئی دوسرا رشتہ نہیں۔ قرآن کریم کہتا ہے کہ باپ مجازی رب ہے" رب ارحمهما كما ربياني صغيرا " (سورۂ بنی اسرائیل آیت ۲۴) اور یہ باپ اس مقام سے نیچا اترا ہوا ہے ایسا کرنے سے اولاد کو بھی جرأت ہوگئی اور وہ بھی کہتی ہے کہ ہمارا باپ ہمارا دوست ہے تو بعض اوقات دوست دوست پر تو ہاتھ بھی اٹھالیتا ہے آپ کو اس کے لئے بھی تیار رہنا پڑے گا۔

خشت اول چون نهد معمار کج

تا ثریا می رود دیوار کج

جب پہلے ہی دن سے بنیاد خراب رکھی جائے گی تو اس کے اثرات پھر آپ سے برداشت نہیں ہوں گے۔ باپ اور بیٹے کے درمیان آدب اور احترام کی ایک زبردست فضاء ہے باپ کے لئے حکم ہے کہ وہ اپنی بعض عادات کا اولاد کے سامنے اظہار نہ کرے ۔چنانچہ فقہاء نے لکھا ہے اگر باپ کا کوئی دوست آجائے تو وہ اپنے دوستانے کے واقعات اولاد کے سامنے نہ سنائے، یہ بیٹوں کے سامنے باپ کو ہلکا کرنا ہے۔ اسی طرح باپ کو بھی اس بات کی اجازت نہیں ہے کہ پوری زندگی کی باتیں بچوں کو سنائے۔ باپ کا فرض ہے کہ اپنی زندگی میں جو اس نے کارنامے انجام دئے ہیں اور محاسن اور مکارم اپنائے ہیں وہ اپنی

اولاد کو تلقین کریں، بہت سارے کام ایسے ہیں کہ جوانی میں غفلت میں اور مختلف حسرات کی وجہ سے آپ سے ہو چکے ہیں لیکن وہ ناقابل بیان ہیں ان باتوں سے تو اولاد کو دور رکھنا ہے ۔ آپ بزرگان دین کے واقعات وقتاً فوقتاً ان کو سنائیں، انبیاء کے حالات اور کارناموں سے ان کو آگاہ کریں، لیکن یہ لوگ آج کل اتنے آگے نکل گئے ہیں کے اولاد کو نصیحت کی بات کہہ نہیں سکتے ہیں چنانچہ نتیجہ آپ کے سامنے ہے، جب پانی سر سے گزر جاتا ہے تو ان کو خیال آتا ہے کہ یہ ہماری اولاد کس طرف جارہی ہے۔

اولاد کی صالح تربیت بہت ضروری ہے

پرانے زمانے کی بات ہے میں نے ایک جوا باز کو دیکھا تھا کہ جب ان کی اولاد اس راستے سے بھی گزرتی تھی، جہاں جوا کھیلا جاتا تھا تو وہ اپنی اولاد کی پٹائی لگاتا تھا اور بہت غصہ ہوتا تھا۔ ایک دن میں نے ان سے کہا کہ آپ یہ کیا کررہے ہیں تو اس نے کہا کہ ہم کو تو کسی نے منع نہیں کیا ہم غرق ہوگئے، ان کو غرق ہونے سے بچانا ہے۔ قابل باپ اولاد میں نیک خصلتیں پیدا کرنا چاہتا ہے اس لئے بادشاہان مغل اور ان سے پہلے جو لوگ گزرے ہیں وہ ملک بھر میں قابل ترین استاذ عالم اور ادیب انشاپرداز نامی گرامی علماء تلاش کرکے اپنے شہزادوں کی تربیت کے لئے رکھا کرتے تھے۔ علامہ تفتازانی، میر سید اور بڑے بڑے لوگ جو آسمان کے نیچے زمین کے اوپر تحقیق کے آفتاب تھے ان کو امیر تیمور نے اور بادشاہوں نے دربار میں شہزادوں کے لئے رکھا، وجہ یہ تھی کہ کہیں بادشاہ بن کے یہ بے ہودہ افعال اور بے ہودہ کام نہ کرے۔ اورنگزیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے جو اپنے بچوں کو

نصیحتیں کی ہیں وہ رقعات عالمگیری میں چھپ چکی ہیں، اس میں آداب کی ایک بہت بڑی فہرست ان کو بتائی ہے کہ سویرے اٹھنا اور کوشش کرو کہ نماز فجر سے پہلے دو پارے تلاوت کریں۔شہزادوں کو کہتے تھے کہ اگر اس وقت نہ کر سکوتو فجر کے بعد تلاوت کرلو پھر ناشتہ کرو اور جب سفر درپیش ہوتو دو پاروں کی جگہ تین تین پڑھو کیونکہ عام طور پر سفر میں قرآن کی تلاوت اور عبادت چھوٹ جاتی ہے اور فرمایا کہ عبادت جس زندگی میں کم ہو جاتی ہیں وہ بے روح ہو جاتی ہے تو وہ کمی جو ہونے والی ہے اس کو پہلے سے پر کروار ہے ہیں۔عالمگیر بادشاہ جن کی حیدرآباد دکن سے لیکر غزنی تک حکومت کے ڈنکے بج رہے تھے، اپنے بیٹوں کو دوپہر کے کھانے اور آرام کے آداب بتارہے ہیں کہ جب ان دونوں میں تعارض آجائے تو کھانا پہلے کھالیں اور اس کے بعد آرام کرلیں کیونکہ کھانا کھانے سے پہلے دوپہر کو سونے سے دفاعی قوت کمزور ہو جائے گی اور ثانیا اس سے نفس پروری پیدا ہو جائے گی، جب آدمی کھانا کھالیتا ہے خود بخود چستی آجاتی ہے دو چار منٹ آرام کے بعد اور بھی بیدار رہتا ہے پھر اس کو پتہ چل جاتا ہے کہ یہ وقت میرے سونے کا نہیں ہے یہ وقت میرے کام کا ہے۔

تمسخر اور عیب جوئی کی قرآن کریم میں مذمت

قرآن کریم نے اس لئے کہا کہ نہ تو مرد مردوں کا اور نہ عورت عورتوں کا ایسا مذاق اڑائیں جس سے دل آزاری ہو یا حد شرعی ٹوٹ رہی ہو، کیونکہ یہ تو ہوسکتا ہے کہ آپ ان سے ہنسی مذاق کرتے ہیں وہ مقام اور مرتبے میں، عبادت اور طاعات میں، فہم اور علم میں، تدبیر اور تجربے میں آپ سے بہت بڑھ کر ہوں۔کیا اپنے سے بڑے کا بھی کوئی مذاق

اڑاتا ہے، اس سے پتہ چلا کہ بڑے بھائی کا مذاق اڑانا یہ بھی غلط ہے چچا تایا اور ماموں اور پڑوس کے اور جان پہچان کے لوگ جو آپ سے عمر میں زیادہ ہیں ان کے ساتھ بھی آپ کو احتیاط کرنی ہے۔اس لئے قرآن کریم نے جہاں دوستی کا ذکر کیا ہے کہ ہم عمر سے اگر کوئی اونچ نیچ ہو جاتی ہے تو وہ قابل عفو ہوتی ہے اس سے انسان میں بغاوت پیدا نہیں ہوتی اور پھر قرآن نے کہا "ولا تلمزوا انفسکم "(سورۂ حجرات آیت ۱۱) ایک دوسرے پر خوامخواہ الزامات نہ لگاؤ۔ایک دوسرے میں ایسے عیوب نہ ڈھونڈو طعن، و تشنیع پیدا نہ کرو جس سے انسانیت داغ دار ہوتی ہے۔اسے آج کل ہم اور آپ بہت چھوٹی بات سمجھتے ہیں لیکن یہ اتنی بڑی بات ہے کہ بڑے بڑے خاندان اس چکر میں ٹوٹ جاتے ہیں اور دشمنیاں ہو جاتی ہیں ایسے ہی قرآن کریم نے اس کا ذکر نہیں کیا ہے، یہ ایک بہت اہم مسئلہ ہے۔

ناموں کے سلسلے میں وضاحت

"ولا تنابزوا بالالقاب "(سورۂ حجرات آیت ۱۱) لوگوں کو برے ناموں سے بھی نہیں پکارو، برے نام سے پکارنے کے تین مطلب ہوتے ہیں :

ایک یہ کہ نام ہی غلط ہو جیسے ابوجہل ،فرعون، ہامان، قارون ،غلام احمد قادیانی ،پرویز یہ سب کفار محض کے نام ہیں ان کو کسی طرف منسوب کرنا بہت نا مناسب بات ہے۔

دوسرا یہ کہ نام ہے تو صحیح لیکن اس شخص کے لئے موافق نہیں ہے مثلاً مرد پر عورت کا نام رکھنا عورت کے لئے مرد کا نام تجویز کرنا یا نام ایسا ہے کہ لغت میں اس کا مطلب مناسب نہیں ہے یہ بھی" ولا تنابزوا بالالقاب" کی قبیل میں سے ہے۔

تیسرے یہ کہ کسی کا صحیح نام توڑ کے لینا، کاٹ کے لینا (یہ وہ ترخیم المنادیٰ نہیں جو ترخیم المنادیٰ جائز کافیہ میں ہے) یہ تو دل آزاری کی بات ہے کبھی شریعت اجازت نہیں دیتی ہے۔ جیسے عبدالرزاق کو آپ رزاق کہتے ہیں رزاق تو اللہ ہیں" ان اللہ ھو الرزاق ذو القوۃ المتین "(سورۂ ذاریات آیت ۵۸) یہ تو خود اپنے روٹی اور سالن کا مالک نہیں ہے تھوڑا سے بیمار ہوجائے پانی نہیں پی سکتا، گلے میں پھوڑا نکل آئے دوا کھا نہیں سکتا یہ بھی تنابز و بالالقاب ہے ایسے بہت نام ہیں عبدالحی کو حی کہنا، عبدالقیوم کو قیوم کہنا، عبدالغفار کو غفار کہنا، یہ کبائر ہے گناہ بےلذت ہے بغیر وجہ کے کہنے والا اور جو سن کر آواز دیتا ہے وہ دونوں گنہگار ہونگے اس لئے فتاویٰ عالمگیری میں لکھا ہے کہ عجم میں اس قسم کے نام رکھنا بھی قابل غور ہے کیونکہ یہ اچھا خاصا نام بگاڑتے ہیں۔

ایک زمانے میں میں ایک جگہ امام تھا وہاں ایک آدمی تھا اس کو وہاں کے لوگ ہندو بھائی، ہندو بھائی کہتے تھے تو ایک دن میں نے ان سے پوچھا کہ بھائی تم ہندو کیسے ہو ہمارے ساتھ نمازیں پڑھتے ہو، روزہ رکھتے ہو اس کا کیا مطلب ہے، اس نے کہا کہ نہیں میں تو مسلمان ہوں میں نے کہا تم ہندو کیوں کہلاتے ہو تو اس نے کہا کہ یہ ہندو نہیں بلکہ بدو ہے، تو میں نے کہا کہ بدو کیوں، تو اس نے کہا کہ یہ بدرو تھا پھر میں نے کہا کہ بدرو کا کیا مطلب ہے تو اس نے کہا کہ یہ اصل میں بدرالزمان تھا۔ آپ ذرا غور کریں کہ کیا نام تھا اور کیا بن گیا اور تعجب کی بات یہ ہے کہ اس کو بہت بڑا کمال سمجھتے ہیں۔ لطف اللہ نام ہوگا اس کو لطفی کہہ کر پکاریں گے اور سمجھتے ہیں کہ ہم پڑھے لکھے ہیں قدم قدم پر حد شرعی توڑتے ہیں اور جہنم کے قریب جارہے ہیں یہ ان کی قابلیت ولیاقت ہے کہ ایک نام لینے کی تمیز اور اخلاق

نہیں ہے ایک مسلمان کا اسلامی نام جو اس کا پہلا حق ہے اس کو صحیح طرح تو ادا کرلیں۔ علماء نے عجیب بات لکھی ہے کہ نام جب پورا لیا جائے گا تو اثر پورا ہوگا اور نام جب آدھا ہوجائے گا تو اثرات ٹکڑے ٹکڑے ہوجائیں گے کتنی کنجوسی اور بخل ہے کہ ایک مسلمان بھائی کو ہم اس کے اسلامی نام سے صحیح طرح نہیں پکار سکتے۔

منبھات میں حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ تین باتیں ایسی ہیں کہ اگر اس کا اہتمام کریں تو آپ محبوب عندالناس اور عنداللہ ہوجائیں گے، ایک تو یہ کہ ایک مسلمان کا نام صحیح طرح لیا جائے بگاڑ کے نام نہ لیں دوسرا یہ کہ سلام میں پہل کریں یہ انتظار نہ کریں کہ لوگ آپ کو سلام علیکم کریں آپ سلام علیکم کریں اور تیسرا یہ کہ آنے والے کو جگہ دینے کی کوشش کریں، کوئی آجائے تو آپ کہیں کہ آئیں یہاں بیٹھیں۔ یہ ایسی تدابیر ہیں کہ جن کے اثرات ہمیشہ یاد رہتے ہیں، ان پر محبت نقش ہوجاتی ہے اور پھر سب سے بری بات یہ ہے کہ ایک آدمی کو آپ گناہ کا نام لے رہے ہیں، کبھی وہ گنہگار تھا آپ اس کو اب بھی یاد دلاتے ہیں، آپ ایسے تھے، یہ ایسا ہے جیسے آپ کسی مسلمان کو کہتے ہیں کہ آپ پہلے کافر تھے اور اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ یہ اکبرالکبائر ہے بڑے گناہوں میں سے ہے قرآن پاک نے کہا "بئس الاسم الفسوق بعد الایمان " ایمان کے بعد گناہ کے طعنے دینا اور گناہ کے نام لینا بہت بری بات ہے یہاں تک کہا "ومن لم یتب "جواب باز نہ آیا" فاولٓئک ھم الظلمون "(سورۂ حجرات آیت ۱۱) یہ لوگ بڑے ظالم ہوگئے۔ علماء نے اس کی تفسیر میں عجیب نکتہ لکھا ہے کہ جو شخص کسی کو کسی گناہ کا طعنہ دے مرنے سے پہلے پہلے یہ اس گناہ میں مبتلا ہوجائے گا۔ اس لئے صرف اس کے لئے نہیں اپنی عزت، اپنی ذات اور اپنی عفت

محفوظ رکھنا بھی تو واجبات میں سے ہے۔

اس لئے بزرگان دین کا یہ طریقہ تھا کہ لوگوں میں جو واقعی عیوب ہیں ان کا ذکر بھی مناسب نہیں سمجھتے تھے مثلاً ایک آدمی کی ٹانگ ٹوٹی ہے اس کو لنگڑا کہنا یہ منع ہے کسی کے آنکھ میں تکلیف ہے اس کو اَعمش یا احول یا اعور یا اَمی یا اکمی کہنا سب منع ہے۔ یا کسی لمبے چوڑے آدمی کو الطّویل کہنا اس کی بھی ممانعت فرمائی ہے اور بعض جگہ حدیث کے راویوں کے ساتھ آتے ہیں حمید الطّویل وغیرہ تو وہ دوسرا مسئلہ ہے۔

مثال : سلیمان ابن مہران امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے استاذ ہیں وہ کہلاتے ہیں اَعمش (شب کور) جو رات کو نہیں دیکھتا ہو دن کو دیکھتا ہو، انہیں آنکھوں کی ایک تکلیف تھی تو علامہ ذہبی نے میزان الاعتدال میں اور حافظ ابن حجر رحمہم اللہ نے لسان المیزان میں لکھا ہے کہ اصل میں سلف کے اندر بدنیتی نہیں تھی تو وہ اس قسم کے نام جو لیتے تھے وہ پہچان کے لئے تھے، لیکن ہمارے زمانے کی نیتیں بالکل خراب ہیں جو شخص کسی کا غلط نام لیگا تو اس کا مقصد صرف اس کی کمزوری اور نقصان کو ظاہر کرنا ہے اور کوئی پہچان وغیرہ اس کا مقصد نہیں ہے اس لئے فقہاء نے لکھا ہے آج کل کے دور میں ایسے نام نہ لیں جن میں عیوب کا ذکر ہوتا ہے۔

حضرت ابوذر غفاری رضی للہ عنہ کا عمل اور حضرت ﷺ کی تنبیہ

حدیث شریف میں ہے کہ حضرت ابوذار رضی اللہ عنہ، جناب نبی کریم ﷺ کے بڑے چہیتے صحابی ہیں۔ ان کا ایک غلام تھا وہ بالکل کالا سیاہ فام تھا۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کسی کام میں اس کے اوپر غصہ ہو گئے تو اسے کہا کہ "یا بن اسود" اے کالی عورت کے

بچے۔ چنانچہ وہ غلام سیدھا نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ حضرت آج ابوذر نے مجھے ماں کا طعنہ دیا ہے، ماں کی گالی دی ہے۔ جناب نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوذرر رضی اللہ عنہ کو طلب کیا (بخاری شریف میں ہے) اور ان سے فرمایا کہ "یـا ابـا ذر عیرتـه بـامـه انک امرؤ فیک جاهیلة اخوانکم خولکم" (بخاری ج ۱ ص ۹) ابھی تک یہ جاہلی اثرات آپ میں باقی ہیں۔ ان تمام برائیوں کو اسلام نے ختم کیا اور میں اسی مقصد کے لئے آیا ہوں۔ اس کے بعد حضرت ابوذرر رضی اللہ عنہ نے ایک عجیب کفارہ ادا کیا اور وہ یہ کہ عمر بھر جو خود کھاتے تھے اس غلام کو ساتھ کھلاتے تھے، جیسا کپڑا خود پہنتے تھے وہ اس کو دیتے تھے، اور اسے بالکل اپنے ساتھ برابر کر دیا تھا، تو محدثین نے لکھا ہے کہ حضرت ابوذرر رضی اللہ عنہ سے جب پوچھا گیا کہ آپ نے ایسا کیوں کیا؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ جہالت کو زائل کرنے کے لئے چھوٹوں کو بھی ساتھ ملانا ہے اور غلاموں کو بھی حق دینا ہے، ان کے حقوق کی نگہبانی کرنی ہے۔ دور جہالت میں یہ ہوتا تھا کہ بہت زیادہ مراتب ہوتے تھے آپ بڑے آدمی ہیں میں چھوٹا ہوں آپ اوپر بیٹھے رہیں میں یہیں کھڑا رہوں گا، یہ جاہلوں کا کام تھا۔

جب جناب نبی کریم ﷺ کے سامنے ایک آدمی ہاتھ باندھ کے کھڑا ہوا تو آپ ﷺ نے آنکھیں بندفرمائیں اور دوسری طرف دیکھا اور فرمایا

"لاتقوموا کما تقوم الاعاجم یعظم بعضها بعضاً" (ابوداؤد ج ۲ ص ۷۱۰)

ایسا قیام نہ کرو میرے سامنے اس سے مجھے تکلیف ہورہی ہے اور فرمایا، یہ عجمی لوگوں کی سازش ہے وہ اپنے بادشاہوں کے سامنے اس طرح ہاتھ باندھ کے کھڑے

ہو جاتے ہیں اور میں تو اس لئے آیا ہوں کہ تم لوگ صرف اللہ کے سامنے ہاتھ باندھو یہ
نہیں کہ ایک دوسرے کے سامنے ہاتھ باندھتے رہو اور جھکتے رہو، یہ سب کے سب آثار
سنت ہیں اور آثار توحید ہیں۔ توحید وسنت سے دوری کی سزائیں ہیں جو آج کل قوم کو مل
رہی ہیں، اسی لئے قرآن کریم نے کہا کہ " ومن لم یتب فاولٓئک ھم الظلمون" جو
اس قسم کے گناہوں سے باز نہیں آئے یہ بہت بڑے بے انصاف اور بڑے ظالم لوگ ہیں۔

بدگمانی کی بھی اسلام نے مذمت کی ہے

" یٰایھا الذین امنوا اجتنبوا کثیراً من الظن " (سورۂ حجرات آیت
۱۲) اے ایمان والو بدگمانی سے بچو، ایک شخص کے بارے میں معلومات حاصل کرنا علیحدہ
مسئلہ ہے اگر آپ کا کوئی کام ہے تو آپ اس کا اظہار کریں اور اگر آپ کے کہہ دینے سے
کوئی فرق نہیں پڑتا، تو آپ کیوں اپنے آپ کو فریق اثم اور معصیت بناتے ہیں، ایک
صورت یہ ہے کہ آپ بدگمانی کرتے ہیں، ایک اچھا بھلا آدمی ہے اور آپ سوچتے ہیں کہ یہ
ایسا ہوگا، آپ کو کس نے یہ حق دیا ہے " ان بعض الظن اثم" بعض گمان بالکل سراسر
گناہ ہیں۔ ایک اچھے بھلے مسلمان کی عزت وآبرو کو آپ نقصان پہنچاتے ہیں تو یہ گناہ نہیں
ہے تو اور کیا ہے" ولا تجسسوا" بے جا کسی کا کھوج بھی نہ لگائیں کہ اس نے کیا کیا
ہے، اس نے کیا کہا ہے؟ جس میں آپ کا کوئی کام نہیں ہے آپ ان کاموں میں نہ پڑیں۔
حدیث شریف میں ہے کہ

" من حسن اسلام المرء ترکہ مالایعنیہ" (ترمذی ج۲ ص۵۸)

اسلام کا بہترین مطالبہ ہے آپ سے "ترکہ مالا یعنیہ" جس کام کے اندر
آپ کا کوئی کام نہیں ہے اس کو رہنے دیں۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اپنے دور خلافت
میں اپنے لئے شاہی مہر بنوائی تھی اور اس پر یہی کندہ کروایا تھا "من حسن اسلام المرء
ترکہ مالایعنیہ" جس شخص کا اسلام بہتر ہوگا، وہ لایعنیات نہیں کرے گا اور نہ ہی بے ہودہ
کاموں میں مبتلا ہوگا۔ آج ہمارے دور میں یہی باتیں ہیں جو کمزور ہوگئیں اور اس کا نقصان
یہ ہوا کہ بے ہودگی بڑھتے بڑھتے اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ گھروں کے بڑے خود اپنے
گھروں میں ٹیلویژن لاتے ہیں اور اس کو بہت بڑا اعزاز سمجھتے ہیں۔ وی سی آر خود بھی
دیکھتے ہیں اور بچوں کو بھی دکھاتے ہیں اور کیا کیا خراب قسم کی باتیں سننے میں آتی ہیں کہ جن
کا بیان مشکل ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام کی زریں تعلیمات کو ہم نے پیچھے چھوڑ دیا
ہے یہ اسلام کا ایک بہت بڑا پیغام ہے، تب تو خلیفہ ثالث حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے
باقاعدہ شاہی مہر بنوائی تھی اور وہ مہر شاہی فرمان کے آخر میں اس سے ٹھپہ لگتے تھے " من
حسن اسلام المرء ترکہ مالایعنیہ" لایعنیات سے بچنا یہ اسلام کا اہم فلسفہ اور بہترین
اخلاقیات ہیں۔" ولا تجسسوا " خواہ مخواہ لوگوں کے پیچھے نہ پڑو، کیوں ادھر اُدھر کے
کھوج لگاتے ہیں، اس سے نقصان آپ ہی کو ہوگا کسی کا کچھ نہیں بگڑے گا۔ بس ایک شخص
کے بارے میں آپ کچھ نہیں جانتے ہیں، آپ کہتے ہیں بہتر آدمی ہے، سب کے بارے
میں نیک گمان کرنا چاہئے۔ جناب نبی کریم ﷺ کا دوسرا ارشاد موجود ہے " ظنوا
المومنین خیراً" کہ مسلمانوں کے بارے میں اچھا خیال کرو بہترین گمان کرو آپ
ﷺ کے اس ارشاد کے پیش نظر اتنا کافی ہے کہ آپ جانتے ہیں کہ یہ مسلمان ہے اور انشاء اللہ

بہتر آدمی ہوگا۔

غیبت کے برے اثرات اوران سے توبہ

" ولاتجسسوا ولا یغتب بعضکم بعضا" (سورۂ حجرات آیت۱۲) اور ایک دوسرے کی غیبتیں بھی نہ کرو پس پشت برائی کرنا بھی خراب عادات میں سے ہے۔

حدیث شریف میں ارشاد فرمایا ہے کہ کسی آدمی کا ایسا ذکر کرنا کہ واقعی وہ چیز اس میں موجود ہے "قال ان کان فیہ ما تقول " آپ نے پس پشت بیان کرلی " فقد اغتبتہ " آپ نے غیبت کرلی،" وان لم یکن فیہ ما تقول فقد بھتہ" (مسلم ج۲ص۳۲۲،مشکوٰۃ ج۲ص۴۳۴) اور جو باتیں آپ نے کہی ہیں وہ اس میں ہیں ہی نہیں تو یہ تہمت ہوگئی اور تہمت کی تو اور سخت سزائیں ہیں کوڑے لگتے ہیں اس کے "ولایغتب بعضکم بعضا" ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو نیک باتیں کرو صرف اتنی بات ہے کہ ایک شخص کی کمزوری آپ بیان کرتے ہیں بغیر نام لئے تا کہ اور مسلمان اس فعل سے بچیں، یہ جائز ہے یا ایک شخص کی برائی کرتے ہیں ایک ایسے شخص کے سامنے جو اس کو اس برائی سے روک سکتا ہے یہ جائز ہے چھ مقامات امام نووی رحمہ اللہ نے صحیح میں لکھا ہے جہاں جائز ہے، بلکہ بعض اوقات مجبوری ہے تا کہ مسلمان اس کے شر سے بچیں اور مسلمان اس گناہ سے محفوظ رہیں۔ آپ کی اس قسم کی کوئی غرض بھی نہیں ہے اور کوئی مطلب بھی نہیں ہے اور آپ ایک آدمی کی برائی کے درپے ہیں تو قرآن کریم نے کہا ہے کہ "ایحب احدکم ان یاکل لحم اخیہ میتا" (سورۂ حجرات آیت۱۲) کیا تم میں کوئی شخص ایسا پسند کرے گا کہ اپنے مردے بھائی کا گوشت کھائے،

غیبت اتنا برا عمل ہے کہ ایک تو انسان کا گوشت کھانا، کس قدر بری بات ہے اور پھر مرے ہوئے کا ہو اور پھر ہو بھی بھائی کا۔ اگر یہ باتیں بری لگتی ہیں تو غیبت چھوڑ دو، گناہ ترک کرو "فکرھتموہ" ان باتوں کو تو واقعی تم برا سمجھتے ہو کہ انسان کے گوشت کو کھاؤ اور مردے کا گوشت نوچنا برا ہے اور بھائی کا گوشت نوچنا برا ہے "واتقوا اللہ" اللہ سے ڈرو" ان اللہ تواب الرحیم" اللہ پاک توبہ قبول کرنے والے ہیں۔

سچی توبہ کا طریقہ اوراس کے اثرات

اب تک جو ہو چکا ہے لاعلمی میں اس کی توبہ کرلیں اللہ تعالیٰ معاف فرمائیں گے۔ حدیث میں ہے

"کل بنی آدم خطاء وخیر الخطائین التوابون" (ابن ماجہ ص۳۱۳)

تم میں سے سب لوگ غلطیاں کرتے ہیں اور بہترین غلط کار وہ ہیں جو بہترین توبہ کرلے۔ توبہ صرف کانوں کو پکڑنے کا نام نہیں، بلکہ توبہ تین چیزوں کا نام ہے "ان یقلع عن المعصیۃ" اس گناہ کو فوراً چھوڑ دو" ان یندم علیٰ فعلھا" اس گناہ پر ندامت ہو" ان یعزم عزما جازما ان لا یعود الیٰ مثلھا ابدا" آئندہ کے لئے نہ کرنے کا پکا عزم اور ارادہ کرلو، اس کو کہتے ہیں توبہ۔

(شرح مسلم امام نووی جز۱۷ص۲۵،تفسیر روح المعانی جز۲۸ص۴۸۸ داراحیاء التراث العربی)

ایسی توبہ کے لئے آسمانوں کے دروازے کھلتے ہیں اور ملائک بڑی شان وشوکت سے بارگاہ الٰہی میں پیش کرتے ہیں کہ یا اللہ یہ بندہ باز آگیا ہے، وہ لوگ جن کے لئے بارگاہ

الٰہی میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے ان میں سے ایک تائب بھی ہے یعنی توبہ کرنے والا، اس لئے لوگ کہتے ہیں کہ ایک آدمی سے کوئی شخص کہے کہ میں معافی چاہتا ہوں اور وہ معاف نہ کرے تو یہ جو معافی مانگنے والا ہے اس کا جرم اس شخص کے اوپر آرہا ہے جو معاف نہیں کر رہا، یہ بڑا خطرناک مسئلہ ہے اور سخت امتحان کی گھڑی ہوتی ہے کہ ایک شخص نے بڑا جرم کیا ہے اور اس کے بعد وہ توبہ کرتا ہے، توبہ تو سب چیزوں کو چیر پھاڑ کے رکھ دیتی ہے معاف کر دیتی ہے۔ ہاں اس میں اتنی بات ہے کہ حقوق جو ہیں وہ توبہ سے معاف نہیں ہوتے، اس کی مثال ایسے سمجھیں کہ ایک آدمی سے آپ نے پانچ سو روپے لئے ہیں، جب اس نے کہا کہ میرے پیسے دے دو تو آپ نے کہا کہ اس دفعہ میری توبہ ہے بس آپ پانچ سو نہیں مانگیں۔ یہ توبہ نہیں ہے یہ دغا اور فریب ہے۔ ایک آدمی نے خون کیا ہے اور اس کے بدلے میں اس کو مرنا ہے اور وہ کہتا ہے کہ میں نے توبہ کی ہے تو اس توبہ کا کوئی اثر عند اللہ ظاہر نہیں ہوگا۔ قاضی عدالت کے اندر اس توبہ کی وجہ سے معاف نہیں کرے گا اس کے ساتھ باقاعدہ عدالتی کاروائی کی جائے گی، لیکن جہاں تک انسان کے اپنے گناہوں کا تعلق ہے تو توبہ کے ذریعے اللہ جل شانہ تمام گناہ معاف فرما دیتے ہیں اور حدیث میں ہے کہ جب ابلیس کو انسانوں کے اغوا اور اضلال کا موقع دیا گیا کہ "انک من المنظرین" چل تجھے مہلت دے دی گئی، تو ابلیس نے کہا کہ اب لوگ کیسے بچیں گے، میں دائیں سے بائیں سے آگے سے پیچھے سے ہر طرف سے آؤں گا اور ان کو بھٹکاؤں گا اور انہیں سیدھے راستے پر نہیں رہنے دوں گا۔ اللہ رب العالمین نے فرمایا میں بھی ان کو آسان علاج بتاتا ہوں وہ یہ کہ وہ فی الفور اس گناہ کو چھوڑ دیں اور میرے ساتھ دوبارہ نہ کرنے کا عہد کرلیں اور اپنے کیے ہوئے پر پچھتاوے کے آنسو بہا

لیں تو میں انکو معاف کر دوں گا۔ یہ تو بہت آسان طریقہ ہے شیطان کے تمام تیر جو ہیں وہ ختم ہو جاتے ہیں سب کے سب حملے اس کے ناکام ہو جاتے ہیں" ان اللہ تواب الرحیم" بے شک اللہ اتنی بڑی ذات ہے، اتنی قدرتوں کا مالک لیکن 'تواب' ہے۔

بعض اعمال ایسے ہیں جن کا اثر فی الفور ہو جاتا ہے، جیسے بعض کلمات ہیں جب آپ انہیں ادا کرتے ہیں تو فی الفور ان کے اثرات ہوتے ہیں جس طرح اللہ، اللہ کا کلمہ ہے، اللہ کا نام جب آپ لیتے ہیں تو فی الفور اس کی برکتیں پھیلتی ہیں اور اس کے ثمرات ظاہر ہو جاتے ہیں، اسی طریقے سے بعض اوقات دعا اور بددعا کے اثرات بھی علی الفور ہو جاتے ہیں، وہ آپ کے کنٹرول سے پھر باہر ہو جائے گا، اسی لئے حدیث میں ہے کہ "لا تدعوا علی انفسکم ولا تدعوا علی اولادکم و ولا تدعوا علی اموالکم" نہ اپنے اموال کو بددعا دو اور نہ ہی اولاد کو" لا توافقوا من اللہ ساعۃ یسأل فیہا عطاء " کیونکہ اوقات میں سے ایک وقت ایسا ہے "فیستجیب لکم (ای بالھلاک)" (مشکوۃ ج ا ص ۱۹۴) اگر قبول ہو جائے گی پھر روتے رہو گے اور پچھتاؤ گے، بلکہ یہاں تک کہا گیا ہے کہ بددعا کے لئے تو نیتوں کی بھی ضرورت نہیں، جیسے ہی منہ سے نکل جاتی ہے ویسے ہی لگ جاتی ہے۔

بددعا کے سلسلے میں والدین کی غلطی اور اس کی وضاحت

فقہاء نے لکھا ہے کہ ماں باپ جو ہیں، تو یہ بہت ہی عظیم رشتہ ہے لیکن اس رشتے کے استعمال میں ماں باپ سے کچھ کمی ہو جاتی ہے مثلاً بعض لوگوں کی عادت ہے کہ معمولی سی بات پر بددعا یا چیلنج دیتے ہیں کہ بددعا کرلوں گا، فقہاء نے لکھا ہے کہ ان کی بددعا نہیں

چلے گی، یہ اس کو غلط استعمال کرتے ہیں دوسرا یہ کہ کبھی ماں باپ یہ نہیں دیکھتے ہیں کہ بیٹا حق پر ہے، دین پر ہے تو پھر ایسے لوگوں کو بددعا دینے سے جو بددعا دینے والا ہے وہ خود غارت ہو جائے گا، اس لئے بہت سارے ماں باپ کی عمریں آخر میں خراب ہوتی ہیں آپ بجائے بددعا دینے کے دعائے خیر کرتے رہیں۔ جو فاسق اور فاجر بیٹا ہے اس کو دعائیں دیں تا کہ وہ سیدھا ہو جائے، عموماً ان کا جو غصہ ہوتا ہے زیادہ دین داروں پر ہوتا ہے۔

مزید لکھا ہے کہ جن ماں باپ کی عادتیں بددعائیں دینے کی نہیں ہیں اور وہ برداشت کرتے ہیں تو ان سے بہت بچیں، کیونکہ ایسے والدین کی بددعا کی بھی ضرورت نہیں ہوتی صرف ان کا دل دُکھانے سے ہی نقصان ہو جاتا ہے جس سے پھر بچنا ممکن نہیں ہوتا۔

حدیث شریف میں حضرت سعد ابن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے (یہ عشرہ مبشرہ میں سے ہیں) کہ جب وہ مسلمان ہوئے تو ان کی ماں نے قسم کھائی کہ " ولا اطعم طعاماً ولا اشرب شراباً " نہ میں کھانا کھاؤں گی، نہ ہی کچھ پیوں گی" حتیٰ اموت او تکفر " یہاں تک کہ میں مر جاؤں یا معاذ اللہ آپ کفر کر لیں [محمد (ﷺ) کو چھوڑ دیں] (مسلم ج ۲ ص ۲۸۱، ترمذی ج ۲ ص ۱۵۴) تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ بہت گھبرا گئے، کیونکہ قرآن کریم نے ماں باپ کے بڑے مقام اور رتبے بیان کئے ہیں اور ماں اس طرح ناراض ہیں ایسی سخت قسم کی قسم اس نے کھائی اور نذر مانی۔ حضرت سعد رضی اللہ عنہ جناب نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آئے اور کہا کہ حضرت (ﷺ) میری ماں نے ایسی بات کہی ہے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ معاملہ بہت نازک ہے چاہیے کہ اللہ تعالیٰ خود اس مسئلہ میں مداخلت کر لیں، اور آپ چپ ہو گئے بس تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ سورۂ عنکبوت کی آیت

نازل ہوئی " ووصینا الانسان بوالدیه حسنا " ہم نے انسان کو حکم دیا ہے کہ ماں باپ کا خیال رکھے، " وان جاھداک " اب اگر ماں باپ اس کوشش میں لگے رہیں " لتشرک بی مالیس لک به علم " کہ ہمارے خلاف آپ سے گناہ کرائیں " فلا تطعهما " (سورۂ عنکبوت آیت ۸) بالکل ان کی بات نہ مانیں۔ جب یہ آیات نازل ہوئیں اور آنحضرت ﷺ نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو اطلاع دی تو وہ اپنی ماں کے پاس گئے اور اس سے کہا کہ میرے خدا نے میری تسلی کرا دی ہے اب اگر آپ سو بار مر کر بھی دوبارہ زندہ ہو جائیں تب بھی میں اسلام نہیں چھوڑوں گا اور نہ ہی حضرت ﷺ کا ساتھ چھوڑوں گا۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ایمان اس لئے اتنا مضبوط تھا کہ جناب نبی کریم ﷺ نے ان کی براہِ راست تربیت فرمائی تھی اور ان کو احکام صرف سکھائے نہیں تھے بلکہ انکو عمل کر کے دکھایا تھا اور ان سے اس پر عمل کروایا تھا۔

والدین اور بیوی کے حقوق میں توازن ضروری ہے

آج کل کے دور میں لوگ اتنے ماڈرن ہو گئے ہیں کہ دین کو بالکل بھول گئے ہیں۔ ان کے ماں باپ ان سے کہتے ہیں کہ ہمیں تمھاری بیوی پسند نہیں ہے اسے چھوڑ دو تو وہ لا الہ گل میرے پاس پوچھنے کے لئے آجاتا ہے کہ میں اب کیا کروں۔ یہ کوئی پوچھنے کی بات ہے یاد رکھیں بیوی کے حقوق الگ ہیں اور ماں باپ کے الگ دونوں میں اعتدال ضروری ہے۔ دونوں کے حقوق میں کسی ایک کی بھی حق تلفی کرنا جائز نہیں ماں، ماں ہے وہ بیوی کی جگہ نہیں لے سکتی اور بیوی، بیوی ہے وہ ماں کے مقامات تک نہیں پہنچ سکتی۔ اگر ان دونوں

میں تصادم ہوتا ہے تو اس کے ذمہ دار آپ ہیں۔ شادی صرف ڈھول باجوں کا نام نہیں ہے جیسا کہ آج کل لوگوں نے سمجھا۔ یہ ایک انتہائی پاکیزہ رشتہ ہے جس سے دو خاندان آپس میں جڑ رہے ہیں تو اس میں خرابی کی وجہ سے صرف دو افراد کے تعلق خراب نہیں ہوتے بلکہ دو خاندانوں میں تباہی مچ جاتی ہے اور اس کے اثرات بہت دور تک جاتے ہیں۔ آپ ایک پرائے گھر کی لڑکی کو کتنے پروگراموں سے لیکر کے آتے ہیں، دوسروں کے گھروں سے لڑکیاں لانا کوئی آسان کام ہے وہ اپنے جگر کا ٹکڑا آپ کے سپرد کرتے ہیں اور آپ اس کے ساتھ ایسا سلوک کرتے ہیں جیسے آپ اسے کسی سڑک سے اٹھا کر لائے تھے۔ جن کی بیٹیاں ہیں ان لوگوں سے دریافت کریں کہ ان کی کیا کیفیت ہوتی ہے جب وہ اپنی پلی پلائی بیٹی کو گھر سے رخصت کر رہے ہوتے ہیں۔ کسی شاعر نے بڑے درد سے کہا ہے

آبلے روتے ہیں خوں رنج بڑا ہوتا ہے
کوئی کانٹا جو کفِ پا سے جدا ہوتا ہے

آج آپ کا موڈ نہیں ہے تو آپ اپنے بیٹے کو کہہ دیتے ہیں کہ بیوی کو چھوڑ دو۔ اچھی طرح سن لو اس کے بارے میں فقہاء نے لکھا ہے کہ ماں باپ کی یہ بات قطعاً نہ مانیں اور اگر مان لی تو گنہگار ہو جائے گا اور اس حق تلفی کا جواب اللہ کو دینا ہو گا۔ الا یہ کہ واقعی کوئی ایسا شرعی سقم پایا جائے کہ شریعت بھی کہے کہ اب میاں بیوی کا ساتھ رہنا ٹھیک نہیں ہے تو وہ ایک علیحدہ بات ہے اور اس کے مسائل الگ ہیں۔

حقوق الوالدین میں حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اگر ان رشتوں میں حد بندی نہ ہوتی تو معاشرے میں بڑا انتشار پھیل جاتا۔ یہ تمام

آداب زندگی اور احکام اسلامیہ مسلمانوں کو سمجھانا ضروری ہیں تا کہ وہ حفاظت اور سکون کی زندگی بسر کریں۔ آج کل ان مسائل کے بیان نہ ہونے کی وجہ سے معاشرہ ایک عجیب کیفیت کا شکار ہے۔ اکثر گھروں میں ان مسائل کی وجہ سے بے چینی پائی جاتی ہے۔ ان تمام تعلیمات کے آخر میں قرآن کریم نے کہا ہے کہ " یایھا الناس انا خلقنکم من ذکر وانثیٰ " اے لوگو تم سب کو ہم نے ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے، حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا کی اولاد ہیں اور سب بنی آدم ہیں۔ "وجعلنٰکم شعوبا وقبآئل لتعارفوا" اور تم کو چھوٹے اور بڑے قبیلوں میں تقسیم کیا ہے تا کہ تمھاری پہچان ہو سکے۔ یہ صرف پہچان کے لئے ہیں ان قبیلوں سے، زبانوں سے اور قوموں سے کوئی اوپر نیچے نہیں ہوتا ہے، " ان اکرمکم عند اللہ اتقٰکم " اللہ تعالیٰ کے یہاں عزت اور مقام صرف اس کو حاصل ہے جو شریعت کا پابند ہو تقویٰ دار اور پرہیزگار ہو" ان اللہ علیم خبیر " (سورۃ حجرات آیت ۱۳) اللہ تعالیٰ سب کچھ جاننے والے ہیں اور ان کے علم میں سب کچھ ہے۔

"واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین"

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيات اعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادی له واشهدان لا اله الا الله وحده لا شريک له واشهدان سيدنا ونبينا محمداعبده ورسوله ارسله الله تعالى الى كآفة الخلق بين يدى الساعة بشيراًونذيراًوداعياالىٰ الله باذنهٖ وسراجاً منيرا صلى الله تعالىٰ عليه وآله واصحابه وبارک وسلم اما بعد

فاعوذبالله من الشيطن الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا فَاْذَنُوْا بِحَرْبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ج وَاِنْ تُبْتُمْ فَلَكُمْ رُءُوْسُ اَمْوَالِكُمْ ج لَا تَظْلِمُوْنَ وَلَا تُظْلَمُوْنَ ○ (سورۂبقرہ آیت نمبر ۲۷۸،۲۷۹)

ملک پاکستان کا ایک بہت بڑا مسئلہ جو کہ ہمارے جنرل صاحب کی شکل میں موجود تھا وہ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے حل ہوگیا ،جنرل صاحب کا جانا خیر سے مکمل ہوا، اب اللہ خیر کرے کہ اس سے زیادہ بلا اور مصیبت ہم پر مسلط نہ ہو یہ بھی بہت ضروری

ہے ۔دوسرا بہت بڑا مسئلہ یہ پیش آیا تھا کہ ملک بھر میں بلکہ پوری دنیا پر عرصہ دراز سے سود مسلط رہا ہے ۔

سود کاروبار کی روح یا تباہی

سود کافروں کے یہاں کاروبار کی روح ہے اور بہت ضروری ہے ۔کفار جتنے بھی ہیں وہ سود کے قائل ہیں کہ تھوڑے پیسوں سے زیادہ فائدہ ہوجائے اور جن کے پاس پیسے نہیں ہیں وہ ہمیشہ ذلیل ہوتے رہیں اور جن کے پاس مال ہے وہ بہت زیادہ ہوجائے ،سود کا یہی مطلب ہوتا ہے ،شریعت جو کہ انبیاء کی تعلیمات کا پیکر ہوتی ہیں وہ ہمیشہ انسانیت کا مفاد چاہتی ہے ۔وہ یہ چاہتی ہے کہ کاروبار ہو ،تجارت ہو، لین دین ہو لیکن ان تمام معاملات میں سود بالکل نہ ہو ۔

کاروبار کا تو یہ فائدہ ہوتا ہے کہ انڈے کا کاروباری ترقی کر کے کسی وقت یاقوت اور سونے کا کاروباری بن سکتا ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ بہترین قسم کا جوہری کاروبار سے محروم ہوجاتا ہے ۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کا نظام ہے کہ کبھی بادشاہ بھیک مانگتے ہیں اور بھکاری سلطنت پر پہنچ جاتے ہیں ،اس کا ثبوت قرآن کریم سے ہے '' ونرید ان نمن علی الذین استضعفوا فی الارض '' کبھی ہم احسان کرتے ہیں کہ کمزور کو اٹھا کر '' ونجعلهم ائمة '' انہی کو بڑا بنادیتے ہیں'' ونجعلهم الوٰرثين '' (سورۂقصص آیت ۵) روئے زمین کے اختیارات انہی کے سپرد کرتے ہیں اس کی ایک حکمت یہ ہے کہ مالداران ہمیشہ ڈرے رہیں کہ ہم پر بھی افلاس آسکتا ہے'' ولیخش الذین لو ترکوا من خلفهم

ذریۃ ضعفا خافوا علیھم ص فالیتقوا اللہ ولیقولوا قولاً سدیدا" (سورۂ نساء آیت ۹)
جولوگ یتیموں کے نگران اور کفیل ہیں وہ یہ خیال رکھیں کہ قرآن کہتا ہے کہ ان کے بھی بچے یتیم ہوسکتے ہیں یہ مرجائیں گے ان کے بچے یتیم ہوجائیں گے۔

یہ تو آپ کی آنکھوں کے سامنے ہے کہ لوگوں پر حالات کیسے تبدیل ہوتے ہیں اور کیسے کیسے پریشان ہوتے ہیں۔مالداران سوچیں کہ ہم پر کہیں وبال نہ آئے اور ہم پکڑ میں نہ آئیں اس ڈرنے میں وہ اللہ کے احکام کا خیال کریں گے۔کیونکہ اوپر سے نیچے گرانا اللہ ہی کا کام ہے اور غریب مسکین یتیم کمزور طبقہ وہ اس خوش خیالی میں رہے کہ کبھی اللہ راضی ہوا تو ہماری قسمت جاگ اٹھے گی۔

قرآن مجید نے اس لئے کہا کہ "ذلک بانھم قالوا انما البیع مثل الربوا" کافرلوگ کہتے ہیں سود میں اور جائز کاروبار میں کوئی فرق نہیں دونوں ایک چیز ہیں ایسی غلط بات کفار کرتے تھے " واحل اللہ البیع وحرم الربوا" (سورۂ بقرۃ آیت ۲۷۵) کاروبار حلال ہے اور سود حرام ہے۔اب بھی پوری دنیا کا کفر اسی جال میں پھنسا ہوا ہے۔

اسلامی بینکاری یا سود کی پرورش

ہمارے ملک میں ہمارے بزرگوں نے بڑی کوششیں کی کہ یہاں بھی کسی طرح اسلامی نظام آئے اس میں سے ایک اہم مہم مسئلہ یہ تھا کہ سود کو بینکوں سے نکالا جائے اور لوگوں کے سروں سے یہ لعنت اتاری جائے اس کے لئے معیشت کے کن اصولوں کو اپنانا تھا اور اقتصاد کے کون سے قاعدے ملک میں لاگو کرنے تھے وہ اس فن کے ماہرین جانتے ہیں،

ہم جمعے کے وعظ میں اس پر تفصیلی کلام نہیں کرسکتے۔

بعض مولوی جب جج بنے تھے تو انہوں نے ایسی کوشش کی تھی اور اس کوشش کے نتیجے میں اگر وہ ججمنٹ کرلیتے تو سود کمزور ہوجاتا اور سودخوروں کو دھچکا لگ جاتا لیکن آگے چل کر ان کے جو کوائف سامنے آئے اس سے پتہ چلا کہ وہ سود ختم نہیں کرسکتے تھے بلکہ بڑے سودخوروں کے کہنے پر صرف ریاست کو ایک نقصان پہنچا سکتے تھے جس سے اس وقت کے ایک جافی حکمران نے بظاہر جان اور حکومت چھڑانے کے لئے کچھ پہلوتہی برتی۔آگے چل کر کچھ مخلصین اور بڑے علماء اور اچھے فقہاء نے اسلامی بینکاری کے نام سے بعض بینکوں میں تبدیلیاں کیں ان کا کہنا یہ ہے کہ ہمیں باقاعدہ اجازت مل گئی اور اسٹیٹ بینک نے ہمیں اجازت دی ہے کہ آپ اپنے ڈونروں کے ساتھ غیرسودی معاملہ کرسکتے ہیں۔

جولوگ ہمارے یہاں باقاعدہ سے جمعہ کی نماز پڑھتے ہیں میں نے ان پر واضح کیا تھا اور میں وقتاً فوقتاً فریاد کرتا تھا اور شور کرتا تھا کہ یہ صحیح نہیں ہوا ہے اس سے ہمیں اور زیادہ نقصان ہوجائے گا۔

بشنودیا نشنود من ہائے ہوئی می کنم

ممکن ہے جگہ جگہ اور علماء بھی اس پر خفگان ظاہر کرتے ہوں،بعد میں جب ملک بھر کے علماء اس مسئلہ میں مل بیٹھے تو پتہ چلا کہ پورے پاکستان میں چار ہزار کے قریب ایسے بڑے فقہاء اور علماء ہیں جن میں سے چار سو اس قسم کے نظام میں حکم شرعی صادر کرسکتے ہیں اور انہوں نے ان نام نہاد اسلامی بینک کے کارپردازوں پر مختلف اوقات میں واضح کیا کہ یہ نظام آپ کا بینکوں کے مقابلے میں اور لوگوں کو سود سے بچانے کے لئے اپنے سنگ اہداف

پر منطبق نہیں ہوا۔ جن عوامل کو آپ نے کارفرما سمجھ کر ان کے بل بوتے پر اس کو غیر سودی نظام کہا ان عوامل کو دیکھنے کے بعد پتہ چلا یہ بدستور سودی ہے اور جن وجوہات سے آپ نے اس کو اسلام کے قریب پایا ان وجوہات کا بغور مطالعہ ومشاہدہ کرنے کے بعد پتہ چلا کہ یہ بدستور غیر اسلامی ہے۔ گویا وہ کوششیں اس سلسلے میں کامیاب نہیں ہوئیں۔

نام نہاد اسلامی بینکاری کے وجود میں آنے کی کیا وجوہات ہوسکتی ہیں

اس کہنے میں ہم نہیں پڑیں گے اور شاید ہمیں دین وشریعت واخلاق کے اعتبار سے اس بات کی اجازت بھی نہ ہو کہ یہ کوشش کس ارادے سے کی گئی اور اس کا مقصد کیا واقعی لوگوں کو سود سے بچانا تھا یا اپنے آپ کو یا چند اپنے حواریوں کو بینکوں کے ذریعے چند سالوں میں بہت بڑی رقم سے مالامال کرنا تھا۔ ہمیں تو یہی خدشہ گزرتا ہے اور قریب سے دیکھنے کے بعد ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ لیکن ہم پھر بھی شریعت کے احکام کے پیش نظر اس خیال کو مسترد کرتے ہیں اور اس خدشے کو واپس کرتے ہیں اور ہم یہی کہتے ہیں کہ وہ اس مسئلہ میں یقیناً مخلص تھے بوجہ بڑے علماء ہونے کے اور انہوں نے خالص لوگوں کو سودی نظام سے بچانے کے لئے تدابیر کیں تھیں جو کہ سودمند ثابت نہیں ہوئیں اور بدستور یہ نظام سودی ہی ثابت ہوا۔

چنانچہ اس اثناء میں پاکستان بھر میں وفاق المدارس کی میٹنگوں میں، عمرے کے اسفار میں، بخاری شریف کے ختمات کے موقعوں پر اور اس کے علاوہ جس موقع پر بھی مجھے علماء ملے ہیں تو ان سے میں نے گزارش کی کہ جن بزرگوں نے اور مخلصین نے بڑے اونچے طبقے کے علماء نے اسلامی بینکاری قائم کی ہے کیا یہ اسلامی ہے اور انہوں نے کہا کہ ہاں یہ

اسلامی ہی ہے تو میں نے انہیں اپنی تحقیق کے مطابق بتایا کہ ان وجوہ سے یہ ہرگز اسلامی نہیں ہے۔ جب اس پر بھی وہ نہ مانے تو پھر میں نے یہ دیکھنا شروع کیا کہ آخر میں جن سے بات کررہا ہوں یہ اس کے اہل بھی ہیں یا نہیں۔

شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہ سے ملاقاتیں اور اس کا فائدہ

چنانچہ آخر میں، میں نے پورے پاکستان کے علماء کے بڑے خود ان بزرگوں کے بھی استاذ شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہ جو پاکستان میں مسلک دیوبند کے بڑے اکابر اور فقہاء اور اساتذہ میں سے ہیں (اللہ تعالیٰ مولانا کی عمر شریف میں برکت دے اور ان کا ادارہ اور ان کے زیرنگرانی چلنے والی اہل حق کی تنظیم وفاق المدارس خدا تعالیٰ دیر تک فتنوں اور شرارتوں سے بچائے رکھے اور اسلام اور دین کی اور خاص کر علماء طلباء اور مدارس کی جیسی زبردست خدمت ان سے لی جارہی ہے اللہ تعالیٰ اسے قائم ودائم رکھے) ان سے میں نے گذارشات کیں اور بار بار کرتا رہا۔ وہ بہت بڑے بزرگ عالم ہیں میری باتوں کی طرف بڑی مشکل سے متوجہ ہوئے۔ کئی مرتبہ تو میرا جانا بے سود ثابت ہوا اور ایک بار تو مجھ سے فرما بھی دیا کہ "ارے میاں بہت مسائل ہیں ایک آپ کو نظر آیا اس کے پیچھے پڑ گئے ہو"۔

پھر میں نے کسی اور مناسب موقع پر ان کی خدمت میں گزارش کی کہ لوگ ان بینکوں میں جا کے کھاتے کھولتے ہیں، رقم رکھتے ہیں اور اس کو ثواب سمجھتے ہیں اور یہ سودی کھاتہ ہے۔ پھر میں نے ان سے کہا کہ یہ پوری امت کے دین اور ایمان بچانے کا مسئلہ ہے آپ مجھے رہنے دیں اور علماء معتقدین کو اس مسئلہ میں آگے کریں۔

ایک موقع ایسا آیا جب غالباً حضرت نے ہندوستان کا سفر کیا تھا ہندوستان میں

ایک شرعی کونسل بنی ہے ان کے پہلے بزرگ مولانا حبیب الرحمٰن الاعظمی تھے جنہوں نے مسند حمیدی اور مصنف عبد الرزاق کی جلدوں پر تحقیق فرمائی ہے، جن کے بارے میں استاذ محترم حضرت بنوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے اس وقت سطح الارض پر ان سے زیادہ ماہر عالم نہیں ہے۔ ان کے بعد ان کے ایک شاگرد مولانا مجاہد الاسلام جو کہ اسلام کونسل کے صدر تھے اور وہ مولانا سلیم اللہ خان صاحب کے دوست تھے لیکن وہ انتقال کر گئے اور ان کے پسماندگان میں ایک دو اشخاص فقہ کے ماہرین رہ گئے، انہوں نے مولانا سے مجلس میں کہا کہ آپ کے ہوتے ہوئے پاکستان میں ایک حرام اور ناجائز نظام کو اسلامی کہا جاتا ہے اور انہوں نے اپنی کچھ گذارشات حضرت کو پیش کی۔

حضرت والا جب ہندوستان سے تشریف لائے تو عجلت کے ساتھ مجھے طلب کیا کہ جلدی آجاؤ میں چلا گیا حضرت نے مجھے ان کی تحریرات دیں کہ یہ پڑھ لو اور پھر فرمایا جو بات آپ عرصے سے کہہ رہے ہو اس سلسلے میں ہندوستان کے علماء بھی فکر مند ہیں اور اس کے لئے کوئی نظام ترتیب دینا پڑیگا۔ مجھے بھی بہت خوشی ہوئی اور بڑا اطمینان قلب ہوا کہ ایک بڑا بزرگ اور بہت سارے علماء کے بڑے کو اللہ تعالیٰ نے اس مسئلے کی طرف متوجہ فرمایا میں نے کہا اس مسئلے کو ہم دیکھ چکے ہیں اور جس نظام کو غیر سودی اسلامی بینکاری کہا گیا ہے اس کا اسلام سے ایک فیصد بھی تعلق نہیں ہے پھر میں نے وہی بات کہی کہ جس طرح حضرت والا اور ہمارا ایمان ہے کہ مرزائیوں کے تمام دعوؤں کے باوجود وہ اسلام کی ایک فیصد تعبیر بھی نہیں، اسلام کا اکثر ضد ہے۔ مرزا کے تمام خیالات اور جملہ تحقیقات اور مقالے اور جتنے مسلک اور مذہب ان کے پروپیگنڈے ہیں وہ اسلام ہی کے خلاف سازش ہیں۔ یہ

میں نے اس لئے ذکر کیا کہ یہ مسئلہ واضح ہے میں نے کہا مجھ پر یہ اسی طرح واضح ہے کہ کراچی سے خیبر تک جہاں کہیں اسلامی بینکاری کے نام سے کھاتہ کھلا ہے یہ غیر اسلامی ہے۔حضرت نے فرمایا ہاں! یہ بات ٹھیک ہے اور اس پر کام کی ضرورت ہے۔

چنانچہ وہ بڑے عالم ہیں انہوں نے ملک بھر کے بڑے فقہاء اور مفتیوں کو جن کو کام کرنے کا سلیقہ بھی ہے اور صلاحیت بھی ہے اور ان کے پاس مواد بھی ہے ان کو حکم دے دیا کہ اس مسئلے پر دونوں پہلوؤں کو دیکھو تاکہ کسی کی ذاتیات اور دشمنی اور کسی کے ساتھ مخاصمت سے ہٹ کر خالص رضائے الٰہی کے لئے یہ کام ہو جائے۔

نام نہاد اسلامی بینکاری کے سلسلے میں نشستوں کا انعقاد

اس سلسلے میں دو نشستیں بڑی حیران کن ہوئیں۔ایک نشست تو حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہ نے ایسی منعقد کی جس میں صرف کراچی کے آٹھ بڑے مفتی تھے ان میں مجھ جیسے چھوٹے مفتی کو جو کہ سب سے کمزور اور نالائق ہے بطور خصوص بلایا اور ساتھ بٹھایا ۔دوسری طرف سے اس نظام کے بڑے ماہر صرف پاکستان میں نہیں باہر ملکوں میں بھی ٣٢٥ بینکوں کے ایڈوائزر اور واقعی معیشت میں اور اقتصادیات میں بہت بڑی صلاحیت رکھنے والے حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب دامت برکاتہم (اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں برکت دے اور ان کے فیض کو قبول فرمائے اور ان کی علمی فقہی لغزشیں اللہ تعالیٰ معاف فرمائے) ان کو بلایا اور ساتھ بٹھایا اور پھر مولانا نے کہا کہ ایک عرصہ دراز سے ہم فکر مند رہے ہیں کہ جس بینکاری کو اسلامی کہا گیا ہے یہ کہنا صحیح نہیں ہے اور بینکاری بدستور سودی نظام کا حصہ ہے اور اس کی

اسلام سے مطابقت نہ ہو سکی ہمیں مشکل یہ پیش آرہی ہے کہ بینکوں میں آپ کا نام لکھا ہوا ہے ۔بعض جگہ آپ کی اولاد اور شاگرد سیٹوں پر بیٹھے ہوئے ہیں اور وہ ہی بینکوں کا تعارف کراتے ہیں یہ باتیں ٹھیک نہیں ہیں کچھ اور باتیں بھی ہیں، پھر حضرت نے کہا کہ ہم متفقہ فتویٰ تحریراً اس بینکاری کے خلاف شائع کررہے ہیں ۔آپ انتظار کریں اور جو گذارشات اس وقت ضروری جانی گئیں ان کی خدمت میں کی گئیں، وہ بڑے ادب واحترام سے سنتے رہے فکر مند ہو گئے بہت زیادہ پریشان ہو گئے اور فرمایا یہ تو پہلی مجلس ہے اور آپ نے مجھے فیصلے سنا دیئے ۔حضرت نے کہا ایسی پچاسوں مجلسیں ہو چکی ہیں لیکن بعض حضرات اتنے دور چلے جاتے ہیں کہ واپس آ نہیں سکتے اگر وہ واپس نہیں آتے تو نہ آئیں لیکن جو نہیں گئے ہیں ان کو روکنا ضروری ہے اور جو ہم پر اعتماد کریں ان کو بینکوں سے روکنا ضروری ہے۔

چنانچہ غالبًا اس کے ۲۶ دن بعد پاکستان بھر کے فقہاء اور اصحابِ فتویٰ حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب دامت برکاتہم کی زیر صدارت ان کے ادارہ جامعہ فاروقیہ جو ملک کا بڑا اور کراچی کا مقتدر ادارہ ہے میں جمع تھے یہ عاجز فقیر بھی تفسیر آدھی چھوڑ کر اس مجلس میں پہنچ گیا تھا، حضرت کا بار بار حکم آرہا تھا کہ آپ جلدی پہنچیں جب یہ فقیر وہاں پہنچا اس کے بعد ہی حضرت والا نے بات شروع فرمائی ۔لیکن خوشی کی بات یہ ہوئی کہ تمام علماء جن کو اس مسئلے کے لئے فکر مند کیا گیا تھا ان سب نے دین اور فقہ کی روشنی میں تحقیق کی ان میں بلوچستان، صوبہ سرحد، پنجاب، کشمیر اور سندھ کے ساتھ ساتھ کراچی کے بھی تمام مفتی اور علماء موجود تھے اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے تمام نے ایک ہی تحریر تیار کی تھی کہ موجودہ بینکاری جس کو آج کل اسلامی بینکاری کہا جارہا ہے اس میں غلطی ہوگئی ہے اور یہ اسلامی نہیں ہے۔

لہٰذا اس کے ساتھ معاملہ کرنا جائز نہیں ہے جیسے کہ دوسرے بینکوں کے کھاتے ہیں اسی طرح یہ بھی انہی میں سے ایک کھاتا ہے اور جیسے وہ تمام سودی ہیں اسی طرح یہ بھی سودی ہے اور تمام مسلمانوں کو اس بات کی ہدایت کی جاتی ہے کہ اس نام نہاد اسلامی بینکاری سے پرہیز کرلیں اور گناہ سے بچیں۔

ٹیلی وژن پر آنا اور تصویر کشی کی اسلام میں کوئی اجازت نہیں

پھر پتہ چلا کہ بعض حضرات کی طرف سے ٹیلی ویژن پر آنا عام سی روش بن گئی ہے اور اس کا جواز انہوں نے یہ کہہ کر نکالا ہے کہ آج کل ہمارے یہاں حالات بہت خراب ہیں اور اہل باطل بہت زیادہ زہر پھیلا رہے ہیں، اگر ہم ایسی صورت میں آگے نہیں آئے تو حالات اور بھی خراب ہو جائیں گے، اس کی مثال تو ایسی ہی ہے جیسا کہ کوئی یہ کہے کہ اہل باطل نے ڈھول بجانا اور ڈانس کرنا شروع کردیا ہے اور اگر اب ہم بھی اپنے ڈھول بجانے والے اور ڈانسر میدان میں نہ لائیں تو ہم اہلِ باطل کے مقابلے میں پیچھے رہ جائیں گے۔ حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب نے اس مسئلہ میں بھی یہی ارشاد فرمایا کہ یہ بھی اتنا ہی حرام، غلط اور ناجائز ہے۔

پھر اس مسئلہ میں ایک پیچیدگی یہ آئی کہ شاید موجودہ دور میں جو تصویریں لی جاتی ہیں اور جو چینلوں میں آتی ہیں جن کا ذریعہ مختلف موویز ہیں یہ تصویر نہیں ہے بلکہ عکس عارضی ہے۔ اس سلسلے میں ایک فریق کو بہت سخت لغزش ہوگئی۔ علماء دین نے ان دونوں مسائل کو ایک ساتھ ملایا کہ اسلامی بینکاری غلط حرام اور ناجائز ہے اور اسی طرح ٹی وی اور مختلف

چینلوں پر علماء حق کا اس طرح نمودار ہونا اور اس کو جائز کہنا غلط،حرام اور نا جائز ہے اور کسی
قسم کی بھی جاندار یا ذی روح کی تصویر گناہ ہے۔

اس کے ذیل میں ایک اور بات یہ ہوئی کہ ضرورت کے تحت مستثنٰی ہے جیسے شناختی
کارڈ یا پاسپورٹ میں ،عمرہ وحج میں اور بعض جگہ نوکری کے لئے ، یہ عوام اور مسلمانوں کی
مجبوری ہے اس کو کراہیت کے ساتھ برداشت کرسکتے ہیں لیکن اپنی رضا خوشنودی خوش دلی
اور ہوش وحواس کیساتھ ہم ہی تصویر کے وکیل بنیں،خریداروں کو پسند کرنے والے بنیں، ٹی
وی چینلوں پر آنے لگیں اور ٹی وی ،وی،سی ،آر کے اسٹیشن آراستہ کریں اس کے لئے جو
وجوہات بعض بزرگوں کی طرف سے پیش کی گئیں وہ بھی بینکاری کی طرح نامعقول
وجوہات ثابت ہوئیں اور تصویر، ٹیلی ویژن اور وسی ،سی ،آر میں نمودار ہونا بدستور نا جائز اور
حرام قرار دیا گیا۔

چنانچہ اس سلسلے میں ایک مسودہ کتابی شکل میں تقریباً ۲۷ صفحے کا جس میں سب
دلائل ہیں اور قرآن حدیث اور فقہ سے بعض بعض بزرگوں سے ملا کر شائد ۲۰۰ صفحات سے
زیادہ ہوگئے ہیں سب حاضرین کو ملا اور سمجھ دار طبقے کے لئے اس کی آٹھ صفحات میں تلخیص
کی گئی اور نچوڑ نکالا گیا اور عوامی طبقے اور دیگر مسلمانوں کو اطلاع دینے کے لئے اس کو کتابی
شکل میں چھاپنا طے ہوا۔

بینکاری کے سلسلے میں ایک واقعہ

مشہور قصہ ہے کہ یہ بینکاری جس زمانے میں نئی نئی نکلی تھی ، باہر ملکوں میں زیادہ

تھی اس زمانے میں پاکستان تو تھا ہی نہیں ہندوستان میں انگریزوں کی حکومت تھی اور یہاں
بھی کچھ بینک قائم ہوئے مالدار لوگ اپنی رقم اس میں رکھنے لگے تھے اور پھر اس کا فائدہ
کھاتے تھے۔

تو مفتی کفایت اللہ مفتی اعظم ہند نے ایک فتویٰ لکھا کہ یہ جو بینکوں میں آپ رقم
رکھتے ہیں پھر اس کے فوائد لیتے ہیں یہ سود ہے اور بینک جس کے اندر مضاربت اور
مشارکت کوئی خرید وفروخت کا پروگرام نہیں کرتا اور نہ اس کا وہ پابند ہے اس وقت بھی کچھ
روشن خیال تھے روشن خیالی جب بڑھ جاتی ہے تو اپنے لوگ بھی روشن خیالوں کے قریب
ہوجاتے ہیں۔چنانچہ اس دوران حضرت اقدس امام العصر حضرت مولانا محمد انورشاہ
صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم دیوبند کے حدیث کے استاذ تھے اور لاہور آئے ہوئے
تھے۔ان کے ساتھ دیوبند کے بڑے علماء تھے تو شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھکے ہوئے تھے سفر
کی وجہ سے اور لیٹے ہوئے تھے لگ یہ رہا تھا کہ جیسے سورہے ہیں۔اس زمانہ میں ایک نیک
مخلص مسلمان تھے سالک صاحب ، وہ جدید اور قدیم دونوں علوم کچھ کچھ جانتے تھے۔تو
سالک صاحب نے کہا کہ بینکاری کے بغیر دنیا کا نظام نہیں چلتا اور بینکوں کے اندر جو نظام
ہے اس کو مصر کے علماء نے کہا ہے کہ یہ سود نہیں ہے، پاکستان کے شیخ الاسلام جو بعد میں شیخ
الاسلام ہوئے اس وقت پاکستان نہیں تھا مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ جو قرآن کے مفسر
بھی ہیں حدیث کے بڑے استاذ ہیں اور اسرار واحکام فقہ کے بادشاہ ہیں امام العصر مولانا
انورشاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بعد ان جیسے عالم دیوبند میں کوئی تھے تو مولانا شبیر احمد عثمانی
رحمۃ اللہ علیہ تھے۔حضرت نے جواب دیا سالک صاحب سود تو سود ہے مصر میں کیسے جائز ہوگا

اور مصری علماء سخت غلطی پر ہیں۔ انہوں نے فلم بینی کے متعلق فتویٰ لکھا ہے انہوں نے لڑکیوں کے لئے لباس کا فتویٰ لکھا ہے اور انہوں نے انگریزوں کے اور نا کارہ لوگوں کے بدمذہبوں کے ساتھ بغیر اہل کتاب ہونے نکاح کی اجازت دی ہوئی ہے اور کئی مسائل میں ان سے غلطی ہوگئی ہے ان میں ایک غلطی یہ بھی ہے تو کیا مصر کے اغلاط کی ہم تقلید شروع کرلیں۔

دوسرا اعتراض اور جواب پھر اعتراض اگر بینکاری نا جائز ہے اور بینکوں کے فائدے ہم نہیں لے سکے تو بہت نقصان ہوجائے گا۔ نانِ شبینہ کے محتاج ہوجائیں گے مولانا نے کہا نہ ہم شبینہ کے محتاج ہیں نہ ہم میں سے کوئی مرا ہے مگر شریعت کو پامال نہیں کیا جاسکتا تاوقتیکہ اسلام اجازت نہ دے مجال نہیں کہ ہم اس کو جائز کہیں۔ جب یہ باتیں طول اختیار کرگئیں تو حضرت مولانا انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو لیٹے ہوئے تھے اور ان کا خیال تھا وہ سورہے ہیں وہ اٹھ بیٹھے انہوں نے کہا سالک صاحب آپ کو بینکوں کے سلسلے میں جتنی شرعی معلومات کی ضرورت تھی اور آپ کا حق تھا جائز جواب پورے دلائل اور قوت علم کے ساتھ مولانا شبیر احمد نے سمجھانے کی کوشش کی کسی مسلمان کو حرام سمجھانے کے لئے یہ کام ناجائز وحرام ہے اس سے زیادہ معلومات کی ضرورت نہیں ہوتی، جن کو کافی دیر سے میں سن رہا ہوں مولانا آپ کو سمجھا رہا ہے لیکن آپ مان نہیں رہے ہیں، اب آگے مسئلہ ہے جہنم جانے کا تو اگر کسی کو جہنم جانے کا شوق ہے تو وہ خود اپنے پیروں پر چل کے جائے ہم مولویوں کو اپنا پل بنانے کا نہ سوچے، ہم کسی کے دوزخ کے پل بننے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ یہ ایک روشن ضمیر اور وقت کے مقتدر امام الحدیث واللقمہ کا ارشاد تھا۔ سالک

صاحب فوراً پیروں میں گر گئے معافی مانگنے لگے اور کہا کہ حضرت مجھے بات سمجھ میں آگئی حضرت شاہ صاحب نے ارشاد فرمایا کہ اگر ان باتوں سے اطمینان ہوگیا تو اللہ تعالیٰ جنت نصیب فرمائیں گے اگر اب بھی آپ بضد ہیں کہ ہمیں تو سود کھانا ہی ہے تو مولانا انور شاہ صاحب نے فرمایا تو پھر آپ اپنے پیروں سے چل کر جہنم جائیں ہمیں اور مولانا شبیر احمد، مفتی کفایت اللہ یا مولانا احمد سعید کو کیوں اپنا پل بنانے کے چکر میں ہیں۔

حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب مدظلہ کی بیّن کرامت

بینکاری کے سلسلے میں ہم نے کوئی کارنامہ انجام نہیں دیا ہے اور نہ ہی علماء نے بلکہ کارنامہ تو استاذ العلماء شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب بارک اللہ فی حیاتھم القیمہ کا ہے کہ اس پیرانہ سالی میں اتنی طویل نشست پر پورے ملک کے علماء سے مشاورت کر کے اس مسئلہ کو حل کیا، جب کہ دوسرا فریق انکا خاص شاگرد ہے نہایت اقرب ہے معتمدین ہیں اور اللہ والے اور خدارسیدہ ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔ لیکن ان مسائل میں فحش غلطی کا شکار ہیں اور یہ انکو کہنا پڑے گا کہ مسلمانوں کو گناہوں سے بچانے کے لئے کہ اس سلسلے میں ان سے فحش غلطی ہوگئی۔ اگر ان کو بھی اللہ جل جلالہ نے حق کی طرف آنے کی توفیق دی اور انہوں نے بھی حق کو قبول فرمایا تو ان کے عظیم اخلاق عالی علوم بلند مرتبہ اور مرتبت کا عین مقتضیٰ ہوگا، ورنہ لکم دینکم ولی دین (سورۂ کافرون)

اللہ تعالیٰ خیر وعافیت سے مسلمانوں کو رزق حلال نصیب فرمائے۔ میرے حساب سے یہ حضرت مولانا مدظلہ کی بیّن کرامت ہے کہ انہوں نے اپنے دور میں اس مسئلہ کو حل کیا

اسلام میں حلال کی بہت ترغیب دی گئی ہے

حلال کتنا ضروری ہے ایک آیت ذہن میں آئی، پیغمبر کتنے بڑے ہوتے ہیں، آسمانوں میں زمین میں نبیوں سے کوئی بڑا نہیں ہوتا مخلوقات میں اگر لوگوں کو ایمان لانا ہے تو نبیوں سے سیکھیں، اگر تقوٰی کرنا ہے تو نبیوں سے سیکھیں، اگر قبر کو جنت کا باغ بنانا ہے تو نبی کی سنت پر چلیں، اگر حشر کے میدان میں آٹھارہ ہزار اقوام (مخلوقات) کے سامنے رسوائی سے بچنا ہے تو نبی کے جھنڈے کے نیچے آنا ہوگا۔ اس کے بغیر ناممکن ہے۔ نبی اور رسول بہت بڑے مقام کے ہیں لیکن قرآن ایک مقام پر ایک بات کررہا ہے اس کو سن لو"یاایھا الرسل کلوامن االطیبات" اے پیغمبر حلال کھایا کریں"وا عملوا صالحا" اور نیک اعمال کرو"انی بما تعملون علیم "(سورۂ مؤمنون آیت ۵۱) نیک اعمال کرو بغیر حلال خوری کے جتنے اعمال ہیں سب فضول ہیں ان کی کوئی حقیقت نہیں جب نبیوں کیلئے اتنی سخت تنبیہ آئی ہے تو ہم اور آپ کمزور اور عاجز اور ویسے ہی کئی غلطیوں اور غفلتوں کے شکار کس گنتی میں ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے فضل واحسان سے محفوظ فرمائے۔

جناب نبی کریم ﷺ کی کمال احتیاط

ہمارے پیغمبر کو دیکھیں کہ بھوک لگی ہے اور کھانے کی کوئی چیز نہیں ہے اچانک بستر پر ایک کھجور پڑی ہوئی دیکھی تو فرمایا کہ یہ نہیں کھا سکتا "الا تکن من الصدقۃ" کہیں زکوٰۃ میں سے نہ ہو۔ کھجور کتنی چھوٹی سی چیز ہے، ہمارے اسلامی بینکاری والے کہتے ہیں یہ بڑی بینکاری سے تو بہتر ہے کیونکہ اسمیں تھوڑا سود ہے سود پانچ اور پانچ کروڑ کا سب برابر ہے

حرام، حرام ہوتا ہے خنزیر بڑا بھی خنزیر ہے اور اگر چھوٹے سائز کا نکلا وہ بھی خنزیر ہی ہوگا، یہ تقسیم بھی علماء نے نامنظور کر لی اور اس ارشاد کو بھی فقہی مغالطہ کہہ دیا۔

حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ حضرت ﷺ کا نواسہ ہے اور کیسا نواسہ ہے ان کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ

''ان ابنی ھذا سید'' (جامع ترمذی ج۲ص۲۱۸)

میرا یہ نواسہ ان شاء اللہ سردار ہے اور اس کے ذریعے امتوں کے بڑے جھگڑے اللہ تعالیٰ ختم کرے گا۔

حضرت حسن اور حسین دونوں کو اٹھایا فرمایا

''قال قال رسول اللہ ﷺ الحسن والحسین سیدا شباب اھل الجنۃ''

(جامع ترمذی ج۲ص۲۱۸)

یہ دونوں جنت کے پھول مجھے یہاں دئے گئے ہیں۔ بخاری شریف میں ہے کہ ایک بار حضرت حسنؓ نے نیچے سے کھجور اٹھالی اور منہ میں ڈال لی، آپ ﷺ نے ان کے منہ میں انگلیاں دیں اور فرمایا باہر نکالو"الا تکن من الصدقۃ" کہیں زکوٰۃ کی کھجور نہ ہو میری اور میری آل اولاد کے لئے زکوٰۃ جائز نہیں ہے۔ (بخاری ج۱ص۲۰۲)

سادات کا زکوٰۃ لینا کسی حال میں جائز نہیں

آج کل جاپانی قسم کے سادات نکل آئے ہیں ایک طرف تو خود کو سید کہتے ہیں اور دوسری طرف زکوٰۃ خور بھی بنے ہوئے ہیں

شرم تم کو مگر نہیں آتی

آنحضرت ﷺ کا ایک آزاد کردہ غلام تھا ابورافع، جب اسلام کی فتوحات ہوئیں

اور دور دراز تک لوگ مشرف با اسلام ہوئے۔ ان کی طرف سے افراد آتے تھے کہ حضرت فصلیں تیار ہیں مویشیاں گن لی گئی ہیں، سونا اور چاندی وزن کرلیا گیا ہے اگر خدمت اقدس سے کوئی معتمد آئے اور جمع کرلے تو ہمیں آسانی ہوگی، آپ ﷺ نے پورا انظام بنایا اس دوران آپکے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ جن کے بارے میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں ان کا اتنا احترام کرتا ہوں جیسے باپ کا (ترمذی ج۲ص۲۱۷)۔

ایک موقع پر حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کچھ کہا تھا تو حضرت خالد بن ولید کو حضرت ﷺ نے ٹوکا اور فرمایا کہ یہ میرے چچا ہیں ان کو خفا کرو گے تو جہنم میں جاؤ گے۔

اسی چچا نے ابو رافع کو کہا کہ آپ کو تو حضرت ﷺ نے آزاد کردیا ہے اور تیری شادی بھی ہونے والی ہے اور تجھے ولیمہ بھی کرنا ہوگا تو اس میں بڑا خرچہ ہوگا لہذا حضرت ﷺ اس وقت لوگوں کو زکوٰۃ جمع کرنے کے لئے مقرر کررہے ہیں، آپ بھی ان میں شریک ہوکر اس جماعت کے ایک رکن بن جائیں، جب زکوٰۃ جمع ہوجائے گی تو آپ کو بھی اس میں سے حصہ مل جائے گا اس سے اپنی شادی اور ولیمہ کی ضروریات پوری کرلینا، یہ بڑا صاف ستھرا مسئلہ تھا، حضرت ابو رافع کے ساتھ بڑا احسان تھا تو ابو رافع خدمت اقدس میں آئے اور آپ ﷺ سے گزارش کی تو آپ ﷺ نے حضرت عباس کو بلوایا، آپ ﷺ کا کیا کمال علم نبوت ہے ایک مسئلہ سے سارے جہاں کو آگاہ کرنا ضروری سمجھتے ہیں آپ ﷺ چاہتے تھے کہ آئندہ کوئی غلطی نہ کرے تو آپ ﷺ نے ابو رافع کو کہا دوبارہ کہو کیا چاہتے ہو اس نے کہا حضرت آپ کی عنایت سے غلامی سے نکلا ہوں اور آزاد ہوں اور آپ کی اللہ نے مدد فرمائی اور فتوحات دی پورے جہاں سے زکوٰۃ جمع ہورہی ہے اس زکوٰۃ میں سے خدمت

کے عوض میں جب میں کام کروں مجھے بھی مل جائے تو میری شادی اور ولیمے کا کام ہوجائے گا۔ اس کے جواب میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا "یا ابا رافع انت مولانا" آپ ہمارے دوست رہے ہیں سبحان اللہ غلام کو کہتے ہیں انت مولانا آپ ہمارے رہے ہیں " و مولا القوم من انفسهم " پیغمبر کا غلام بھی پیغمبر کے خاندان کا فرد ہوتا ہے۔ یہ زکوٰۃ جس طرح میرے لئے اور میری اولاد کے لئے حرام ہے تیرے لئے بھی حرام ہے، اس زکوٰۃ میں سے آپ نہیں لے سکتے ہیں۔ (ترمذی ج۱ص۱۴۲)

یہ پیغمبر کی عالی تعلیمات ہیں اور وہ اخلاق ہیں جو کہ امت کو تلقین کئے گئے ہیں۔ آج وہی امت مختلف حیلوں اور بہانوں سے سود اور دیگر حرام چیزوں کو حلال کرنے کی درپے ہے۔

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو محفوظ فرمائے اور اپنے نبی کی تعلیمات پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور جتنے بھی برائی کے راستے ہیں ان کو ختم فرمائے۔

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

الحمدلله نحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه ونعوذبالله من شرورانفسناومن سيأت اعمالنامن يهده الله فلامضل له ومن يضلله فلاهادی له واشهدان لااله الاالله وحده لاشريک له واشهدان سيدناونبينامحمداعبده ورسوله ارسله الله تعالیٰ الیٰ کافة الخلق بين يدی الساعة بشيراًونذيراًوداعياالیٰ الله باذنه وسراجامنيراًصلی الله تعالیٰ عليه واله واصحابه وبارک وسلم تسليماكثيراً: امابعد!

فاعوذبالله من الشيطٰن الرجيم بسم الله الرحمٰن الرحيم

"يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ط فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ط وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ط فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ ط وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝" (سورۂبقرہ آیت ۱۸۳،۱۸۴)

"قال رسول الله صلی الله عليه وسلم عن سلمان رضی الله عنه قد اظلكم شهرعظيم شهرمبارک .... اوله رحمة واوسطه مغفرةواخره عتق من النار...... الخ" (مشکوۃج اص ۱۰۹،شعب الایمان ج ۳ص ۳۰۶)

رمضان!نزول قرآن کامہینہ اوراس کی خصوصیات

رمضان شریف اسلامی روایات کے مطابق مسلمانوں کے ایک مذہبی اوردینی مقتضاء روزے کااورقرآن کے نزول کامہینہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کاتعارف دوطریقوں سے کیا ہے ایک تو فرمایا کہ تم پرروزہ فرض کیا گیا ہے

" كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ "

اوردوسرایہ ارشادفرمایا کہ یہ قرآن کےنزول کامہینہ ہے

"شهر رمضان الذی انزل فيه القرآن "

دنیامیں بہت سارے اعمال ہیں جیسے نمازاللہ نے فرض فرمائی ہے لیکن یہ نہیں فرمایا کہ نمازکیوں فرض ہوئی ،زکوٰۃ فرض فرمائی گئی ہے کہ مالدارلوگ ایک خاص نصاب تک پہنچنے کے بعد سال بھرمیں ایک معہودحصہ زکوٰۃ کےنام سے مستحقین کودیں لیکن یہ ارشادنہیں فرمایا کہ یہ زکوٰۃ تم پرفرض کیوں کی گئی "واتوالزکوٰۃ "زکوٰۃدو۔اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حج فرض فرمایاتوحج کےساتھ تاریخ کاذکرکیا ہے

"ان اول بيت وضع للناس للذی ببكة مباركاوهدی للعلمين فيه ايٰت بينٰت مقام ابراهيم ومن دخله كان امناولله علی الناس حج البيت من استطاع اليه سبيلاومن كفرفان الله غنی عن العلمين"(سورۂ ال عمران آیت ۹۶،۹۷)

رمضان شریف کےساتھ ایک تو اللہ تعالیٰ نے اس کاحکم نازل فرمایا کہ" کتب" فرض کیا گیاکوئی اختیاری عبادت نہیں ہے لوگوں کی طبیعت اوران کی صحت

پر نہیں چھوڑا گیا ''یاأیھا الذین امنوا '' اے مسلمانوں اے توحید اور پیغمبر کی صداقت کا کلمہ پڑھنے والو اے اللہ کو رب العالمین اور محمد رسول اللہ ﷺ کو رحمۃ للعٰلمین ماننے والوں سب پر روزہ فرض کیا گیا ہے ۔روزے کا تعلق مسلمانوں سے ہے کیونکہ یہ ایک عبادت ہے اور عبادات غیر مسلموں کے لئے نہیں ہوتیں ۔غیر مسلم کے لئے تو دعوت الی الایمان ہوتی ہے، دعوت الی التوحید ہوتی ہے اور دعوت بر دالشرک ہوتی ہے ۔جب وہ ایمان لے آئیں اور کفر اور شرک چھوڑ دیں اور اللہ جل جلالہ کی وحدت کا قائل ہو جائے اور رسول اکرم ﷺ کی حقانیت اور صداقت کا معترف ہو جائے یعنی مسلمان ہو جائے تو اس پر احکام لازم ہو جاتے ہیں ۔وہ احکام جنہیں فقہاء اور محدثین احکام شرعیہ کہتے ہیں ،وہ احکام جو فرداً فرداً ہر مسلمان مرد و عورت ، بچہ بوڑھا، بیمار اور صحت مند سب پر فرض ہیں ان کی استعداد کے حساب سے ۔

آیت '' کَمَا کُتِبَ عَلَی الَّذِیْنَ '' الخ کی تحقیق

''یاأیھا الذین امنوا کتب علیکم الصیام '' اے مسلمانوں روزہ فرض کیا گیا ''کما کتب علی الذین من قبلکم لعلکم تتقون '' جیسے تم سے پہلے امتوں پر فرض کیا گیا تھا ۔سوال یہ ہے کہ پچھلی امتوں میں تو رمضان شریف نہیں ہوتا تھا کہیں عاشور محرم کا روزہ فرض ہوتا تھا اور کہیں مہینے کی چاند کی تین تاریخوں کا ،تیرہ ، چودہ، پندرہ یہ فرض رہا ہے ؟ تو اسے اس طرح سمجھ لیں کہ ہر مہینے کے تین روزے اور عاشورا بھی ساتھ شامل کر لیں تو یہ کل ملا کر سالانہ سینتیس (۳۷) روزے بنتے ہیں، ان سب کی فرضیت کو ختم کر دیا گیا ۔امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ ہے کہ رمضان شریف کی فرضیت کے

بعد وہ روزے ختم ہو گئے اور ان کی فرضیت بھی ختم ہو گئی ۔ عاشورے کا روزہ یا چاند کی تین تاریخیں تیرہ، چودہ، پندرہ جنہیں ایام بیض کہتے ہیں ان روزوں کا مستحب اور سنت ہونا دوسرے دلائل سے ثابت ہے لیکن ان کی فرضیت کی کوئی بھی دلیل نہیں ۔مفسرین کی رائے اس کے برعکس ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہر امت میں ،ہر رسول اور نبی کے زمانے میں رمضان شریف کا مہینہ فرض رہا ہے ۔کیونکہ اس پر اتفاق ہے کہ آسمانی کتابوں کا یا صحیفوں کا نزول رمضان کے مہینے میں ہوا ہے یہ ممکن ہے کہ نام اس وقت ان کی شریعت کے مطابق اور ہو لیکن مہینہ بھر روزہ سابقہ امم کے اندر رہا ہے ۔جیسے جمعہ کا دن تمام امتوں کو دیا گیا تھا لیکن ان کی نافرمانی اور سرکشی کی وجہ سے ان سے یہ دن چھین لیا گیا ۔

فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر کبیر میں طویل و عریض کلام کیا ہے کئی صفحات پر اور اس کی تائید سورۂ نحل کی اس آیت سے ہوتی ہے جس میں اللہ رب العزت فرماتے ہیں

''انما جعل السبت علی الذین اختلفوا فیه'' (سورۂ نحل آیت ۱۲۴)

کہ ہم نے تو ہر امت کو جمعہ کا دن پسند کر کے دیا جب ان کی سرکشی اور بغاوت حد سے بڑھ گئی تو پھر نعمتیں ان سے چھننا شروع ہو گئیں ۔

اجتماعی گناہوں کی سزائیں

گناہ اور معاصی جب افراد سے نکل کر اجتماع میں پہنچ جائیں تو پھر اجتماعی نعمتیں چھننا شروع ہو جاتی ہیں ۔ایک شخص جو گناہوں میں مصروف ہے اور اللہ تعالیٰ سے شرم نہیں

کرتا اور اپنے گناہوں پر ندامت کے آنسو نہیں بہاتا وہ جلد ہی کسی موذی مرض میں مبتلا ہو جائے گا اور اپنی زندگی میں ہی اپنے کانوں سے سن لے گا کہ اب آپ ٹھیک نہیں ہوسکتے ۔یہی ہو رہا ہے ہر پانچویں اور چھٹے آدمی کو موذی مرض لاحق ہوتا ہے ۔ناخن اکھڑ گیا ٹھیک نہیں ہوا اور یہ کینسر ہے، دانت نکل گیا درد ختم نہیں ہوا کینسر ہے، ہڈیوں کا درد ختم نہیں ہوا اب معلوم ہوا کہ کینسر ہے، کینسر اب ایک عام نزلہ زکام کی طرح ہو گیا ہے ۔حدیث شریف میں ہے کہ جب بدکاری اور بدفعلی بڑھ جائے گی تو تمھاری موت کے حادثات اتنے بڑھ جائیں گے کہ تم گن نہیں سکو گے ۔اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل واحسان سے امت کی اصلاح فرمائیں اور دین پر عمل کرنا آسان فرمائیں ۔قرآن شریف میں بعض عذاب ایسے بتائے گئے ہیں ۔

''علیٰ ان یبعث علیکم عذابامن فوقکم او من تحت ارجلکم''

(سورۃ انعام آیت ۶۵)

اوپر سے بھی عذاب آجائے گا اور نیچے سے بھی آئے گا تو مفسرین کہتے ہیں آسمان جب ناراض ہوجاتا ہے تو بارش رک جاتی ہے مدتیں گزر جاتی ہیں ،حیوان اور انسان ہلاک ہونے لگتے ہیں یا پھر اتنی بارشیں ہوتی ہیں کہ آبادی جنگل اور کھنڈرات میں تبدیل ہوجاتی ہیں ۔زمینیں تباہ وبرباد ہوجاتی ہیں ۔ نیچے سے عذاب کا مطلب یہ ہے کہ زمین میں سیلاب آنا شروع ہوجاتے ہیں، زلزلے سے زمین تباہ ہوجاتی ہے اور مختلف قسم کی خطرناک بیماریاں پھیل جاتی ہیں اور یہ سب اس وقت ہوتا ہے جب انسانوں کے اعمال ختم ہوجاتے ہیں، ان میں شرائع کا لحاظ نہیں رہتا، اسلامی شعائر کا مذاق اڑایا جاتا ہے

اور یہ سب کچھ ہم اور آپ آج کل دیکھ رہے ہیں ۔علماء کے ساتھ بغض رکھنا، مدارس کو آئے دن نت نئے قوانین کا پابند کر کے پریشانی میں مبتلا کرنا اور جمعہ کے مبارک دن کا مذاق اڑانا یہ سب افعال وہ ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دعوت دینے والے ہیں ۔

یوم جمعہ کی عظمت اور اپنوں کے ہاتھوں اس کی مظلومیت

یہود نے جب سرکشی کی اور بغاوت میں حد کردی تو جمعہ ختم ہوگیا سنیچر کا دن آگیا اور عیسائیوں نے جب بغاوت اور افراط وتفریط حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کے بارے میں کی تو ان سے جمعہ چھین لیا گیا اور اتوار کا دن ان پر مسلط کر دیا گیا اور پاکستان کے بننے کے جب پچاس سال مکمل ہوئے اور مکروفریب انتہاء کو پہنچا تو ایک دفعہ حاصل ہونے کے بعد پھر جمعہ کو اتوار میں تبدیل کر دیا گیا اور اچھے اور نیک مسلمانوں نے بھی کہا کہ یہ اچھا ہوا۔ انہوں نے اس کو بالکل نہیں دیکھا کہ ہمارے مذہب پر اور اس کے شعائر اور عظمت پر کلہاڑا مارا گیا ۔انہوں نے اس کا بھی لحاظ نہیں کیا کہ یہ سابقہ حکومت نے کوئی احسان کر کے نہیں نافذ کیا تھا بلکہ پوری قوم کے مطالبے پر جمعہ کا دن مقرر ہوا تھا۔ انہوں نے اپنی اصطلاح کو بھی نہیں دیکھا کہ یہ چھٹی کے دن کو ''HOLIDAY'' کہتے ہیں ''مقدس دن'' تو ''مقدس دن'' جمعہ کے علاوہ اتوار کیسے ہوسکتا ہے؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ نام کے مسلمان ہیں حقیقت میں عیسائی ہیں، جب آپ کو موقع ملا تو آپ نے اپنے مذہب کو پیچھے پھینکا اور پادریوں کو کہا کہ اگرچہ آپ جا چکے ہیں لیکن آپ کی تابعدار اولاد ہم موجود ہیں ہم اب بھی آپ کی روایات کو اپنے سر پر بٹھاتے

ہیں۔ یہ مسلمانوں کی غیرت ہے اور یہ حالت ہے اور کراچی کے تاجر رمضان شریف
میں اعلان کرتے ہیں کہ جی اتوار نہیں جمعہ اور پھر اس کے بعد پھر اتوار ''الفجار ھم
الفجار'' باغی اور سرکش قوم کا یہی حال ہوتا ہے۔ یہ اعلان کیوں نہیں کیا گیا کہ سال بھر کیلئے
ہمارا مذہبی دن جمعہ ہے اور ہم اتوار کو کبھی بھی'' HOLIDAY '' کہنے کے لئے
تیار نہیں ہیں، یہ اعلان کر لیتے تو پھر اپنے کاروبار اور اپنی ملازمتوں میں اللہ تعالیٰ کے
انعامات اور برکات دیکھ لیتے۔ ہر ادارے پر اغیار کے اثرات مسلط ہیں اور کسی نہ کسی
بہانے یہ اپنے مذہب کا خون کرکے اپنے اقتصادی آقا کو خوش کرتے ہیں۔ اس لئے اللہ
تعالیٰ ان کے مال پر آفات مسلط کر دیتے ہیں۔ حکمران خود سب سے بڑا چور ہوتا ہے جب
وہ حکومت سے ہٹ جاتا ہے تو پتہ چلتا ہے کہ آدھے سے زیادہ حکومت کا مال چوری
کر چکا ہے اور اسے اپنے اثاثوں میں شامل کر چکا ہے۔

اس لئے فقہاء نے قاعدہ لکھا ہے کہ اگر کوئی بادشاہ لوگوں کو امن دینے میں ناکام
ہو گیا تو پھر لوگ اس کو زکوٰۃ نہ دیں۔ اسلامی حکومتوں میں جب امیر المؤمنین ہوا کرتے تھے
اور قاضی مقرر تھے مفتی حضرات کی نگرانی میں تمام نظام اسلام کے طرز پر تھا تب بھی یہ مسئلہ تھا
کہ اگر ایک شخص سفر کرکے ایک جگہ سے دوسری جگہ جا رہا ہے اور راستے میں اسے لوٹ
لیا گیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حکمران نے راستوں کا امن قائم نہیں کیا ہے تو اس پر تو آئمہ
اربعہ کا اتفاق ہے کہ اموال ظاہرہ کی زکوٰۃ بالکل ختم ہو گئی اور صرف اموال ظاہرہ کی زکوٰۃ ہی
حکمران لے سکتے ہیں اموال باطنہ کی نہیں لے سکتے۔

اموال ظاہرہ اور باطنہ کی زکوٰۃ پر مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ کی رائے

مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ پاکستان کے علماء سے اس بات پر ناراض تھے کہ تم نے سکہ
رائج الوقت اور سونے اور چاندی کی زکوٰۃ لینے کی اجازت حکومت کو کیسے دی، یہ تو اموال
باطنہ ہیں یعنی ہر شخص از خود اس کی زکوٰۃ دیگا۔ اموال ظاہرہ جیسے فصلیں، مویشیاں، زمینیں
، تجارات جو کھل کر نظر آئے یہ اموال ظاہرہ ہے اور اموال ظاہرہ کا حق حکومت کو اس لئے
ہے کہ کھلم کھلا حکومت اس کی حفاظت کرے گی علی الاعلان فصلیں، مویشیوں کو حکومت کے
کارندے ہر جگہ دیکھتے ہیں تاکہ لوگ ایک دوسرے کے ساتھ زیادتی نہ کرسکیں۔
منڈیوں میں جانور لے جاتے ہوئے راستے میں حکومت کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس کی
حفاظت کرے اور اگر ایسا نہیں ہے اور جانوروں اور ان کے مالکوں کو راستہ میں امن حاصل
نہیں ہے تو فقہاء نے لکھا ہے کہ اب حکومت کا زکوٰۃ کا استحقاق ختم ہو گیا۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں جب ایک گروہ نے زکوٰۃ
دینے سے انکار کیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خود صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ اس
قبیلے میں تشریف لے گئے تو خطبہ مسنونہ کے اندر یہ بات ارشاد فرمائی کہ ''کیا کوئی اس بات
کی گواہی دے سکتا ہے کہ کسی کی بکری کسی نے چوری کی یا کسی کی فصل میں کسی کی
بکریاں چری ہیں'' ایک شخص بھی اس کی گواہی نہیں دے سکا۔ صحابہ کرام نے ایسی حکومت
قائم تھی جس میں امن ہی امن تھا۔ مطلب یہ ہے کہ اگر حکومت وقت نے اپنی ذمہ داری
پوری طرح ادا کی ہے اور لوگوں کو امن دیا ہے تو جو استحقاق اس کو آپ کے مال میں ہے وہ

آپ کو دینا ہوگا، پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ ''لأقاتلن من فرق بین الصلوٰۃ و الزکوٰۃ '' جیسے نماز فرض ہے اور اس کو پڑھانے کا حق خلیفہ اسلام کا ہے اسی طرح اموال ظاہرہ کی زکوٰۃ کا پہلا حق خلیفہ اسلام کا ہے اگر کوئی شخص اس کا انکار کرے گا تو اسلامی حکومت اس کے خلاف جنگ لڑے گی۔ ہمارے یہاں تو حکومت مکمل غیر اسلامی ہے اور اسکا ڈھانچہ مکمل شرارتیوں پر مشتمل ہے اور ایک سے ایک عالمی اسکینڈل حکومت میں موجود ہے، پھر بھی مسلمانوں کے مال میں سے کٹوتی ہوگی میں پوچھتا ہوں کہ آخر یہ کٹوتی کس چیز کی ہے، پہلے خود مسلمان ہو جاؤ، اسلامی حکومت کا نفاذ کرلو، ایسی فضا قائم کرو کہ لوگ اپنے گھروں میں امن محسوس کریں۔ گھر تو چھوڑو یہاں تو لوگ مسجد و مدرسوں میں محفوظ نہیں ہیں۔ سارے ملک کا ایک ہی حال ہے کراچی میں ذرا زیادہ بدمزگی ہے طورخم سے لیکر کراچی تک ایک جیسی ابتری ہے کیونکہ حکمرانوں کے منحوس اور قبیح اثرات ہر جگہ یکساں ہیں ان کا اپنا دارالخلافہ خود ان کی حرکتوں کی وجہ سے غیر محفوظ ہے۔ یہ کوئی سیاسی باتیں نہیں ہیں بلکہ میں آپ لوگوں کو ایک شرعی مسئلہ سمجھا رہا ہوں کہ استحقاق زکوٰۃ کا تب ہوگا جب حکومت اسلامی ہو اور رعایا کو امن دے۔ حکومت کے قواعد وضوابط تو برطانیہ کے رحم وکرم پر چل رہے ہیں اور اس کا نظام پسماندہ، فرسودہ، غلط اور انسانوں کو غلام بنانے والا ہے جس کی وجہ سے پورے ملک میں بے چینی کی کیفیت ہے۔ اس دنیاوی نظام کے مطابق مجسٹریٹ اور جج فیصلے سناتے ہیں اور ان کے ان فیصلوں کو اسلامی کہا جاتا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ کوئی فوجیوں کی پریڈ کو جمعہ کی نماز کہے جیسے یہ کہنا کفر ہے اسی طرح یہ بھی کفر ہے۔

سورۂ نحل کی آخری آیتوں میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ

''انما جعل السبت علی الذین اختلفوا فیہ'' (سورۂ نحل آیت ۱۲۴)

ہم نے تو ہر امت کو جمعہ کا دن دیا ہر نبی اور رسول نے جب قوم کے لئے مذہبی دن مانگا کہ خدایا یہ اس میں آرام کریں گے یہ اس میں زیادہ عبادت کریں گے یہ دنیا کے کام کاج سے تھوڑا سا وقفہ کریں گے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہفتے کے سات دنوں میں پسندیدہ دن جمعہ کا ہے۔

گزشتہ تمام آسمانی کتابوں پر ایمان بھی ایمان کا حصہ ہے

اللہ جل جلالہ نے ہر امت کو مذہب کا دن جمعہ دیا تھا جب وہ سرکش ہو گئے اور انہوں نے بغاوت شروع کر دی تو ان پر پھر ہفتہ اور اتوار مسلط ہوتے رہے۔ ''فاعتبروا یا اولی الابصار'' عقل والو کچھ غیرت حاصل کرو۔ اسی طرح امتوں کو رمضان شریف کا مہینہ دیا گیا تھا خواہ وہ کسی بھی نام سے ہو یہ ضروری نہیں کہ وہاں بھی اس مہینہ کا نام رمضان ہو جیسے اُس زمانے کی کتاب توراۃ تھی، انجیل تھی اور زبور تھی مگر وہ سب آسمانی کتابیں تھیں اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''فیہ ھدی و نور'' ان کتابوں میں بھی ہدایت اور روشنی موجود تھی اور یہ ہمارا ایمان ہے کہ جیسے اس وقت قیامت تک کے لئے ہدایت کا گنجینہ قرآن کریم ہے تو اسی طرح ان زمانوں میں جب یہ آسمانی کتابیں تھیں تو یہ کامل ہدایت کا گنجینہ تھیں

''یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک'' (سورۂ بقرہ آیت ۴)

سابقہ کتب کی حقانیت پر بھی ہماراایمان ہے، ان انبیاء علیہم السلام کے صدق
اورصفا تقرب عنداللہ اور ہادی کامل "کافۃ للناس" پر بھی ہماراایمان ہے۔اس نظر یہ کے
بغیرکوئی بھی محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے والانہیں بن سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس لئے
روزے میں بطور تسلی کے فرمایا کہ "کما کتب علی الذین من قبلکم "کہ تم سے پہلے
لوگوں پر بھی روزہ فرض رہا ہے ۔آج دنیا میں وہ لوگ ہیں لیکن ان کے روزے اس طرز پر
نہیں ہیں جیسے ان کی کتابوں میں ان کو ہدایات کی گئیں تھیں ۔جیسے وہ لوگ نام کے ہیں لیکن
ان کے پاس وہ توراۃ نہیں ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی تھی اس کی جگہ تحریف
شدہ مضمون ہے ۔حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ کے ماننے والے ہیں لیکن زبور اور انجیل کی
نعمت سے محروم ہیں کیونکہ وہ سب اپنے مذہب سے منحرف ہو چکے ہیں ۔

قرآن کریم میں تمام آسمانی کتابوں کے مضامین موجود ہیں

قرآن کریم کی ایک صفت اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بیان کی ہے کہ قرآن کریم
"و مھیمنا علیہ" (سورہ مائدہ آیت ۴۸) ہے یعنی ان کتابوں کے مضامین کو بھی قرآن کریم
نے اپنے اندر جمع کیا ہوا ہے اور ان کتابوں پر جو تہمتیں لگائی گئیں اور تحریفات کی گئیں ان
سب کی نشاندہی بھی قرآن کریم نے کی ہے ۔ یہود بڑے نازنخرے سے کہتے تھے کہ
ہمارے مذہب میں اونٹنی کا دودھ نہیں پیاجاتا اور ہمارے یہاں اونٹ کا گوشت حلال
نہیں ہے کیونکہ یعقوب علیہ السلام جب بیمار ہو گئے تھے تو انہوں نے حرام کیا تھا اللہ نے
قرآن میں فرمایا کہ یہ غلط کہتے ہیں حضرت یعقوب علیہ السلام نے صرف خود استعمال

نہیں کیا تھا "کل الطعام کان حلا لبنی اسرآءیل "سارے حلال کھانے بنی اسرائیل
کیلئے حلال تھے "الا ما حرم اسرآءیل علی نفسہ من قبل ان تنزل التوراۃ "صرف
حضرت یعقوب علیہ السلام نے ایک عذر کی وجہ سے اس کا استعمال چھوڑ دیا تھا

"فأتوا بالتوراۃ فاتلوھا ان کنتم صٰدقین "(سورہ آل عمران آیت ۹۳)

لاؤ توراۃ دکھاؤ اس میں یہ مسئلہ ایسا ہے جیسے یہ قرآن بیان کررہا ہے یا پھر تم لوگوں
نے اسے اپنی آسانی کے لئے اپنے حساب سے تبدیل کرلیا ہے ۔

چنانچہ یہ مسئلہ یاد رکھیں کہ سابقہ کتب اور گذشتہ زمانوں کی روایات اور احکام تین
قسم کے ہیں:

پہلی قسم

جس طرح مسائل وہاں موجود تھے اسی طرح قرآن نے بھی انہیں بیان فرمایا
ہے تو اب وہ اسلام میں شامل ہو گئے ۔

دوسری قسم

دوسری قسم مسائل کی وہ ہے جو تمام آسمانی کتابوں میں ایک ہی طرح بیان ہوئے
ہیں جیسے "ایمان باللہ وبالیوم الاخرۃ وبالرسول" کے قواعد جو کہ قرآن میں بھی بیان
ہوئے ہیں یہ مسائل مفسرین کے یہاں اصول متفقہ کہلاتے ہیں یعنی ہر کتاب کا یہ کہنا تھا کہ
اللہ پر ایمان لے آؤ، اللہ کی توحید مانو اور شرک مت کرو اور ہر کتاب نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ
آخرت برحق ہے اسے مانو اور ہر آسمانی کتاب اور صحیفے میں یہ منوایا گیا تھا کہ نبی کو مانو، نبی

انسانوں کی ہدایت کے لئے بھیجے جاتے ہیں اور نبی کے بغیر تم انسان نہیں رہ سکتے ہو۔ یہ اصول قرآن نے سب سے پہلے لے لئے اور بار بار انہیں دہرایا اور بار بار یہود و نصاریٰ کو چیلنج کیا اور انہیں الزامات دئے کہ یہ تمھاری مذہبی کتابوں ہی کے مسائل ہیں اور یہ اصول تمھاری کتابوں کے ہیں اور اب تم ان سے انحراف کرتے ہو۔

تیسری قسم

تیسرے مسائل گذشتہ کتابوں کے وہ ہیں کہ جنہیں قرآن نے بالکل مسترد کر دیا۔ ممکن ہے کہ ان کے یہاں ایک چیز حلال رہی ہو اور قرآن نے اسے حرام قرار دے دیا۔ امام العصر حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کا ایک پادری سے اسی مسئلہ میں مناظرہ ہوا تھا، اس کا کہنا یہ تھا کہ عیسائی مذہب میں خنزیر کا گوشت اور شراب قابل استعمال رہے ہیں اور حضرت شاہ صاحب کا کہنا یہ تھا کہ نہیں کسی بھی آسمانی کتاب میں اس کی اجازت کبھی بھی نہیں آئی۔ حضرت شاہ صاحب نے اس مسئلہ میں مختلف اناجیل یعنی مختلف انجیلوں سے ثابت کیا کہ قابل استعمال نہیں ہیں بلکہ جس طرح اسلام میں ان کے استعمال پر سخت سزائیں مقرر ہیں اسی طرح گذشتہ کتابوں میں بھی تھیں۔ یہود نے نفس پرستی اور مفاد پرستی کی وجہ سے اپنے مذہب سے انحراف کیا اور اپنے پیغمبر کی تعلیمات سے منہ موڑا یہاں تک کہ پیغمبروں کو قتل بھی کیا۔

ہمارے حکمران بھی اپنے مفادات پورے کرنے کی وجہ سے دین سے انحراف کر رہے ہیں اور دین اور دین والوں سے دشمنی کر رہے ہیں۔ یاد رکھنا جس نے بھی اسلام کے

خلاف کام کیا ہے اس نے کبھی بھی عزت کے دن نہیں دیکھے ہیں۔ ہم اور آپ دیکھتے ہیں کہ وہ لوگ جن کی جائدادوں میں گھنٹوں ٹرین چلتی ہے اور جن کی جائداد ملک اور بیرون ملک میں پھیلی ہوئی ہے ان کو ملک میں آنے کی اجازت بھی نہیں ہے اور اس کی وجہ یہی ہے کہ انہوں نے اسلام کے خلاف اپنے ناپاک عزائم کو پورا کرنے کی کوشش کی تھی وہ تو نہ ہو سکا لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیا کے سامنے رسوا کر دیا اور آخرت میں ان لوگوں کے لئے کوئی نرمی نہیں کی جائے گی۔

مردِ درویش جنرل ضیاء الحق مرحوم کے نیک ارادے

صرف ایک حکمران پاکستان کی تاریخ میں ایسا آیا تھا جس نے اسلام کے حدود کا خیال کیا تھا اور علماء کرام کو اس کے دور میں بڑی عزت ملی تھی۔ وہ جنرل ضیاء الحق ملنگ درویش، آسمان و زمین نے دیکھا کہ اتنا پاورفل حکمران جب ہٹا تو اس کے ساتھ ایک سوئی کے برابر کوئی چوری نہیں تھی اور اس نے ملک کے سرمائے کو اپنے لئے استعمال نہیں کیا تھا اور اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ علماء کے قریب تھا اور نمازی تھا مولویوں جیسی باتیں کرتا تھا اور اسلام آباد کو ایک مذہبی مدرسہ بنانے کے خیال میں تھا۔ ضیاء الحق نہ ہوتا تو افغانستان کے طالبان فنا ہو چکے ہوتے جہاد کا بنیادی کردار اس مرد میدان نے ہی قائم کیا تھا، دسیوں اختلافات کے باوجود اس کا یہ احسان امت کو ماننا چاہئے۔ جب امریکہ کو پتہ چلا کہ یہ شخص اگر برسر اقتدار رہا تو مسلمان بہت طاقتور ہو جائیں گے کیونکہ افغانستان کے ایک سو ساٹھ بڑے عہدیداروں نے یہ متفقہ فیصلہ کیا تھا کہ پورا ملک افغانستان فتح ہونے کے بعد پاکستان کے

حوالہ کردیں گے اور اس کا صدر بھی ضیاء الحق ہی ہوگا۔ دوسرا کام جو جنرل ضیاء الحق نے کیا تھا وہ یہ تھا کہ اس نے اپنے گریڈ کے تمام کرنلوں سے اور بنگالیوں سے مشورہ کیا کہ آپ لوگ الگ ہوکر کہاں چلے گئے ۔ یہ ملک تو ہم اور آپ نے ملکر بنایا تھا آپ کیسے بنگلہ دیش ہوگئے اور دو تین سال اور موقع ملتا تو وہ اسے واپس مشرقی پاکستان بنالیتا ۔ اس طرح کے کام تو حکمران کی غیرت وایمان پر ہوتے ہیں۔ ایک عجیب بات بتاتا ہوں کہ تین آدمیوں نے پاکستان کو توڑ کے اسے بیچا ہے (۱) یحیٰ خان (۲) بھٹو (۳) جنرل نیازی۔

حضرت الشیخ کا بنگلہ دیش میں پانچ لاکھ افراد کے اجتماع سے خطاب

میں نے بنگال میں تقریر کی پانچ لاکھ کے اجتماع سے خطاب کیا۔ ان کو اردو بالکل نہیں آتی اور اردو سنتے ہی وہ بپھر جاتے ہیں۔ میں نے ان لوگوں سے کہا کہ تم اردو سے کیوں ناراض ہو تمھارے ساتھ بعض افسران نے زیادتی کی ان میں سے ایک بھی اردو بولنے والا نہیں تھا۔ بھٹو سندھی تھا، یحیٰ خان پشتو بولتا تھا اور نیازی پنجابی بولتا تھا، ان میں سے کسی کا بھی تعلق اردو سے نہیں تھا۔

اردو تو حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ ،مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ،حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ ،شیخ الاسلام حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی زبان ہے۔ یہ تو ہمارے ہندوستان کی مذہبی ترجمان زبان ہے، یہ کوئی پاکستان کے لوگوں کی زبان نہیں ہے ۔ ہمارا سارا علم اردو میں ہمارے درمیان موجود ہے اکثر علماء نے کتب اردو میں لکھی ہیں ۔ بنگالی سارے کے سارے

حیران رہ گئے، میں نے کہا کہ پہلے آپ لوگ دشمن کو پہچان لیں جنہوں نے آپ سے دشمنی کی تھی، وہ سب فنا ہو چکے ہیں اب ان کا نام لیوا کوئی نہیں رہا۔ پھر میں نے ان سے کہا کہ آپ لوگوں نے بھی ظلم کی حد کردی کہ پاکستان کے نام کو بھی برداشت نہیں کیا اور اسے مشرقی پاکستان سے ہٹا کر بنگلا دیش بنا دیا۔ میں نے کہا کہ میں یہ پوچھتا ہوں کہ کیا پاکستان صرف یہاں کے لوگوں کی کوشش سے بنا تھا ؟ نہیں اس کی آزادی میں وہاں کے مسلمانوں نے بھی کوششیں کی تھیں پھر آپ لوگوں نے نام کیوں بدلا ؟ میں نے کہا کہ تمھارا یہ گناہ اللہ معاف نہیں کرے گا۔ یہ ملک اللہ تعالیٰ نے تمھیں کوئی کھیل تماشے کے لئے دیا تھا کہ جب ناراض ہوگئے تو اپنی قومیت کا نام رکھ دیا، یہ تو مشترکہ جدوجہد کا نتیجہ تھا۔ دنیا میں ایسے کتنے ممالک ہیں کہ جن کے ناموں میں جنوبی اور مشرقی ومغربی ہے وہ سب چلتے رہتے ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ قوم میں وہ درد رکھنے والے کتنے رہ گئے ۔ وہ بھی کوئی قومی لیڈر ہے جو کسی ایک قوم کا ہو یا عالم ہو اور وہ کسی خاص طبقے کا ہو ۔ جب وہ آنحضرت ﷺ کو پورے عالم، جن وانس، فرش تا عرش، قائد الخیر اور رحمۃ اللعالمین مانتا ہے تو وہ کیسے ایک قوم اور قبیلے کا رہنما اور لیڈر رہو سکتا ہے۔

عالم کبھی کسی ایک زبان اور ایک نظریئے کا ہو سکتا ہے لیکن اس کی زبان کوئی بھی ہو وہ تمام زبانوں کا قدر دان ہوتا ہے، اسے پتہ ہے کہ یہ سب میرے دست وبازو ہیں اور ایک بڑے میدان کو تنگ کرنا یہ تو مجنون کا کام ہے ، بہادر آدمی تو کہے گا کہ اس میدان کو اور سمندر پار تک وسیع کروں۔ یہ عالم کا ہی فریضہ ہے کہ شریعت کے دائرے میں رہ کر لوگوں کی اصلاح کرے۔ اب یہ عالم جب دین کا کام کریگا تو اللہ تعالیٰ اس کی غیبی امداد

فرمائیں گے۔ یہ عالم کا ہی کام ہے کہ قوم میں شعور پیدا کرے اور اسے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچائے۔ جو عالم بھی قوم کی بدعملی میں بدعات اور مروجہ رسوم میں قوم کا ساتھ دیگا اور ان کا اہلکار بنے گا، اللہ تعالیٰ اسے بہت جلد ذلیل اور رسوا کردیں گے کیونکہ دین پر سودابازی وہ گناہ ہے جسے اللہ کبھی معاف نہیں فرماتے۔

ٹیلی وژن کی وباء اور نحوست

ایک بزرگ آدمی نے ایک دن مجھ سے کہا کہ میں نے گھر میں ٹیلی ویژن رکھا ہے اور میں صرف اس میں خبریں سنتا ہوں، میں نے کہا کہ ٹھیک ہے آپ تو واقعی بزرگ ہیں اور میں آپ کی بزرگی مانتا ہوں لیکن ایک گزارش کرتا ہوں کہ اس پر آپ کب تک کاربند رہیں گے کہ گھر میں جو اور دوسرے رہنے والے ہیں ان میں سے اگر دو افراد بھی اسے گانوں کیلئے اور فحش نظاروں کیلئے استعمال کریں تو ان کا جوابدہ کون ہوگا۔ ایک بات، دوسری بات یہ کہ آپ اس لعنت کو اپنے سامنے گھر سے نکالیں اور اپنی اولاد کو للکاریں کہ اس گھر میں، میں رہ رہا ہوں اس میں ٹیلی وژن نہیں ہوگا تاکہ چھوٹی چھوٹی پوتیاں، نواسے دیکھ لیں اور سمجھ لیں کہ ہمارے بزرگوں نے اسے غلط کہا تھا اور ہمیں اس سے بچنے کے لئے کہا تھا ورنہ کل یہی اولاد کہے گی کہ ہمارا بزرگ پہلی صف میں نماز پڑھنے والا، سرڈھک کر نماز پڑھنے والا ٹیلی ویژن بھی دیکھتا تھا تو پھر ہم کیوں نہ دیکھیں۔ میں نے اس سے کہا کہ آپ کے مرنے کے بعد بھی آپ کی قبر میں بچھو اور سانپوں میں روزانہ اضافہ ہوگا کیونکہ زمانہ جیسے جیسے نبی سے دور ہو رہا ہے اچھائی ختم ہو رہی ہے اور برائیاں بڑھ رہی

ہیں، آپ کو تو چاہئے کہ ایسی فضا قائم کریں اور ایسی تاریخ ثبت کریں کہ آنے والوں کو اس سے دینی فائدہ پہنچے۔ عیسائی پادری اپنی بدعملی کی وجہ سے گناہ کے مرتکب تھے اور شراب کو حرام نہیں کہہ سکتے تھے اور خنزیر کے گوشت کو حرام نہیں کہہ سکتے تھے۔ تو لوگوں نے سمجھا کہ کتاب تو یہ جانتے ہیں اور یہ اس کے خلاف عمل کرتے ہیں تو معلوم ہوا کہ اس میں کچھ گنجائش ہے۔ اس لئے کہتے ہیں کہ "زلة العالم زلة العالم" عالم کی خطا پورے جہان کو ڈبونے کے مترادف ہے کیونکہ ہزاروں آدمی انکے سائے میں روشنی پاتے ہیں اور ان سے دینی تعلیمات سیکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ محفوظ فرمائے۔ گھروں میں یہی مقام خاندانی بزرگوں کا ہے کہ گھر کے لوگوں کو بے دینی کی طرف راغب نہ ہونے دیں۔

عہد شکنی پر وعیدیں اور ان کے مضر اثرات

قرآن کریم میں ایک مقام پر حضرات صحابہ کو حق تعالیٰ نے تنبیہ کی اور فرمایا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ لوگ تمہیں دیکھ کر پیچھے ہٹ جائے

"فتزل قدم بعدثبوتھاوتذوقواالسوٓء بماصددتم عن سبیل اللہ"

(سورہ نحل آیت ۹۴)

منقبت صحابہ میں اس سے گراں آیت کوئی اور نہیں ہے اور اس سے پہلے اللہ نے فرمایا کہ جب تم قسم کھاؤ تو پھر مضبوط رہو اور جب عہد کرو تو پورا کرو یہ نہیں کہ صبح عہد کر لیا اور شام کو اس سے مکر گئے، اسلام کا کوئی ہو تو ایسے شخص کے منہ میں ایک دانت نہیں رہنا چاہئے تھا، وہ عہد اور وعدہ جس پر ایمان موقوف ہے اس کا آپ نے مسلمان ہونے

کے باوجود یہ حشر کیا۔ایک قول جب آپ نے اپنی زبان سے نکالا تو اب اس پر قائم رہو دنیا کے فائدے اور نقصان کو مت دیکھو یہ ایمان اور غیر ایمان کا فرق ہے ۔جناب نبی کریم ﷺ جیسے اصدق الصادقین کس قدر غضبناک ہوئے اور فرمایا

''لا ایمان لمن لا امانۃ لہ و لا دین لمن لا عہد لہ''

(مشکوٰۃ ج ا ص ۱۵)

جو امانت دار نہیں وہ ایماندار نہیں اور جس نے اپنے عہد و پیمان کی پابندی نہیں کی وہ بے دین ہے اس کا سرے سے دین ہی نہیں ہے ۔یعنی اگر وہ دین اسلام کو برحق دین سمجھتا تو امانت میں خیانت نہ کرتا اور عہد و پیمان کا پاس رکھتا۔حدیث کی کتابوں اور تفسیروں کتابوں اور تفسیروں میں آتا ہے کہ اکثر قبائل سے آپ ﷺ ناراض ہوئے اور آپ ﷺ نے ان سے سخت جنگ لڑی صرف عہد شکنی کی وجہ سے۔

عہد شکنی کرنے والوں کے خلاف حضرت ﷺ کا ردِ عمل

قبائل عرب نے آپ ﷺ سے معاہدہ کیا تھا کہ حضرت ہم کچھ نہیں کہیں گے حضرت نے فرمایا کہ صرف یہ نہیں بلکہ جو ہم سے لڑیں گے تم ان کا بھی ساتھ نہیں دو گے انہوں نے کہا کہ ٹھیک ہے ہم ان کا ساتھ بھی نہیں دیں گے ۔حضرت ﷺ نے فرمایا کہ اب تم جن سے دوستی کرو گے ہم ان پر حملہ نہیں کریں گے اور حضرت ﷺ اس پر قائم رہے اور صحابہ کے ساتھ اتنی سختی فرمائی کہ ایک شخص سے غلطی ہوئی تو فرمایا ''انت مسعر الحرب'' لڑائی کی آگ بھڑکانے والے تم ہو اور وہاں خود تشریف لے گئے اور وہاں یہود کے علماء سے

فیصلہ کیا جب کوئی صورت نہیں بنی تو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں خون بہا اپنے طور پر ادا کروں گا تا کہ جنگ نہ ہو۔جب غزوۂ خندق پیش آئی اور مشرکین نے حملہ کیا اور قبائل نے سمجھا کہ مشرکین اتنی کثیر تعداد میں اس قدر مسلح ہیں کہ اب نہ حضرت ﷺ ٹھہر سکیں گے اور نہ مسلمان ٹھہر سکیں گے سب ختم ہو جائیں گے۔ جتنے لوگوں نے حضرت ﷺ سے عہد کیا تھا وہ تمام لوگ عہد و پیمان توڑ کر مشرکین کی امداد کیلئے آئے ۔حدیث میں ہے کہ حضرت ﷺ نے پورا جنگی نقشہ سیٹ کیا اور صحابہ کو مختلف مقامات پر بٹھایا مغرب اور عشاء کے درمیان میں آپ ﷺ کو یہ اطلاع ملی کہ تمام قبائل ہمارے خلاف ان کے ساتھ ہو گئے آپ ﷺ نے فرمایا ''الـــذیـــن عـــاھـــدونـــا'' وہ لوگ جنہوں نے ہمارے ساتھ عہد کیا تھا تو کہا گیا کہ حضرت وہ سب ان کے ساتھ ہو گئے ہیں اور حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ بیٹھ نہیں رہے تھے بار بار کھڑے ہوتے تھے اور غصہ کی وجہ سے رنگ مبارک بدلتا تھا۔جب حضرت ﷺ ناراض ہوتے تھے تو ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے انار رُخسار مبارک پہ توڑ دیے گئے ہوں۔حضرت ﷺ کا چہرہ مبارک سُرخ ہو جاتا تھا بالکل انار کی طرح لیکن حضرت ﷺ صحابہ کی تسلی کیلئے فرماتے تھا کہ تم اطمینان رکھو اللہ کی امداد پہلے سے بڑھ کر آئے گی ۔میں یہاں اپنی مرضی سے نہیں آیا ہوں بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں ان سے لڑنے کیلئے آیا ہوں اب یہ جتنے آئیں گے سب شکست کھائیں گے کیونکہ یہ اللہ کا حکم ہے۔

خندق میں مشرکین کو ایسی شکست ہوئی کہ مشرکین کیا بلکہ وہ قبائل جو ان کی امداد کے لئے آئے تھے ان کو بھی دوڑنے اور بھاگنے کیلئے راستے نہیں مل رہے تھے۔مسلمان فتح

ونصرت کے ساتھ مدینہ منورہ پہنچ گئے اور حدیث میں ہے کہ حضرت ﷺ نے صرف جنگی قمیص ہی اُتاری تھی اور غسل فرمانے کیلئے جارہے تھے کہ اتنے میں حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور فرمایا کہ غداروں سے بدلہ لینا ہے۔حضرت ﷺ نے پوچھا کہ کن لوگوں سے تو فرمایا کہ بنوقریظہ ،بنونظیر ،بنوقینقاع جنہوں نے عہد توڑا ہے اور جبرئیل نے کہا کہ آپ نے تو کپڑے بدل لئے اور نہار ہے ہیں (اور ایک روایت میں ہے کہ نہالئے) جبکہ خدا کے فرشتوں کو نہ کپڑے بدلنے کی اجازت ہے اور نہ نہانے کی سب کے سب اسی طرح تیار کھڑے ہیں۔حضرت ﷺ نے اعلان فرمایا کہ بنوقریظہ کی طرف نکلو صحابہ زخمی اور خون آلودہ تھے اور تھکے ماندے، چور چور بمقتضائے بشریت تھوڑا سا تأخر ہوا تو حضرت ﷺ نے فرمایا کہ اگر تیار نہیں ہوتے ہو تو میں اکیلے جاؤں گا اور فتح کر کے آؤں گا، میں خدا کا پیغمبر ہوں اور نبی جب تلوار ہاتھ میں لے لیتے ہیں اور جنگی ٹوپی سر پر رکھ لیتے ہیں تو اس وقت تک واپس نہیں آتے جب تک وہ لڑ کر فتح نہ حاصل کرلے اور اللہ میری مدد کریگا۔صحابہ جب سمجھ گئے کہ فیصلہ دوٹوک ہے تو بخاری شریف میں ہے کہ صحابہ حضرت ﷺ سے آگے آگے چل رہے تھے اور چند لمحوں میں مدینہ صحابہ سے خالی ہوگیا، اور تمام کے تمام اصحاب بنوقریظہ پر حملہ کرنے کیلئے مدینہ سے باہر نکل آئے۔ (بخاری ج۲ص۵۹۰،۵۹۱)

عہد او روعد کے خلاف کرنا یہ مسلمانی اخلاق کے سراسر منافی ہے، مسلمان تو مسلمان کافروں کو بھی مسلمانوں نے غداری نہیں کرنے دی اور نہ ہی خود کفار کے ساتھ کبھی غداری کی۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا زبردست ایفاءِ عہد

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالی عنہ کا دور جسے بعض ظالم اور تاریخ اسلامی سے جاہل لوگ ملوکیت کا دور کہتے ہیں، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ بھی اجلہ اصحاب میں سے ہیں۔حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی رومیوں کے ساتھ گھمسان کی جنگ ہوئی آخر کار صلح ہوگئی اوردوسال کیلئے امن کا معاہدہ ہوا۔حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے مسلسل دیکھا کہ رومیوں کے اندرونی حالات اسلام کے حق میں نہیں ہیں تو فوج کو سرحد کے قریب لاکر کھڑا کر دیا اور ان کو ہدایت دی کہ جس دن معاہدہ ختم ہو اسی دن حملہ کردو۔صبح کو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے فوج کو آرڈر دیدیا کہ حملہ کرو۔شہر پر شہر فتح ہوگئے اس لئے کہ دشمن بالکل غافل تھا ان کی فوجیں منتشر ہوگئیں کہتے ہیں کہ ساٹھ سے زیادہ بڑے شہر وہ فتح کر چکے تھے۔دوپہر کا وقت تھا اور سخت گرمی کا زمانہ تھا اسی دوران دور سے ریت اڑتی ہوئی نظر آئی دیکھا گیا تو ایک شہسوار گھوڑے پر تیزی سے آرہا ہے جس نے اپنا سر اور چہرہ کپڑے سے چھپایا ہوا ہے گردوغبار کی وجہ سے اور وہ دور سے یہ آواز دے رہا ہے کہ ''اللہ اکبر اللہ اکبر وفاءٌ لا غدرٌ'' (تفسیر ابن کثیر ج۲ص۳۲۸ تفسیر عثمانی سورۃ انفال آیت نمبر ۵۸ کے حاشیہ میں دیکھیں) یعنی اے معاویہ عہد پورا کرو اور غداری جائز نہیں ہے۔حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کمانڈر ان چیف کو کہا کہ فوج کو روک لو پیچھے سے کوئی سخت پیغام آرہا ہے۔ حضرت معاویہ خود امیر المؤمنین ہیں، لیکن جہاں دین کی بات آئی تو فوراً اپنا سر جھکا دیا اور سمجھ گئے کہ کوئی خاص پیغام آرہا ہے کچھ دیر بعد شہسوار گھوڑے سے نیچے اترا اور چہرے سے

كپڑا اتارا۔ یہ بڑے قدیم صحابی رسول حضرت عمرو بن عنبسہ رضی اللہ عنہ تھے۔ یہ مکہ مکرمہ
میں اس وقت آئے تھے کہ جب حالات بہت سنگین تھے اور بالکل ابتدائی دور تھا اور ایک
یا دو آدمی مسلمان ہوئے تھے انہوں نے حضرت ﷺ کی خدمت میں آکر سوال کیا تھا کہ

''من معک علیٰ ھٰذا الامر'' (مشکوٰۃ ج ا ص ۱۶)

آپ کی اس اسلام کی تبلیغ میں آپ کے ساتھ کون کون ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ
''حر و عبد'' ایک آزاد اور ایک غلام ہے۔ یہ عمرو بن عنبسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے اور یہ قاعدہ
ہے کہ اولین صحابہ جو کہ شروع شروع میں ایمان لائے تھے ان کو صحابہ ایسا سمجھتے تھے جیسے
محمد رسول اللہ ﷺ۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے کسی کی بات نہیں ہوتی تھی
آیۃ من آیات اللہ تھے اور قرآن کی آیت کی طرح سمجھے جاتے تھے۔ جب حضرت معاویہ رضی
اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمرو بن عنبسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا تو حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ
عنہ حیران رہ گئے۔ حضرت عمرو بن عنبسہ رضی اللہ عنہ نے سورۃ انفال کی آیت پڑھی
اور پھر فرمایا کہ حضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس قوم کے ساتھ آپ کا معاہدہ ہوا ہو تو معاہدہ
پورا ہونے کے بعد ایک دفعہ انہیں اطلاع دینا ضروری ہے کہ دیکھو ہم آئندہ معاہدہ
نہیں کریں گے اطلاع دئے بغیر اگر ان پر حملہ کیا تو یہ بھی معاہدہ توڑنے کے مترادف ہے

'' ان رسول اللہ صلیٰ اللہ علیہ و سلم قال و من کان بینه و بین قوم عهد فلا
یحلن عقدة و لا یشد ها حتیٰ ینقضی امدها او ینبذ الیهم علیٰ سواء''

(تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۳۲۸)

کیا آپ نے ان کو اطلاع دی تھی؟ تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نہیں تو

انہوں نے فرمایا کہ اس کام سے فوراً واپس ہو جاؤ۔ حضرت معاویہ نے کمانڈر ان چیف کو حکم
دیا کہ واپس ہو جاؤ اور سارے ملک اور شہر جو فتح ہوئے تھے سب واپس کر دئے، لیکن
پیغمبر کے لائے ہوئے دین جس میں عہد اور وعد کا لحاظ ہے اس پر آنچ نہیں آنے دی۔ یہ
اسلام ہے، یہ کمانڈر ان چیف ہے اور یہ اس امت کے بڑے ہیں اس کو نہیں دیکھا کہ کتنے
لوگ شہید ہوئے اور کتنا فائدہ ہوا ہے، یہ دیکھنا ہے کہ دین کا کتنا نقصان ہو رہا ہے اور نبی کی
تعلیمات کی کتنی نافرمانی ہو رہی ہے۔ کیا کوئی مسلمان بھی آیات اور احادیث کے خلاف
کرسکتا ہے۔ یہ تھے پیغمبر کے صحابہ اور یہ تھی ان کے اسلام کی مضبوطی اور استقامت آج لوگ
صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر اعتراضات کرتے ہیں اور اپنے لئے جہنم کے
دروازے خود کھولتے ہیں۔

صحابہ پر نکتہ چینی سے سلب ایمان کا خطرہ ہے

ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک ایسے موقع پر فرمایا کہ جب صحابہ کے اقوال پیش کئے
گئے تو کسی صحابی نے کہا کہ یہ ممکن نہیں ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے صحابہ نے حضرت ﷺ کے
لائے ہوئے دین کے خلاف کیا ہو اور اگر کوئی یہ کہے کہ کیا ہے تو وہ اتنا بڑا مجرم ہے کہ
آسمان و زمین دونوں اسے سنگسار کریں گے۔ صحابہ پر اعتراضات کرنے والا اتنا بڑا مجرم
ہے کہ وہ زمین اور آسمان سے رجم کیا جا رہا ہے تو جن لوگوں نے صحابہ کی حکومت
پر اعتراضات کرتے ہوئے اسے ملوکیت کہا ہے وہ لوگ آسمان و زمین کی طرف سے رجم
ہو چکے ہیں، جو صحابہ کی خلافت کو نشانہ بناتے ہیں اور ان بزرگ اور مقدس ایمان کی

ہستیوں کو عوام کی عدالتوں میں کھڑا کرتے ہیں ایسے لوگ مسلمانوں کے مذہبی رہنما نہیں ہوسکتے۔یادرکھنا جس نے بھی صحابہ کی خلاف زبان درازی کی اور ان کے خلاف دل میں بغض رکھا یا صحابہ کرام کو معیارِ ایمان نہیں سمجھا مرنے سے پہلے پہلے اس کا ایمان سلب ہوجائیگا۔کیونکہ صحابہ کرام کا معیارِ ایمان ہونا یہ قطعی مسئلہ ہے اس کا انکار کرنا قرآن کریم کا انکار کرنے کے برابر ہے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا "امنوا کما امن الناس" (سورۃ بقرہ آیت ۱۳) کہ ایمان لاؤ جیسے کہ یہ لوگ ایمان لائے ہیں۔دنیا کے تمام مفسرین محدثین اور فقہاءِ کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ آیت صحابہ کرام کے بارے میں ہی نازل ہوئی ہے۔

رمضان شریف کا مہینہ بھی عہد و پیمان کا مہینہ ہے

یہ رمضان شریف کا روزہ بھی ہمارے عہد اور وعد کا ایک نظارہ ہے کہ ہم نے اللہ تبارک وتعالیٰ کو رب تسلیم کیا ہے،یہ ہمارا ایمان ہے کہ آسمان اور زمین کا اور ہر ہر چیز کا پیدا کرنے والا صرف اور صرف اللہ تعالیٰ ہیں اور ہمارا ایمان ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کل کائنات کے ذرے ذرے چپے چپے، جن وانس کی ہدایت کیلئے، کامل ہدایت کے ساتھ ہمیشہ کیلئے بھیجے گئے ہیں۔اب اس شریعت کی ہر ادا اور ہر حکم کو دل جمعی کے ساتھ پوری طاقت وتوانائی کا مظاہرہ کرتے ہوئے انہیں قبول کرنا ہمارے یہاں عہد اور وعد کا ایفا ہے اور پاس خاطر ہے۔یہ جائز نہیں ہے کہ ایک مسلمان کبھی روزہ رکھے اور کبھی روزہ نہ رکھے یا جمعہ جمعہ رکھے اور پھر ہفتہ اور اتوار کو چھٹی کرے یہ اتنا ہی بڑا جرم ہے جتنا بڑا جرم بنو قریظہ

اور بنو نظیر نے آنحضرت ﷺ سے عہد و پیمان کی خلاف ورزی کر کے کیا تھا اور ان کو سزا دینے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ملائک کو اور سب صحابہ کو کہا کہ ان سے بدلہ لو اور ان کو ختم کردو۔

سازشیوں اور بدمذہبوں کے شر سے بچنے کی کوشش کرنا ضروری ہے

جب مذہبی خون ہوگا اور مذہبی روایات کا قتل ہوگا تو پھر مذہب والے بھی عزت سے نہیں رہیں گے ان بلاؤں اور آفات کو نالنے کا ذریعہ یہ ہے کہ پہلے سے بڑھ کر شان و شوکت سے روزے رکھے جائیں اور پہلے سے بڑھ کر پوری توانائی کے ساتھ مکمل تراویح پڑھی جائے اور آٹھ اور بارہ تراویح پڑھنے والوں سے بچا جائے۔یہ صحابہ کے دشمن ہیں اور اسلام کے دشمن ہیں اور ان کو اسلام کو ختم کرنے کے لئے کھڑا کیا گیا ہے۔انہوں نے بھی صحابہ کو پوری طرح تسلیم نہیں کیا ہے کیونکہ صحابہ کا اس پر اتفاق ہے کہ تراویح کی نماز بیس رکعات ہیں اس میں کوئی دوسرا قول موجود نہیں ہے "والحمدللہ علیٰ ھذا"

چاروں مذاہب اس پر متفق ہیں، حق کے بعد تو صرف گمراہی ہوتی ہے۔بعض جگہ شیطان بھی عجیب دشمن ہے نیک راستوں سے بہکاتا ہے سنا ہے کہ بعض مساجد میں نفلوں کی جماعتیں ہوتی ہے ایسے لوگ بھی دنیا میں موجود ہیں جو نفل نماز باجماعت پڑھتے ہیں۔مذہب حنفی میں نفل باجماعت مکروہ تحریمی ہے یعنی گناہ کبیرہ ہے۔فقہاء لکھتے ہیں کہ مکروہ تحریمی کا مرتکب گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوتا ہے تو نفل تو اس لئے پڑھی جاتی ہے کہ اس سے اللہ راضی ہوجائے اور جب گناہ ہورہا ہے تو یہ عبادت کیسے ہوئی یہ تو فساد ہے۔

وتروں کے بعد نفل ہے ہی نہیں وتر آخری نماز ہے مضبوط اور پکا مسئلہ ہے لیکن

اپنوں کے ہاتھوں مسکین ہے اوراگرنفل ہوبھی تونفل ہرشخص اپنی پڑھے گا۔فقہاء لکھتے ہیں نفل نماز میں سب کواختیار ہے ہرآدمی اپنی مرضی کامالک ہےنفلوں کی جماعت نہیں ہوتی نوافل مساجد میں ناپسندیدہ ہیں ۔نورالایضاح،مراقی ،طحطاوی تمام معتبرات میں ہے کہ مبارک راتوں میں بھی نفلوں کیلئے مساجد جانا مکروہ ہے۔نفل اپنے گھر میں اوراپنے کمرے میں پڑھواورصوفیا کہتے ہیں کہ نفلی عبادات ایسی کروکہ بیوی کوبھی پتہ نہ چلے وہ آپ کے اوراللہ کے درمیان راز ہے ۔یہ نہیں کہ آپ چھت پرلاؤ ڈسپیکر لگائیں اور محلے والوں کودکھائیں،آپ لوگوں کوابھی تک عبادات کے رازورموز کا پتہ نہیں چلا۔

آپ لوگوں نےتو خداکوراضی کرنے والے اعمال بھی خراب کردیے اوراس میں بھی اپنی نفس پرستی شامل کرلی۔اللہ تعالیٰ پوری امت مسلمہ کوپورادین،نماز،روزہ اورزکوۃ سب اپنانے کی توفیق عطافرمائیں اوربدمذہبوں اورسازشیوں کےشر سے اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کومحفوظ رکھے ۔

''واخردعوانا ان الحمدللہ رب العلمین''

الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ واشھدان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھدان سیدنا ونبینا محمداعبدہ ورسولہ ارسلہ اللہ تعالی الی کآفۃ الخلق بین یدی الساعۃ بشیراًونذیراًوداعیاالیٰ اللہ باذنہٖ وسراجاً منیرا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم اما بعد

فاعوذباللہ من الشیطن الرجیم   بسم اللہ الرحمن الرحیم

مَآ اٰمَنَتْ قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا ج اَفَهُمْ يُؤْمِنُوْنَ o وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ o وَمَا جَعَلْنٰهُمْ جَسَدًا لَّا يَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَمَا كَانُوْا خٰلِدِيْنَ o ثُمَّ صَدَقْنٰهُمُ الْوَعْدَ فَاَنْجَيْنٰهُمْ وَمَنْ نَّشَآءُ وَاَهْلَكْنَا الْمُسْرِفِيْنَ o لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ كِتٰبًا فِيْهِ ذِكْرُكُمْ ط اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ o وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَّاَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ o فَلَمَّآ اَحَسُّوْا بَاْسَنَآ اِذَا هُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ o لَا تَرْكُضُوْا وَارْجِعُوْٓا اِلٰى مَآ

اَتْرِفْتُمْ فِيْهِ وَمَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْئَلُوْن o قَالُوْا يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْن o فَمَا زَالَتْ تِلْكَ دَعْوٰىهُمْ حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا خَامِدِيْنَ o (سورۂ انبیاء آیت ۶ تا ۱۵)

اللھم صل علی محمد و علی ال محمد کما صلیت علی ابرھیم

وعلی ال ابراھیم انک حمید مجید

اللھم بارک علی محمد و علی ال محمد کما بارکت علی ابرھیم

وعلی ال ابراھیم انک حمید مجید

قابل قدر بزرگو محترم بھائیو عزیز دوستو ! ایک مسئلہ جو کہ امت مسلمہ میں بہت اہم رہا ہے اسی کی تفصیل اور بعض مہمات عرض کرنے ہیں جس کا عنوان ہے "تحفظ حدود شرع" کہ ایک مسلمان کی حیثیت سے اس مختصر اور فانی زندگی میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو اسے ذمہ داری سونپی گئی ہے اس کی بنیاد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بیان کردہ حدوں، اللہ تعالیٰ کی تعلیمات اور آنحضرت ﷺ کی سنن مبارکہ کے مطابق اپنی زندگی گزارے اور اس کے برعکس جو چیزیں ہیں ان سے پرہیز کرے۔

قرآن کریم میں تحفظ حدود شرع کی اقسام

شریعت کے حدود اور اس کی حفاظت کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں تین قسم کے حالات بیان فرمائے ہیں۔

پہلے وہ احکام ہیں جو یا تو کرنے کے ہیں اور یا نہ کرنے کے ہیں ان میں سے ایک کو "اوامر" کہتے ہیں اور دوسرے کو "نواہی" کہتے ہیں۔ اصل شرع حلت اور حرمت مشروعیت اور عدم مشروعیت انہی کے درمیان ہے اور یہی دین کی اصل تعلیم اور پونجی

ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء علیہم السلام مبعوث فرمائے جنہوں نے اپنی پوری زندگی اسی مسئلہ پر صرف فرمائی کہ خلق خدا کو زندگی گزارنے کے طریقے تعلیم کئے جائیں۔ انسان میں اور دیگر حشرات الارض میں اور حیوانات غیر ناطقہ میں یہی ایک جلی اور بین فرق رکھا گیا ہے کہ انسان کے لئے اس کی زندگی میں کھانے پینے، رہنے سہنے اور مرنے جینے کے لئے ایک مضبوط اور کامل لائحہ عمل دیا گیا اور ایک خاص مقصد حیات کے لئے پیدا کیا گیا اور اس مقصد کی تعلیم و تلقین کے لئے اللہ بزرگ و برتر نے وحی کا انتظام فرمایا، جبکہ اس کے برعکس حشرات الارض میں اور حیوانات غیر ناطقہ میں اس قسم کی کوئی تعلیم موجود نہیں ہے۔

اسی انسان کو فطرت سلیمہ سے نوازا اور پھر اس کی راہنمائی فرمائی اور اسے عقل موہوب عطا کی ہے اور روایات و درایات کا ایک گنجینہ امتوں کو نصیب فرمایا ہے۔ جناب نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ "قال بعثت لاتمم حسن الاخلاق" (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۴۵۴، مؤطا امام مالک ص ۷۰۵) اور "انما بعثت معلما" مجھے سمجھانے کے لئے، شیریں اخلاق اور تعلیم کے لئے بھیجا گیا ہے۔

دوسرے قسم کے مسائل وہ ہیں جن میں گذشتہ امتوں کی تاریخ و احوال بتائے گئے ہیں یہ صارفہ اور سابقہ کہلاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیشتر سورتوں میں احکام کے اول و آخر کی تکمیل و تتمیم کے لئے یا تبیین و تنویر کے لئے مختلف امتوں کے احوال اور خاص کر حضرات انبیاء علیہم السلام جو خداوند تعالیٰ کی ہدایت اور رشد کے سالار ہیں ان کے احوال و کوائف بیان فرمائے ہیں۔

تیسرے قسم کے مسائل وہ ہیں جن میں باغی اور سرکش قوموں کا ذکر کیا گیا اور ان کی تباہی کے اسباب بتائے گئے اور مسلمانوں کو ان سے عبرت حاصل کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ یہ وہ لوگ تھے جن کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے انبیاء مبعوث کئے گئے لیکن انہوں نے سب کی تکذیب کی اور بہت سی جماعتوں نے انبیاء کو قتل بھی کیا۔

کبھی قرآن کریم حضرت نوح علیہ السلام کا قصہ بیان کرتا ہے "انا اوحینا الیک کما اوحینا الی نوح والنبیین من بعدہ "(سورۂ نساء آیت ۱۶۳) ہم نے آپ کو ایسی وحی بھیجی جیسا کہ آپ سے پہلے حضرت نوح کو وحی آئی کبھی قرآن کہتا ہے "والی مدین اخاھم شعیبا""والی ثمود اخاھم صلحا "(سورۂ ہود) ثمودیوں کی طرف حضرت صالح علیہ السلام پیغمبر بن کے آئے اور عادیوں کی طرف حضرت ہود علیہ السلام پیغمبر بن کے آئے مدین والوں کی طرف حضرت شعیب علیہ السلام پیغمبر بن کے آئے صدومیوں کی طرف حضرت لوط علیہ السلام پیغمبر بن کے آئے ہیں اور کبھی قرآن کہتا ہے "واذکر فی الکتٰب ابراھیم انہ کان صدیقا نبیا "(سورۂ مریم آیت ۴۱) قرآن شریف میں ان کو کبھی کبھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ سنایا کریں وہ بڑے سچے اور زبردست پیغمبر تھے "واذکر فی الکتٰب اسمٰعیل انہ کان صادق الوعد وکان رسولا نبیا "(سورۂ مریم آیت ۵۴) اسماعیل علیہ السلام بھی بڑے مضبوط پیغمبر تھے وعدے کے پکے رہے اور اللہ کے یہاں پسندیدہ اور سچے پیغمبر تھے" کان یامر اھلہ بالصلوٰۃ "اپنے اہل وعیال کو نماز کا حکم فرماتے تھے یہ انبیاء کی تاریخ اور ان کی شان تھی۔

انبیاء کرام بھی مشکل میں اللہ ہی کو پکارتے تھے

مزید خدا تعالیٰ فرماتے ہیں "وایوب اذنادی ربہ "حضرت ایوب علیہ السلام کو یاد کرو کہ انہوں نے ہمارے سامنے فریاد کی" انی مسنی الضر وانت ارحم الرحمین " خدایا سخت پریشان ہوں تکلیف برداشت سے باہر ہوگئی آپ رحم فرمایئے "فاستجبنا لہ فکشفنا مابہ من ضر واتینٰہ اھلہ ومثلھم معھم رحمۃ من عندنا وذکرٰی للعٰبدین "اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں پیغمبرانہ دعا کو ہم کب رد کرتے ہیں حضرت رو پڑے کہ خدایا بےبس ہوگیا ہوں ، دعا قبول ہوگئی، تکلیفیں ختم ہوگئیں، خاندان کے خاندان جو دنیا سے گزر چکے تھے بحال کردیئے گئے "وذکرٰی للعٰبدین "اور عبادت گزاروں کے لئے بھی اس میں نصیحت ہے کہ جب ہمیں پکارو گے اور ہمیں مشکل کشا سمجھو گے تو ہم مدد کے لئے حاضر ہوں گے "واسمٰعیل وادریس وذا الکفل کل من الصٰبرین "حضرت اسماعیل علیہ السلام، حضرت ادریس علیہ السلام اور حضرت ذی الکفل علیہ السلام مضبوط لوگ تھے، صابر عربی میں کہتے ہیں خدا کے دین پر ڈٹنے اور جمنے والے کو "وادخلنٰھم فی رحمتنا "سب کو ہم نے اپنی رحمتوں سے نوازا تھا "انھم من الصالحین "(سورۂ انبیاء آیت ۸۳ تا ۸۶)

کبھی قرآن ایک پیغمبر کا قصہ شروع کرتا ہے "وذاالنون اذذھب مغاضباً "مچھلی والے پیغمبر کو یاد کریں جب قوم سے ناراض ہو کر چل پڑے ذونون حضرت یونس علیہ السلام کا نام رکھا، مچھلی والا ایسے پیار محبت میں آپ کسی کو کہتے ہیں ٹوپی والے جیسے عرف میں شفقت کا ایک تلفظ بڑھایا جاتا ہے۔ خداوند تعالیٰ کا معاملہ پیغمبروں سے خوب عظمت اور محبت کا ہے ایک اور

جگہ ارشاد ہوا کہ ''فاصبر لحکم ربک ولا تکن کصاحب الحوت اذ نادی وھو مکظوم '' (سورۂ قلم آیت ۴۸) مچھلی والا ذونون ہمارے مچھلی والے پیغمبر کو کبھی یاد کریں'' اذ ذھب مغاضبا ''جب وہ قوم کو چھوڑ کر دوسرے ملک روانہ ہوئے ناراض ہو کر ''فظن ان لن نقدر علیہ '' (سورۂ انبیاء آیت ۸۷) انہوں نے خیال فرمایا کہ اس طرح بغیر اجازت کے جانے سے ہم ان کے ساتھ سختی نہیں کریں گے۔ ان کی قوم نافرمان اور سرکش تھی تو حضرت نے خیال کیا کہ نافرمان اور سرکش قوم کو چھوڑ کر جانے سے اللہ تعالیٰ کچھ نہیں کہیں گے، لیکن نبیوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ اور طرح کا ہوتا ہے کیونکہ وہ تو ہر لحہ وحی کے پابند ہوتے ہیں۔ خداوند تعالیٰ نے ان کیساتھ اس معاملہ میں باز پرس فرمائی کہ میری اجازت کے بغیر نہیں جانا تھا اور بڑوں کو جب تنبیہ ہوتی ہے تو اس کی کیفیت بھی مختلف ہوتی ہے۔

حضرت یونس علیہ السلام کشتی میں بیٹھ گئے قوم کو چھوڑ کر کہیں اور جا رہے تھے کہ کشتی اچانک بھنور میں پھنس گئی، اس زمانے میں یہ مشہور تھا کہ اگر کوئی غلام اپنے آقا کی اجازت کے بغیر چل پڑے تو کشتی ڈوب جائے گی لوگوں میں دیانت اور سچائی اتنی تھی کہ ایک آقا کی اجازت کے بغیر غلام سفر نہیں کرسکتا تھا۔

تکوینی معاملہ اور اس کی ایک مثال

یہ تکوینی معاملات تھے اس میں انسان تکوینی طور پر اس کا پابند ہو جاتا تھا۔ اس کی ایک مثال دیتا ہوں، بخاری میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ام مسطح جا رہی تھیں ان کا پیر ان کی چادر میں پھنس گیا اور وہ گر گئیں تو یکدم انہوں نے کہا کہ ''تعس

مسطح ''میرا لڑکا مسطح تباہ ہو جائے تو جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ سنا تو ان سے کہا کہ'' اتسبین رجلا قد شھد بدرا '' آپ ایسے آدمی کو بد دعا نہ دیں جو بدر میں شریک ہوا ہے، بدری صحابی ہیں، اگر چہ آپ کا بیٹا ہے تو اس نے کہا کہ ''ای ھنتاہ الم تسمعی ما قالوا '' (بخاری ج ا ص ۳۶۴، مسلم ج ۲ ص ۳۶۵) آپ کو معلوم نہیں کہ وہ آپ کے بارے میں بے احتیاطی کی باتیں کرنے لگا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ابھی تک پتہ نہیں چلا تھا کہ ان کے پیچھے کیا کیا باتیں مشہور ہو رہی ہیں۔

محدثین لکھتے ہیں کہ جب ام مسطح کا پاؤں پھسل گیا تو وہ سمجھ گئی کہ یہ جو بچے نے کوئی نالائقی کی ہے شاید اس کی سزا مجھے مل رہی ہے لوگوں میں صدق تھا اور غیرت تھی اس لئے ان کو اپنی یا اپنی اولاد کی ہر غلطی کا اندازہ ہو جاتا تھا۔

حضرت یونس علیہ السلام جب کشتی میں بیٹھ گئے تو وہ کشتی بھنوروں میں پھنس گئی اور کشتی بان نے اعلان کیا کہ کوئی شخص اگر اپنے آقا کی اجازت کے بغیر آیا ہے تو وہ کشتی سے اتر جائے ورنہ کشتی ڈوب رہی ہے ''فساھم '' قرآن کہتا ہے قرعہ ڈالا ''فکان من المدحضین '' (سورۂ صٰفٰت آیت ۱۴۱) حضرت یونس علیہ السلام کا ہی نام نکل آیا، حضرت یونس علیہ السلام سمجھ گئے کہ مجھے اجازت کے بغیر سفر نہیں کرنا تھا۔

ہر پروگرام میں شریعت کا لحاظ ضروری ہے

آج کا دور آپ خود دیکھ رہے ہیں کہ کسی کو کسی قسم کی اجازت کی ضرورت ہی نہیں ہے، لوگ بڑے بڑے کام کرتے ہیں لیکن شریعت سے اس میں کوئی راہنمائی نہیں

لیتے کہ ہماری شریعت ہمارے اس پروگرام میں ہم سے کیا تقاضہ کر رہی ہے۔ ہزاروں میں کوئی ایک خوش قسمت مسلمان ملے گا جو جائز و نا جائز حرام و حلال کا فرق کرتا ہوگا۔ ورنہ تو جس طرح آج کل شریعت پر خنجر چلائے جاتے ہیں وہ ایک درد و غم کا افسانہ ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ ہم پریشان ہیں، مہنگائی بڑھ گئی ہے، حکمران ظالم ہیں میں کہتا ہوں کہ غنیمت ہے کہ ابھی تک آسمان سے پتھروں اور آگ کی بارش نہیں ہوئی ہے ورنہ ہمارے اعمال کا جو حال ہے وہ آپ مجھ سے بہتر جانتے ہیں۔ اتنی زندگی جہالت میں گزارنا یہ بہت بڑا جرم ہے اور بہت بڑا نا کارہ گناہ کا ارتکاب ہے۔ ولادت پہ ہمارے پاس آجاتے ہیں کہ نام رکھ دیں، نام رکھ لیتے ہیں لیکن یہ کسی کو بھی فکر نہیں ہوتی کہ یہ کام کیا کریگا، اس کو کلمہ اسلام کا پڑھواتے ہیں اور پھر اسے انگریزی سکولوں میں انگریز بنانے کے لئے ڈال دیتے ہیں۔ صبح ساڑھے چھ اور چھ بجے ننھے منھے بچے راستوں میں کھڑے رہتے ہیں اپنی بسوں کے انتظار میں، اسلام کا کوئی ہو جو قوم کی اس ذریت پر رحم کرے اور ان کو ان کے نبی کی تعلیمات کے بارے میں بتائے۔ ان معصوموں کی یہ قرآن پڑھنے کی عمر ہوتی ہے اور یہ انہیں A,B,C,D یاد کرواتے ہیں۔ اسلام کا کوئی ہوتا تو ان کا احتساب کیا جاتا۔

حضرت یونس علیہ السلام کو دریا میں ڈالا گیا اور ان کو مچھلی کھا گئی، وہ مچھلی بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کی گئی تھی جس نے ایک پیغمبر کو پیٹ میں لے لیا یہ خدا کے کام ہیں کہ ایک پیغمبر اجازت کے بغیر چند قدم لے چکے ہیں تو قرعہ بھی ان کا نکلا، کشتی سے بھی نہیں گرایا اور پانی میں بھی ڈبویا مگر ہے تو لاڈلا پیغمبر اس لئے مچھلی کو پہلے سے تیار رکھا تھا کہ میرا پیغمبر پانی میں آرہا ہے خیال رکھو اور اسے پوری حفاظت سے لے لینا۔

اللہ تعالیٰ کے فیصلے اور ان کی حکمتیں

یہ اللہ تعالیٰ کی عادت ہے جیسے حضرت حسین رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقاء کی کربلا میں امداد نہیں فرمائی اور وہ سب شہید ہو گئے لیکن بعد میں یزید اور اس کے اعوان و انصار میں ایسی آفت آئی کہ کبھی انہوں نے آرام کے دن نہیں دیکھے اور نہ ہی چین کی نیند سو سکے۔

حضرت زکریا علیہ السلام کی قوم جب ان کے قتل کی در پے ہوئی تو انہوں نے درخت کو کہا کہ "اعــزنــی" مجھے پناہ چاہیے تو درخت کو حکم ہوا جگہ دے دو، لیکن جب قوم درخت پر آرا چلانے آئی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اب فریاد نہیں سنوں گا جس درخت سے پناہ مانگی ہے اسی سے کہو پہلے مجھے کیوں نہیں یاد کیا؟۔ یہ اللہ تعالیٰ کی تدابیر ہیں اور انتظام ہے کہ مخلوق کو اس کی حیثیت کے مطابق ہی رکھا جائے۔ دنیا میں اگر ایک آقا ناراض ہو جائے تو تنخواہ بند، گھر سے خارج، نوکری ڈس مس آپ خود سوچیں کہ خدا تعالیٰ اگر ایسا ناراض ہو جائے تو لوگ کہاں جائیں گے۔

اس لئے گمراہ اور بے دینوں کو سورہ رحمٰن میں کہا ہے کہ میری خدائی کی سرحدوں سے باہر ہو سکتے ہو تو ہو کر دکھاؤ "یٰمعشر الجن والانس ان استطعتم ان تنفذوا من اقطار السمٰوٰت والارض فنفذوا" پھر خود فرمایا "لاتنفذون الابسلطٰن" (سورۂ رحمٰن آیت ۳۳)

اتنا زور اور غلبہ کہاں ہے کہ آپ اللہ رب العزت کی سلطنت سے باہر جائیں گے "فبای الاء ربکما تکذبٰن" پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میری کس کس نعمت اور احسان کو تم نظر انداز کرو گے اور جھٹلاؤ گے۔

حضرت یونس علیہ السلام کی عاجزی وانکساری

حضرت یونس علیہ السلام کے واقعہ میں قرآن کہتا ہے کہ حضرت مچھلی کے پیٹ میں بھی خدا کا ذکر کر رہے تھے اور لوگ دفتر جا کے نماز چھوڑ دیتے ہیں، اور معمولی سی تکلیف ذرا نیچے سے اوپر ہو جاتی ہے تو یہ سارا ٹائم ٹیبل غلط کر دیتے ہیں قرآن اسی کو ذکر کرتا ہے ''فنادی فی الظلمات'' حضرت نے مچھلی کے پیٹ میں سے آواز لگائی ''ان لا اله الا انــــت '' آج بھی آوازیں لگائیں جاتی ہیں کوئی کہتا ہے یا حسین کوئی کہتا ہے یا علی اور کوئی آواز لگاتا ہے کہ یا شیخ عبدالقادر جیلانی اور

زمین وآسماں تیری   معین الدین اجمیری

دیکھنا یہ ہے کہ نبیوں کے طریقے پر کون ہے؟ وہ ہیں جو صرف اللہ ہی کو پکارتے ہیں دیکھو نبی نے مشکل وقت میں صرف اللہ ہی کو پکارا ''لا الــه الا انت سبحنک '' اے اللہ آپ کے سوا کوئی بھی حاجت روا نہیں، کوئی بھی مشکل کشا نہیں، کوئی بھی قریب اور دور سے سننے والا نہیں اور کوئی بھی کارساز نہیں ہے، تیری ذات پاک ہے کہ تیرے سوا کوئی بھی ہو نبی یا ولی کسی کے کام نہیں آ سکتا کسی کو اختیار نہیں ہے۔ ''سبــحـنک '' خدایا تیری ذات پاک ہے تمام عظمتیں اور بھلائیاں آپ میں جمع ہیں ''انی کنت من الظلمین '' بے شک مجھ سے اپنے بارے میں نامناسب فعل سرزد ہو گیا، مجھے آپ کی اجازت سے آنا چاہئے تھا، ایک اجازت نہیں لی گئی تو مچھلی کے پیٹ میں معافی مانگ رہے ہیں، خدایا معاف فرما، مجھ سے خطا ہو گئی اگر آپ سے پوچھ لیتا تو کچھ نہ ہوتا، ایسی دل وجان سے دعا

مانگی کہ فرش تا عرش پورا ماحول سازگار ہو گیا ''فاستجنباله'' اللہ فرماتے ہیں ہم نے ان کی دعا قبول کی ''ونـجـیـنـــه مـن الـغـم '' اور ہم نے ان کو اس بڑے غم سے نجات دی ''وکـذلـک نـنـجـی الـمـؤمنین '' اور اسی طرح اگر مسلمان بھی صرف ہم سے مانگیں تو نجات دینے والے ہم ہی ہیں۔ (سورۂ انبیا آیت ۸۷،۸۸)

یہ قرآن اس نبی معصوم کے قصے کو اس لئے بیان کر رہا ہے کہ لوگ پیروں سے مانگنے لگے ہیں اور قبروں پہ جا کے چادریں چڑھانے لگے ہیں یہ سب ہوش میں آجائیں اور اپنے بنانے والے سے مانگنا شروع کر دیں۔ قرآن نبیوں کے یہ قصہ اس واسطہ بیان کرتا ہے تا کہ پتہ چلے کہ خدا کی ہر مخلوق خدا کے سامنے بے بس ہے جو جتنا بڑا ہے اتنا خدا کے سامنے عجز اور بندگی بجا لانے والا ہے اور جس کرب اور درد میں بھی ہو فریاد صرف ایک کے سامنے ہو گی۔

واقعہ کا نچوڑ ! تین باتیں

''وکذلک ننجی المومنین '' مسلمانوں کو بھی ہم اسی طرح بچائیں گے۔ اس کے تین مطلب ہیں۔

پہلا مطلب تو یہ ہے کہ مسلمان اسے کہتے ہیں کہ وہ مشکل کشا اور حاجت روا صرف ایک اللہ کو مانے، جس کے خداؤں کی تعداد ہی نامعلوم ہو، ہر ملک کی درگاہ الگ اور ہر قبر جس پر جھنڈا ہے اس کو داتا بنایا ہوا ہے، وہ مسلمان نہیں ہے، حضرت یونس علیہ السلام کا پورا قصہ اس کا شاہد عدل ہے۔

دوسرا یہ کہ مسلمان، مسلمان تب ہو گا جب اس کی زندگی، اس کے عقیدے کے

مطابق ہو۔آپ غور کریں کہ کتنی تکلیف اور صدمے کا وقت ہے لیکن حضرت یونس علیہ السلام
سوائے خدا کے کسی اور کا نام بھی لب پر نہیں لائے ۔

تیسرا یہ کہ اس کلمے میں بھی تاثیر ہے "لاالہ الا انت سبحنک انی کنت
من الظلمین " کہ جب یہ کلمہ کثرت سے پڑھا جائے تو اللہ غموم وہموم سے اور پریشانیوں
سے عافیت عطا فرماتے ہیں۔

"لاالہ الا انت سبحنک انی کنت من الظلمین" کی تاثیر

پیغمبر تو عالی الرتبت ہوتے ہیں ان کا ایک دفعہ کہنا زمین وآسمان سے بڑھ کر ہے
،حضرت یونس علیہ السلام خدا کے پیارے نبی ہیں مچھلی کے پیٹ میں ذکر کررہے ہیں"
لاالہ الا انت سبحنک انی کنت من الظلمین "سوال یہ ہے کہ قوم کتنا ذکر کرے
؟ ہم کتنا کریں؟ ایک نبی کی امت کا بڑے سے بڑا فرد جیسے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ
عنہ کو لے لیجیے،حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں ،تابعین میں سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ لے
لیں ،محدثین میں سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ لے لیں اور اولیاء اللہ میں حضرت شیخ
عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ لے لیں ،اگر ایک نبی کی قدوقامت ان کے سامنے دیکھنی ہوتو ایسا
سمجھیں کہ جیسے یہ ایک ،ایک سوالاکھ ہوں اور نبی اکیلا ہوتو یہ سوالاکھ مل کر ایک نبی کے برابر
بنیں گے۔اس لئے مفسرین نے لکھا ہے کہ امت سوالاکھ بار پڑھے تو تجربہ یہ ہے کہ اللہ
تعالیٰ وہ پریشانی اور وہ تکالیف جو درپیش ہو اس کے حل کرنے میں اور دور کرنے میں اپنے
بندے کی امداد فرماتے ہیں۔امام قرطبی رحمہ اللہ نے مجربات میں نقل کیا ہے کیونکہ حضرت

یونس علیہ السلام کی قوم "نینوا" کی تعداد سوالاکھ تھی اور انہوں نے بھی استغفار کیا تھا ان سے
بھی وقتی طور پر بلاٹل گئی تھی۔

میرے بھائیوں درگاہوں پہ جانے کی ضرورت نہیں ہے،عرسوں کی مختلف رسوم
کی بھی کوئی حاجت نہیں ،مختلف اوقات میں صرف دو کام کرو ایک تو استغفار کا کلمہ اپنی زبان
پر جاری رکھو" استغفر اللہ الذی لا الہ الا ھوالحی القیوم واتوب الیک
" کیونکہ استغفار سے اللہ فرماتے ہیں بخشش بھی ہوجائے گی ،بارش بھی ہوگی بیٹے بھی
ہونگے باغات بھی بحال ہوجائیں گے مال بھی مل جائے گا جنت بھی مل جائے گی۔سورۃ
نوح میں ہے کہ "مالکم لاترجون للہ وقارا "تمہیں کیا ہوا ہے؟ تمہارے عقیدہ ہی
نہیں بنتا اللہ سے رجوع کرنے کا۔

لوگوں کی ایک غلط عادت اور اس کی اصلاح

اللہ خود فرماتا ہے کہ دنیا میں کوئی ایسا مسلمان جو یہ مضمون سنے اور عمل کرے کبھی
بھی ناکام نہیں ہوگا۔لیکن مسلمانوں کا حال تو کاغذ سے زیادہ باریک ہو چکا ہے، یہ مرد ہوکر
عورتوں کی طرح کچی باتیں کرتے ہیں۔جب بھی انکو کسی ورد یا وظیفہ کے بارے میں بتایا
جاتا ہے تو یہ اس وظیفہ کو بنی اسرائیل کی گائے بنادیتے ہیں"کتنا پڑھیں"،"کب پڑھیں"،
"کیسے پڑھیں"،"کون کون پڑھے" ان میں اتنی عقل نہیں ہوتی کہ اگر اس قسم کی بندشیں
ہوتیں تو بتانے والا خود سب کچھ بتادیتا، بس جیسے کہا گیا ہے اس طرح عمل کرو فائدہ ہوگا، میں
اس لئے کہتا ہوں کہ اس قوم نے مغربی تعلیم پاکر اپنا مذہبی تقدس اور اطمینان کھودیا ہے۔یاد

رکھیں یہ اتنے سارے سوالات اس بات کی دلیل ہیں کہ اسے اب بھی اسلام کی تعلیمات پر عدم اطمینان ہے۔ آج کل تو ذہن اتنے پراگندہ ہو گئے ہیں کہ اعمال مشکل ہوتے جارہے ہیں اس دور میں عمل کرنا جب کہ ہر طرف ابتری پھیلی ہوئی ہے اور سب سے زیادہ مسلمانوں کے عقائد و اعمال نشانہ بن رہے ہیں بہت مشکل کا وقت ہے، اللہ تعالیٰ محفوظ فرمائے۔

محرم الحرام اور ہمارے ملک کی بدقسمتی

محرم الحرام کے مہینے میں آپ نے دیکھا کہ ہمارا ملک بالکل ایسا منظر پیش کر رہا ہے جیسے اس ملک میں صرف ایک قوم آباد ہو، دشمنان صحابہ اور دشمنان خدا اور سول جیسے اور کوئی مسلمان اس ملک میں ہے ہی نہیں۔ ساری ایجنسیاں ان کے امام باڑوں میں ان کی خدمت میں لگا دی گئیں، پورے ملک کا سرمایہ ان پر خرچ کیا جارہا ہے۔ وہ کام جو قرآن وسنت کے سو فیصد منافی ہے اور بغاوت ہے۔

یاد رہے اس قوم کا نوے (۹۰) فیصد تو اہل سنت والجماعت سنی مسلمان ہیں، دس فیصد میں قادیانی بھی ہیں اور زرتشت بھی ہیں، یہود بھی ہیں اور عیسائی بھی ہیں، تقریباً پورا ملک صحابہ کی تعظیم اور تکریم ماننے والا ہے مگر خدمت دشمنوں کی ہو رہی ہے اور وہ بھی صحابہ کے دشمنوں کی۔

صرف اس سے کہ ہم نے صاف کپڑے پہنے ہیں اور جبے اوڑھے ہیں کچھ نہیں ہوگا ہمیں اپنا عقیدہ درست کرنا ہوگا اور ان سب دشمنان خدا اور رسول کا مقابلہ کرنا ہوگا۔

آخر ان کا اپنا ملک بھی تو ہے وہ یہ سب تماشے وہاں جا کر کیوں نہیں کرتے وہاں

پر کیوں طغیانی اور بغاوت کے جلوس نہیں نکلتے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کو اپنے ملک میں امن چاہیے۔ ان کے ملک میں تمام ماتم گھروں پر ہوتے ہیں اور تمام واویلہ امام باڑوں کے اندر ہوتا ہے باہر کوئی نہیں نکل سکتا ہے۔ دنیا میں صرف ایک ایسا ملک ہے جس میں پدر آزادی ہے اور ان سے کوئی پوچھنے والا نہیں ہے، جن علماء نے اور جن لوگوں نے ان کے خلاف تحریکیں چلائیں وقتاً فوقتاً سب کو سزائیں دی گئیں اور ایسے بھی ہمارے ملک میں ہیں جو اپنے آپ کو اہلسنت والجماعت سمجھتے ہیں لیکن اس مہینے میں ان کا حال روافض سے بدتر ہوتا ہے ایسے ظالم بھی آپ کو ملیں گے۔

اس لئے صرف کارخانہ چلانا یا دوکان آنا جانا یہ کوئی امن نہیں ہے، جنہوں نے بہت زیادہ پیسہ کمایا ہے ان کا حال آپ سب مجھ سے زیادہ جانتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ جاہ وحشمت مال و دولت جسے دنیا سمجھتی ہے سو فیصد غلط ہے۔ عزت اور تسکین اسے کہتے ہیں کہ مسلمانوں کے عقائد و اعمال کو عزت اور عظمت حاصل ہو۔ اس لئے اللہ رب العالمین قرآن میں فرماتے ہیں کہ پیغمبروں کے قصے پڑھو پیغمبروں نے ناگفتہ بہ حالات میں اللہ کے دین کا کلمہ بلند کیا ''فاستجبنالہ و نجینٰہ من الغم و کذٰلک ننجی المؤمنین '' کثرت سے استغفار اور کثرت سے آیۃ کریمہ پڑھو۔

اوراد و وظائف کے سلسلے میں ایک اہم بات

خداوند تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اپنی زندگی صحیح نہج پر ڈالیں، آپ خود سیدھے ہو جائیں، زبان اور سینے پر اسلام کا کلمہ جاری کریں، اہل خانہ کو کلمہ خیر سمجھائیں بال بچوں سے

پڑھوائیں دفتر بند کریں، کاروبار دو چار دن چھوڑ دیں، جب آپ اس کو کام سمجھیں گے تب یہ آپ کو فائدہ دیگا۔ لوگوں کو جمع کرنے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا مسئلہ آپ کا ہے جب تک آپ خود فکر مند نہیں ہونگے اس وقت تک کچھ بھی نہیں ہوگا،

ہاتھ اٹھائے ہیں مگر لب پر دعا کوئی نہیں
کی عبادت بھی تو وہ جس کی جزاء کوئی نہیں

کسی کے پڑھنے سے کچھ نہیں ہوتا جب تک آپ پوری کوشش خود نہ کرلیں۔

دیکھو حضرت زکریا علیہ السلام سو سال کی عمر میں اللہ تعالیٰ سے اولاد مانگ رہے ہیں "وزکریا اذ نادی ربہ رب لا تذرنی فردا" اے خدایا مجھے تنہا نہ چھوڑ" وانت خیر الوارثین "(سورۃ انبیاء آیت ۸۹) ویسے بہترین وارث تو سب کے آپ ہیں، سوسال عمر ہو چکی ہے بیٹا نہیں ہے اور خدا سے بیٹا مانگ رہے ہیں۔ کیونکہ حضرت زکریا علیہ السلام نے ایک مقام دیکھا تھا کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو بے موسم پھل آرہے ہیں وہ حضرت زکریا علیہ السلام کی تربیت میں تھی۔ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی کرامات دیکھ کر حضرت زکریا علیہ السلام سمجھ گئے کہ مانگنے میں دیر نہیں کرنا چاہیے اور فوراً اپنی عاجزی رب کے حضور پیش کی۔

مفسرین لکھتے ہیں کہ حضرت زکریا علیہ السلام نے پہلے بھی بہت مانگا ہوگا، مگر مانگنے کے بھی اوقات ہوتے ہیں۔ بزرگان دین کی کرامات اور ان کی برکات کا جب ظہور ہو تو خدا کی رحمتیں قریب آجاتی ہیں۔

میں ایک زمانے میں ایک تکلیف کے لئے کچھ کلمات پڑھتا تھا مگر جیسا ہونا

چاہیے تھا ایسا آرام نہیں آیا، اچانک خیال آیا تو میں نے اپنے ایک استاذ سے ذکر کیا تو انہوں نے بھی وہی کلمہ بتایا اور اب جب میں نے وہ کلمہ ایک دفعہ پڑھا تو تکلیف ختم ہوگئی

گفتہ او گفتہ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

کچھ ایسے کم عقل بھی ہوتے ہیں کہ جب ان کو کوئی وظیفہ دیا جاتا ہے تو فوراً کہتے ہیں کہ میں تو یہ پہلے ہی سے پڑھ رہا تھا۔ اس کا کچھ پتہ نہیں کہ کسی ٹیسٹ پیپر میں دیکھ کے پڑھ رہا تھا یا کسی ہندو کی جنتری میں دیکھ کر پڑھنے لگا ہے۔ نہ موقع محل سمجھتے ہیں اور نہ اوقات کا لحاظ کرتے ہیں بس طوطے کی طرح پڑھنا سیکھ جاتے ہیں۔ خود اپنے چھرے سے اپنے آپ کو ذبح کرتے ہیں، اتنی عقل اور تہذیب نہیں ہے کہ خاموش رہیں اور کہیں کہ ٹھیک ہے آج آپ کے کہنے کے بعد دل سے پڑھوں گا تا کہ اثر ہو جائے۔

غور کریں کہ حضرت زکریا علیہ السلام خود پیغمبر ہیں لیکن پھر بھی حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے پاس بے موسم پھل دیکھ کر خداوند تعالیٰ سے کہا کہ اب تو بیٹا دے دیں، اللہ تعالیٰ نے جواب دیا "فاستجبنا له "ہم نے ان کی بھی دعا قبول کی" ووھبنا له یحییٰ "اور ان کو بیٹا دے دیا اور اس کا نام بھی رکھ دیا گیا،" واصلحنا له زوجه "اور ان کی بیوی بھی ٹھیک کردی صحت مند ہوگئی،" انهم کانوا یسارعون فی الخیرات و یدعوننا رغباً ورهباً "(سورۃ انبیاء آیت ۹۰) کیونکہ یہ خیر میں آگے رہتے تھے اور ہر حال میں صرف ہمیں (اللہ) پکارنے والے تھے، معلوم ہوا کہ شرک اور بدعتی کی کوئی دعا، دعا نہیں ہے اور نہ قبولیت کا درجہ رکھتی ہے" یدعوننا رغباً و رهبا" کیونکہ خوشی میں بھی اور تکلیف کے

وقت بھی ہمیں ہی آواز دے رہے ہیں۔قرآن کریم شرک اور بدعتی کی جڑیں کاٹ رہا ہے پہلے یہ بتایا کہ ''وزکریا اذ نادی ربه ''زکریا علیہ السلام کو یاد کرو جب اپنے اللہ کو پکارنے لگے،کرامتیں مریم کے کمرے میں دیکھیں تو مریم کو نہیں کہا کہ بیٹا دیں،اللہ کے حضور التجا کی۔

مشرک اور بدعتی ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی رحمتوں سے محروم ہے

یہ مشرک اور بدعتی ایسے ہیں کہ مُردوں سے مانگ رہے ہیں،پیغمبر کو دیکھو زندہ سے نہیں مانگا مانگنے کی جگہ صرف ایک ''واللہ ھو المستعان ''مدد کی جگہ صرف ایک ہے کوئی نہیں آسمان وزمین میں جو کسی کو کچھ بھی دے سکے سوائے ایک اللہ کے۔ پتہ چلا کہ کرامات برحق ہے،کرامات کی وجہ سے استجاب دعا برحق ہے،مقام کرامات اور غیر کرامات میں فرق بھی برحق ہے مگر یاد رکھنا مانگنے کی جگہ صرف اللہ کی ذات ہے۔قرآن یہ قصے اس لئے بیان کرتا ہے تاکہ لوگوں کا ایمان بنے اور اللہ سے مانگنے کا طریقہ اور ادب سیکھ لیں پھر قرآن کہتا ہے ''وکانوا لنا خشعین'' صرف ہم سے ڈرنے والے تھے اور کسی سے ڈرتے نہیں تھے۔یہ بے دین غیر اللہ سے ڈرتے ہیں اور ڈر کے ان کو پکارتے ہیں وہ بڑا بابا ڈبو دے گا،کام روک لے گا،وہ کارخانہ بند کرادے گا،قرآن کو دیکھو اللہ فرماتے ہیں نبی میرے علاوہ کسی سے نہیں ڈرتے اور ان کا قصہ اس لئے قرآن میں پڑھو تا کہ تم میں خدا کا خوف آئے اور خداوند تعالیٰ کے علاوہ اوروں کا خوف اور خطر تیرے دل سے نکلے۔

ایک دل میں اور سینے میں دو کی محبت یا دو کا خوف ایک ہی وقت میں کبھی جمع نہیں ہوگا جب غیر اللہ کو حاجت روا اور مشکل کشا سمجھنے لگے تو خدا کی قدرت اور سلطنت دل سے

نکل گئی۔اس لئے آج ادھر جا رہے ہیں آج ادھر مانگ رہے ہیں۔آپ کو ایک جگہ معلوم نہیں ہے کہ نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ کے سامنے روئے کہ خدایا تو ہی مشکل کشا اور حاجت روا ہے، کتنا آسان دین ہے جس سے انبیاء بھی مانگ رہے تھے اولیاء بھی مانگ رہے تھے۔سارا جہان مانگ رہا ہے'' یسئله من فی السموٰت والارض ''اللہ فرماتا ہے آسمان وزمین کی ہر مخلوق مجھ ہی سے مانگتی ہے''کل یوم ھو فی شان'' (سورۂ رحمٰن آیت ۲۹) ہر دن اللہ اپنے خدائی کے انتظام میں مصروف ہے۔

اسلامی عقائد اور تعلیمات کی حفاظت سب سے اہم فریضہ ہے

تحفظ حدود شرع اور اسلامی عقائد اور تعلیمات کی حفاظت سب سے اہم فریضہ ہے۔برادریوں کا لحاظ،خاندانوں کا خیال،دوستوں کا خیال،قوم کا خیال اور زبان کا خیال یہ سب چھوٹی چیزیں ہیں اس سے انسان کی عزت اور آبرو کبھی بھی محفوظ نہیں ہوگی ''ایبتغون عندھم العزة ''کیا ان کی وجہ سے آپ کو عزت ملے گی'' فان العزة لله جمیعا ''(سورۂ نساء آیت ۱۳۹)عزت کے خزانے صرف اللہ کے یہاں ہے اور کہیں سے نہیں ملے گی،اس لئے دوستو اس فتنے کے دور میں عقائد اسلامیہ توحید کے عقیدہ اور سنت کی اتباع کا سخت خیال رکھو۔کسی مسلمان سے ملو تو پہلے یہ تعلیم دو،کہیں وہ بابوں سے مانگنے والا نہ ہو بابوں سے اور درگاہوں سے لوگوں کو چھڑاؤ اور اسے ایک خدا کی عظمت کی تعلیم دیں۔

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک حکایت

شیخ سعدی رحمہ اللہ نے ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک بادشاہ کہیں شکار کے لئے جنگل

کی طرف نکلا اور دور نکل گیا، گرمی کا موسم تھا تھوڑی دیر کے لئے وزیر اور سامان سب کچھ پیچھے رہ گئے۔ بادشاہ کی زبان پیاس سے نکلنے لگی، اچانک دیکھا کہ ایک پہاڑ کے نیچے ایک جھونپڑی بنی ہوئی ہے اندر جا کے دیکھا تو ایک ملنگ عبادت میں مشغول ہے خدا کا نیک بندہ، بادشاہ نے پانی مانگا، اس نے مٹکے سے پانی پلایا تھوڑی دیر بعد اور پلایا بادشاہ دم بخود ہوا، اتنی دیر میں پیچھے سے قافلہ بھی پہنچ گیا۔ بادشاہ نے اس ملنگ سے کہا کہ آپ نے میرے ساتھ بڑا احسان کیا ہے اس جنگل کے باہر جو شہر ہے میں اس کا بادشاہ ہوں کبھی آجانا اس نے کہا ہم ملنگ لوگ ہیں مست ہیں ہماری یہی بادشاہت ہے شہر میں کیا کرنا ہے۔

خدا کا کرنا تھا کہ ملنگ کسی کام سے شہر آگیا خیال آیا کہ اس بادشاہ سے ملنا چاہئے جو میرا دوست بنا تھا، آج دیکھتا ہوں کہ مجھ سے ملتا بھی ہے یا نہیں بادشاہ کے محل میں پہنچا اور چوکیدار سے کہا کہ مجھے بادشاہ سے ملنا ہے اس نے اوپر نیچے سے دیکھا اور ملنگ کو بھگانے لگا تو ملنگ نے کہا کہ آپ بادشاہ سے کہو کہ جنگل سے ایک ملنگ آیا ہے وہ آپ سے ملنا چاہتا ہے۔ بادشاہ رحم دل اور نیک آدمی تھا فوراً اجازت دے دی۔ ملنگ کو اندر لے آئے جب یہ اندر چلا گیا تو بادشاہ نماز سے فارغ ہو چکا تھا اور دعا میں مصروف تھا، جب وہ دعا سے فارغ ہوا تو بادشاہ اس ملنگ سے بغلگیر ہوا اور ملنگ کی بڑی خاطر تواضع کی اور کہا کہ بس ملنگ بابا جو مانگنا ہے مانگو یہ سارا شہر میرا ہے۔ ملنگ ہمارے زمانے کے پیروں کی طرح نہیں تھا کہ بس جو مرید بھی ہاتھ آئے اس کی جیب خالی کر دے۔ وہ تو خدا کی محبت کا طلبگار تھا اس نے کہا بادشاہ سلامت کچھ دینے سے پہلے مجھے ایک بات سمجھاؤ جب میں محل میں داخل ہوا تو آپ قبلہ رخ بیٹھے ہوئے تھے اور ہاتھ اٹھائے ہوئے تھے آپ کس سے کیا مانگ

رہے تھے؟ بادشاہ نے جواب دیا کہ دعا کر رہا تھا؟ تو ملنگ نے کہا کہ دعا کا کیا مطلب آپ تو خود بادشاہ ہیں کیا مانگ رہے تھے، بادشاہ نے جواب دیا کہ رعایا کو امن ہو، ملک سلامت رہے، کوئی دشمن حملہ آور نہ ہو جائے، بیماریاں اور تکلیفیں نہ آئیں۔ تو ملنگ نے کہا کہ کیا کوئی ایسی ذات بھی ہے جس سے بادشاہ مانگتا ہے، تو بادشاہ نے جواب دیا کہ ہاں اس کو ''خدا'' کہتے ہیں۔ ملنگ نے جواب دیا کہ بس تو پھر میں بھی اسی سے مانگوں گا جس سے بادشاہ مانگتا ہے، آپ تو خود محتاج ہیں تو محتاجوں سے نہیں مانگا جاتا جو واقعی بادشاہ ہو وہ ہی حقدار ہے کہ اس سے مانگا جائے۔

اللہ رب العزت ہماری امت مسلمہ کے عقائد و اعمال کی حفاظت فرمائے اور ہر قسم کے شرک و بدعت سے محفوظ فرمائے۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

الحمد لله نحمده و نستعينه و نستغفره و نؤمن به ونتوكل عليه ونعو ذ بـا لله مـن شرور انفسنا ومن سيات اعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فـلا ها دى له واشهدان لا اله الا الله وحده لا شريک له واشهد ان سيدنا ونبينا مـحـمـداعبـده ورسـولـه ارسـلـه الله تـعـالـى الى كآفة الخلق بين يدى الساعة بشيـراً ونـذيـراً وداعيـاالـيٰ الله بـاذنـهٖ وسـراجاً منيرا صلى الله تعالىٰ عليه وآله واصحا به وبارک وسلم اما بعد

فا عوذ بالله من الشيطن الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم

وَاَنْزَلَ اللّٰهُ عَلَيْکَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَکَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ط وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْکَ عَظِيْمًا (سورۂ نساء آیت ۱۱۳)

وقال الله تعالىٰ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ج وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَا نْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِکَ ص (سورۂ ال عمران آیت ۱۵۹)

و قال الله تعالىٰ وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (سورۂ انبیاء آیت ۱۰۷)

اخرج الامام الهمام امير المومنين فى الحديث محمد بن اسماعيل البخارى رحمة الله عليه عن ابى هريرة قال قال النبى صلى الله عليه وسلم ما من

الانبيـاء نبى الا اعطـى ما مثله اٰمن عليه البشر او كما قال صلى الله عليه وسلم (بخاری شریف ج ۲ ص ۷۴۴)

اللهم صل علىٰ محمد وعلىٰ آل محمد كما صليت علىٰ ابراهيم
وعلىٰ آل ابراهيم انک حميد مجيد

اللهم بارک علىٰ محمد وعلىٰ آل محمد كما باركتعلىٰ ابراهيم
وعلىٰ آل ابراهيم انک حميد مجيد

معجزے لائے ہیں جتنے بھی رسولان کرام
آپ کے نور نبوت کی وہ کرنیں ہیں تمام

فمبلغ العلم فيه انه بشر وانه خير الخلق كلهم

وہ بشر ہیں حد یہی ہے میرے علم و فہم کی
سب سے مخلوقات میں افضل عظیم القدر بھی

قابل قدر بزرگو محترم بھائیو اور عزیز دوستو! رسول اللہ ﷺ کے مقامات اور آپ ﷺ کے مبارک رتبے اور مرتبے اتنے زیادہ ہیں جتنا اس کائنات کا طول اور عرض، اس میں خلقتیں ہیں، اللہ کی قدرت کی نشانیاں اور دلیلیں ہیں۔ ان تمام سے جناب رسول اللہ ﷺ کے معجزات زیادہ ہیں۔

تمام پیغمبروں کو معجزات دیئے گئے تھے

اہلسنت والجماعت کا اس پر اتفاق ہے کہ ہر نبی اور رسول کو کم از کم ایک معجزہ دیا گیا ہے کوئی نبی اور رسول ایسا نہیں جس کا کوئی معجزہ نہیں تھا۔ ایک سے زیادہ معجزات ایک ایک

پیغمبر کے ہوئے ہیں، قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ اسلام کے بارے میں فرمایا ''ولقد اتینا موسٰی تسع ایٰت بینٰت '' (سورۂ اسراء آیت ۱۰۱) حضرت کو ہم نو بڑے معجزات دے چکے ہیں اور مفسرین لکھتے ہیں کہ یہ نو (۹) معجزات توریت کے علاوہ ہیں توریت آسمانی کتاب تھی جو کہ حضرت موسیٰ علیہ اسلام کی نبوت اور رسالت کی دلیل و برہان کے طور پر حضرت کو دی گئی تھی۔

حضرت عیسیٰ علیہ اسلام کے بارے میں قرآن کہتا ہے کہ ''وابرئ الاکمہ والابرص واحی الموتٰی باذن اللہ '' اکمہ مادرزاد اندھے کی بینائی واپس کر دینا اور برص کے مریض کو دم کر کے اس کا ٹھیک ہو جانا نا بینے کی روشنی کا واپس آجانا اور ''وانبئکم بما تاکلون '' جو کچھ تم کھاتے ہو'' وما تدخرون فی بیوتکم '' (سورۂ آل عمران آیت ۴۹) اور جو گھروں میں چھوڑ آئے ہو میں وہ سب بتا سکتا ہوں اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ مردے کو زندہ کرنا ''واحی الموتٰی '' تو ایک سے زیادہ معجزات ہوئے انجیل اس پر مستزاد ہے وہ ایک مستقل معجزہ ہے۔ حضرت عیسیٰ مسیح کی درخواست پر اللہ احکم الحاکمین نے اسرائیلیوں کی تسلی طبع کے لئے آسمان سے پکا پکایا کھانا ''مائدۃ من السماء '' وہ نزول فرمایا تھا، یہ حضرت عیسیٰ کا ایک اور معجزہ تھا۔

حضرت آدم علیہ السلام کا ایک معجزہ یہ تھا کہ کسی چیز کے بارے میں بھی ان سے پوچھا جاتا تو حضرت بتا دیتے کہ یہ فلاں کام آنے والی ہے، کیونکہ اللہ نے ضروریات دین کے لئے حضرت آدم علیہ السلام کو مبعوث فرمایا تھا۔ اُس وقت جو انسان پیدا ہو رہے تھے انہیں چیزوں کی ضرورت تھی کہ یہ پلیٹ ہے اس میں سالن لینا ہے، یہ کاسہ ہے اس میں پانی

پینا ہے، یہ توا ہے اس پہ روٹی پکتی ہے، یہ کونڈا ہے اس میں آٹا گوندا جاتا ہے مفسر ابن جریر نے لکھا ہے کہ

''الاسماء التی یتعارف بھا الناس انسان و دواب و سماء و ارض و سھل و بحر و خیل و حمار و اشباہ ذلک من الامم وغیرھا'' (تفسیر طبری ج ا ص ۱۷۰ ابن کثیر ج ا ص ۷۳)

ایسی ضروریات جو انسانی زندگی میں کام آتی ہیں حضرت آدم علیہ السلام کو مسلسل یہ معجزہ عطا کیا گیا تھا۔ ملائک سے ان کا جو مقابلہ کرایا تھا ان چیزوں کے بارے میں، ملائک تو نہ کھاتے ہیں اور نہ ہی پیتے ہیں اور نہ ہی بشری تقاضے ان کو لاحق ہوتے ہیں اس لئے ان کو ان چیزوں سے کیا سروکار، چنانچہ ان کو کچھ یاد ہی نہیں ہوا'' وعلم ادم الاسماء کلھا '' (سورۂ بقرہ آیت ۳۱) حضرت آدم علیہ السلام کو اللہ نے تمام اشیاء کے نام اور ان کی خاصیات اور تاثیرات کی تعلیم فرمائی تھی۔

حضرت ادریس علیہ السلام کے بارے میں کہتے ہیں ''اول من درس ادریس '' ''حضرت ادریس علیہ السلام درس دینے کے بڑے ماہر تھے۔ ایک تقریر ہوتی ہے، بیان ہوتا ہے اور ایک درس ہوتا ہے۔ بیان اور تقریر میں کوئی خاص موضوع ہوتا ہے اور درس مدرس اپنے تقاضے کے مطابق دیتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہر جمعرات کو وعظ فرماتے تھے۔ (مسلم ج ۲ ص ۳۷۷) علماء لکھتے ہیں کہ یہ ہفتہ واری بیان جمعہ، اس سے ثابت ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے درخواست کی تھی کہ آپ کے تشریف لانے سے پہلے لوگ جمع ہو جاتے ہیں اگر آپ کی اجازت ہو تو میں اس دوران ان کو کچھ حدیثیں سنایا کروں؟ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے

فرمایا کہ صحیح صحیح حدیثیں سناؤ اس کے علاوہ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ نے بھی اجازت مانگی تھی جمعہ کے دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے خطبے سے پہلے تقریر کرنے کی۔

اس کے علاوہ حضرت ادریس علیہ السلام کے معجزات میں سے یہ بھی تھا کہ حضرت کپڑا سینے میں بہت ماہر تھے یعنی درزی کا کام بھی جانتے تھے۔ آج کل ریاضی میں جو الجبرا (Aljebra) اور جیومیٹری (Geomatry) ہیں یہ بھی حضرت ادریس علیہ السلام کے معجزات میں سے ہیں۔ (قصص الانبیاء حضرت ادریس کے حالات میں)

حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت ادریس علیہ السلام کے درمیان میں ایک پیغمبر گزرے ہیں ان کے بارے میں ہے کہ وہ خط کھینچتے تھے اور اس خط کے ذریعے مختلف احوال معلوم ہو جاتے تھے۔

کاہن اور نجومی پر آنحضرت ﷺ کی ناراضگی

رسول اللہ ﷺ نے جب ارشاد فرمایا کہ نجومی اور کاہن بالکل بے کار لوگ ہیں ان کی کبھی تصدیق نہ کی جائے اور ارشاد فرمایا کہ جس آدمی نے نجومی پر اعتماد کیا یا اس سے قسمت کا حال پوچھا اور آنے والی خبریں دریافت کیں اس کو کہو کہ وہ محمد کی امت میں سے نہیں ہے، میری امت سے خارج ہے اور مجھ پر اس کا ایمان ختم ہو چکا ہے۔ (ترمذی ج ا ص ۱۹ مکتبہ دارالقرن والحدیث) ایک اور روایت میں ہے کہ تین آدمی ایسے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن کبھی معاف نہیں فرمائیں گے ان کے ساتھ گفتگو نہیں فرمائیں گے اور ان پر نظر رحمت نہیں فرمائیں گے، ان میں ایک وہ شخص ہے جو نجومی اور کاہن سے مغیبات پوچھتا ہے دوسرا وہ

شخص ہے جو اپنی بیوی کے ساتھ غیر فطری طریقے سے ملتا ہو اور تیسرا وہ شخص ہے جو اپنے باپ کی نسل بدلتا ہے۔ جب حضرت ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا تو ایک صحابی نے درخواست کی اور پوچھا کہ حضرت بعض لوگ ایسے ہیں کہ وہ ایک خط کھینچتے ہیں اور اس خط کے ذریعے کچھ چیزیں پتہ چل جاتی ہیں تو حضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا ہاں ”کان نبی من الانبیاء یخط“ بعض پیغمبروں کو خط کا معجزہ دیا گیا تھا۔ ”من وافقه خطه فذاک“ (مسلم شریف ج۲ ص۲۳۲) اتفاق سے جب یہ لکیر اسی طرح کھینچ جاتا ہے تو کچھ سمجھ میں آ جاتا ہے اب لوگوں نے عجیب بات کہی ہے کہ اس کے باوجود آپ سمجھ گئے کہ اس میں کچھ صدق رہا ہے اس کے باوجود آپ نے اتنا سخت حکم کیوں لگایا اس کی وجہ یہ ہے کہ اس ایک خط کے بہانے روزانہ لوگ پچاس ہزار خط کھینچ لیں گے۔ تو علم اس کو نہیں کہتے جس میں جہل ہو بلکہ علم اس کو کہتے ہیں جس میں روشنی ہو قطعیت پائی جاتی ہو ظنیات اور خیالات سے کبھی بھی کسی کو ہدایت نہیں ملتی۔ ”ان الظن لا یغنی من الحق شیئا“ ظن اور خیال دین کے مقابلے میں اور حق کے مقابلے میں کوئی معنی نہیں رکھتا۔ اسلام نام ہے تیقن کا اس میں شکوک اور شبہات نہیں پائے جاتے۔

شریعت میں باپ اور سسر کا فرق

اسی حدیث میں آپ نے اس شخص کے بارے میں بھی فرمایا جو اپنے باپ کو چھوڑ کر کسی اور کو اپنا باپ کہے۔ آج لوگ باپ کو چھوڑ کر سسر کو اپنا باپ کہتے ہیں اور باپ دربدر ہوتے ہیں اور یہ سسر کی گود میں بیٹھے رہتے ہیں، بخاری جلد ثانی میں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ایسا کرنے والے پر جنت حرام ہے ”من ادعی الی غیر ابیه و هو یعلم انه غیر ابیه

فالجنة علیه حرام ''(بخاری ج۲ص۶۱۹،۱۰۰۱)دوسری روایت میں ہے کہ ایسا کرنا کفر ہے''لا ترغبوا عن ابائکم فمن رغب عن ابیه فهو کفر '' (حوالہ بالا)

دیگرانبیاءِ کرام کے معجزات

حضرت نوح علیہ السلام کے معجزات میں سب سے بڑا معجزہ حضرت نوح علیہ السلام کا اتنی طویل عمر تک اللہ کی توحید بیان کرنا ہے۔تقریباً ایک ہزار ساٹھ سال حضرت کی کل عمر ہوئی ہے(اس کے علاوہ بھی روایات موجود ہیں)طوفان سے پہلے اور طوفان کے بعد ساڑھے نوسو سال قرآن نے ان کی تبلیغ ذکر کی ہے۔آج لوگ چار مہینے اور ایک سال لگا کے سمجھتے ہیں کہ ہم نے فرض ادا کر دیا حضرت نوح علیہ السلام ساڑھے نوسو سال تک تبلیغ کرنے کے بعد دعا فرماتے ہیں''فدعا ربه انی مغلوب فانتصر ''(سورۂ قمر آیت ۱۰)خدایا عاجز آ گیا ہوں میری امداد فرما۔امداد کہاں سے مانگی جاتی ہے اللہ سے مانگنے والا کون ہے ساڑھے نوسو سال تبلیغ کرنے والا پیغمبر۔آج یہ درگاہوں میں جا کر مانگتے ہیں قبروں سے اور مردوں سے،جو خود دعاؤں کے محتاج ہیں ان سے جا کر مرادیں مانگتے ہیں اور اپنے آپ کو مسلمان سمجھتے ہیں،حالانکہ یہ عقائد سب کے سب کفر کے ہیں۔اللہ نے قرآن میں نبیوں کے قصے اس لئے سنائے ہیں تا کہ لوگوں کو ہدایت ملے اور لوگ اپنے عقائد و اعمال نبیوں کی تعلیمات کی روشنی میں بنائیں اور یہ کوئی لیلیٰ اور مجنون کے افسانے نہیں ہیں،جو وقت گزارنے کے لئے لوگ سنتے سناتے ہیں اللہ فرماتے ہیں''ان هٰذا لهو القصص الحق ''یہ بیان ہم دوٹوک اس لئے کرتے ہیں''وما من اله الا الله ''سوائے

اللہ کے کوئی حاجت روا مشکل کشا نہیں ہے۔یہی وہ اصل مسئلہ ہے جو لوگوں کو سمجھانا تھا۔

قرآن کریم میں انبیاءِ کرام کی عاجزی کا ذکر

اس کے بعد اللہ اپنی وحدانیت اور توحید کا مسئلہ بڑے زور شور سے سمجھاتے ہیں، کبھی پیغمبروں کی دعائیں ذکر کرتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ پیغمبر اللہ سے مانگتے تھے اور پیغمبر سب کے لئے نمونۂ عمل ہے تو مسلمان وہ ہوگا جو صرف اللہ سے مانگے گا۔

کبھی قرآن پیغمبروں کی بیماریاں ذکر کرتا ہے اور کبھی ان کی پریشانیاں اور کبھی ان پر آئی ہوئی تکالیف اور مصائب بیان کرتا ہے کہ دیکھو حضرت یعقوب علیہ السلام کیسے آنسوؤں سے روتے تھے اور کنعان میں حضرت یوسف علیہ السلام پڑے ہوئے ہیں لیکن حضرت یعقوب علیہ السلام کو غیب دانی نہیں ہے،کچھ معلوم نہ کر سکے مصر شام سے اتنا زیادہ دور نہیں تھا۔حضرت یوسف علیہ السلام پر چودہ سال تکالیف گزر گئی ہے لیکن یعقوب علیہ السلام رو رو کر فریاد کر رہے ہیں قرآن کہتا ہے''وقال یا اسفٰی علیٰ یوسف ''ہائے یوسف کا فراق وجدائی''وابیضت عیناہ من الحزن فهو کظیم ''(سورۂ یوسف آیت ۸۴)اور غموں کے اندر گھٹ رہے تھے پھر قرآن کہتا ہے کہ جب حضرت یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں کو کہا کہ جاؤ ڈھونڈو تو اسی وقت یہ بھی کہا''قال انما اشکوا بثی وحزنی الی الله واعلم من الله مالا تعلمون ''(سورۂ یوسف آیت ۸۶)میں اپنا درد وغم صرف اللہ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔پیغمبر رو رہے ہیں آنسو ٹپک رہے ہیں ،اتنا روئے ہیں کہ بینائی جاتی رہی لیکن یہ نہ جان سکے کہ انکا بیٹا یوسف زندہ تابندہ مصر کے اندر وزارت عظمیٰ پر فائز ہے۔یعقوب پیغمبر شام سے مصر کا حال نہیں جانتے تو شیخ عبد القادر

جیلانی بغداد سے پاکستان کے بدعتیوں کی گیارہویں اور ان کی نیاز کو کیسے جانتے ہیں، اس بے ہدایت اور بے رشد قوم کو کون سمجھانے آئے گا قرآن کریم نے تو سارا بیان مکمل کر دیا ہے۔ حالانکہ یہ اہلسنت کا عقیدہ ہے کہ شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اور قیامت تک آنے والے تمام اولیاء اللہ کسی ایک صحابی کے مقام کو نہیں پہنچ سکتے اور تمام صحابہ کسی بھی ایک نبی کے مقام کو نہیں پہنچ سکتے اور سارے انبیاء علیہم السلام جناب نبی کریم ﷺ کے مقام اور مرتبے کو نہیں پہنچ سکتے یہ اہلسنت کا اتفاقی عقیدہ ہے۔ ابو اسحاق اسفرائنی نے اور سب لوگوں نے نقل کیا ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا معجزہ

علماء لکھتے ہیں کہ کوئی ایک نبی بھی ایسا نہیں گزرا جس کا ایک واضح معجزہ نہ ہو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو صحیفے عطا کیے گئے تھے اور حضرت کو اپنے والد اور نمرود اور ظالم اور مشرک قوم کے ساتھ توحید کے مسئلے پر بار بار مناظرہ کرنا پڑا اور اللہ فرماتے ہیں ''وکذلک نری ابراھیم ملکوت السموت والارض ولیکون من الموقنین '' (سورۃ انعام آیت ۷۵) ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آسمان و زمین کے عجائب کھول کر دکھائے تاکہ وہ پختہ یقین کے ساتھ اپنی قوم کو سمجھا سکیں اور جب تمام معجزات میں حضرت کو کامیابی نصیب ہوئی تو اللہ فرماتے ہیں کہ ''وتلک حجتنا اتینھا ابراھیم علیٰ قومہ '' (سورۃ انعام آیت ۸۳ کا حصہ) یہ دین کے غالب ہونے کے دلائل تھے جو ہم نے ابراہیم کو سمجھائے اور اس کے علاوہ حضرت کا ایک اور معجزہ یہ بھی تھا کہ انہوں نے اپنے ایک بیٹے حضرت اسحاق علیہ السلام کو بیت المقدس

کے جوار میں ذبح کیا اور ایک بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو مسجد الحرام کے جوار میں اسے کعبہ بنانے کے لئے وہاں ذبح کرنے لے گئے۔ اسحاق بھی ذبیح ہیں لیکن بیت المقدس میں جو کہ دس ہزار پیغمبروں کا قبلہ رہا ہے۔ امام العصر حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ نے فیض الباری میں یہ قاعدہ ذکر کیا ہے کہ کوئی گھر خدا کا قبلہ اور کعبہ اس وقت تک نہیں بن سکتا جب تک کہ اس کے جوار میں ایک ذبح نہ ہو جاتا قربان نہ ہوتا۔ اسی لئے ایک روایت میں جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ''انا ابن الذبیحین ''میں دو ذبیحوں کی اولاد میں سے ہوں۔ (فیض الباری ج ۱ ص ۱۳۲، ج ۴ ص ۳۴)

پیغمبروں کے امتحان بھی سخت ہوتے تھے، آپ ذرا غور کریں کہ کس قدر سخت امتحان ہے کہ ایک باپ کے ہاتھوں سے اس کا بیٹا ذبح کروایا جا رہا ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتے ہیں ''واذ ابتلیٰ ابراھم ربہ بکلمٰت فاتمھن ط'' (سورۃ بقرہ آیت ۱۲۴) ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کچھ کلمات کے ساتھ امتحان لیا تھا ''الابتلاء سبع ''سات امتحانات قرآن میں موجود ہیں اور دس امتحانات احادیث میں ہیں اور بعضوں نے کہا ہے کہ کل سترہ امتحانات ہوئے ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے

(۱) قوم سے مقابلہ (۲) بادشاہ سے مقابلہ

(۳) والد سے مقابلہ (۴) حالات سے مقابلہ

(۵) بیٹوں کو اللہ کے حکم کی تعمیل میں قربانی کے لئے پیش کرنا

(۶) آگ میں ڈالے گئے (۷) بیوی بچے کو سنسان جنگل میں چھوڑ کر جانا

اس کے علاوہ بھی مفسرین نے بہت ساری روایات نقل کی ہیں۔

نبوت کے بعد سب سے اہم منصب امامت کا ہے

جب تمام مقابلے اور امتحانات ہوئے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام پورے مستقل مزاج ثابت ہوئے تو اللہ فرماتے ہیں "قال انی جاعلک للناس اماما" "(سورۂ بقرہ آیت ۱۲۴) اب میں آپ کو لوگوں کا امام بنانا چاہتا ہوں۔ امامت کا منصب اتنا مبارک ہے اور اتنا نازک ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کتنی قربانیوں کے بعد اس کو حاصل کرنے میں کامیاب ہوئے، آج لوگ ہر ایک شخص کے پیچھے نماز پڑھ لیتے ہیں۔ بدعتی کے پیچھے، فقہ اور آئمہ کے منکرین کے پیچھے بھی نماز پڑھتے ہیں بلکہ اب تو یہ حال ہوگیا ہے کہ لوگ داڑھی منڈوں کے پیچھے بھی نماز پڑھ لیتے ہیں اور بڑے آسان لفظوں میں کہتے ہیں کہ "صاحب نماز تو ہو جاتی ہے"۔ مجھے ایک شخص نے کہا کہ آپ کہتے ہیں کہ نماز نہیں ہوتی میں تو پڑھتا ہوں اور ہو جاتی ہے تو میں نے اس سے کہا کہ نیو کراچی میں ایک مقتدی تھا وہ کہتا تھا ہم تو ہندو کے پیچھے بھی پڑھتے تھے۔ جب نماز اور امامت کی قدر دل و دماغ میں نہ ہو تو امامت کی کیا حیثیت رہ گئی اتنا نازک مقام ہے کہ اللہ احکم الحاکمین نے تمام امتحانات کے آخر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے فرمایا کہ اب آپ اس مقام پر ہیں کہ آنے والی نسلیں آپ کی روشنی میں زندگی بسر کریں، آپ امام ہیں۔ امام کسے کہتے ہیں؟ اور امام کا کتنا بڑا مقام ہے ذرا غور فرمائیں کہ ابو حنیفہ کے ساتھ جب لفظ امام کہہ دیا تو کسی اور لقب کی اب ضرورت نہیں رہی، امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ میں تمام کی تمام قابلیتیں جمع ہو گئیں، امام میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے علم حدیث کے تمام مرتبے

جمع ہیں، ہر ایک کو امام نہیں کہا جاتا۔ بڑے بڑے اولیاء اللہ اور بزرگان دین تو آپ کہہ سکتے ہیں، مگر امام نہیں کہہ سکتے، وہ امام نہیں ہیں وہ خود مقلد ہیں۔ شیخ عبد القادر جیلانی رحمہ اللہ، امام احمد ابن حنبل رحمہ اللہ کے مقلد تھے، حضرت خواجہ معین الدین چشتی، خواجہ نظام الدین اولیاء اور حضرت سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہم حضرت اقدس امام اعظم امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے صریح و ستھرے قسم کے مقلدین تھے۔

منصبِ امامت کے تقدس کا لحاظ کرنا بہت ضروری ہے

بہت زمانے گزرنے کے بعد ہندوستان میں دو آدمی ایسے آئے ہیں جن کو امام کہا گیا۔ ایک تو شاہ عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کو امام الہند کہا گیا اور دوسرے حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحب کشمیری کو امام العصر کہا گیا۔ اس لئے کہ اس زمانے میں لوگوں میں دین تھا اور علم کی قدر تھی وہ لوگ القاب کو استعمال کرتے وقت تمام شرائط کا لحاظ کرتے تھے۔ "انــــــی جاعلک للناس اماما "آج مساجد میں دین بیان نہیں ہور ہا بس فرضی چند باتیں ہوتی ہیں وقت پورا کرنے کے لئے امام صاحب آکے منبر پر بیٹھ جاتے ہیں ایک قصہ یا واقعہ شروع کر لیتے ہیں اور ختم بھی ہو جاتا ہے لیکن کسی کو معلوم نہیں ہوتا کہ واقعہ سنانے کی وجہ کیا تھی اور ہمیں اس سے کیا سبق ملتا ہے۔ اس لئے ہم اور آپ جگہ جگہ دیکھتے ہیں کہ کالج کے لونڈے اور لفنگے تفسیر ہاتھ میں لے کر بیٹھ جاتے ہیں اور درس دینے لگتے ہیں۔ کوئی بھی یہ نہیں دیکھتا کہ درس دینے والے کی شکل و صورت، سیرت و اخلاق صاحب تفسیر کے مطابق ہے بھی یا نہیں، وہ آداب تفسیر پر پورا اترتا ہے یا نہیں۔ ان کا مقصد دین کی خدمت اور لوگوں

کو معلومات مہیا کرنا نہیں ہوتا بلکہ اس کام کی بنیاد ہی بے دینی پر ہے اور اس کا مقصد مساجد اور علماء کی اہانت کرنا ہے۔

ایک واقعہ

ایک زمانے میں، میں ایک مسجد میں مہمان ہوا، وہاں نماز بھی میں نے پڑھائی جب میں وہاں سے روانہ ہوا تو ایک طرف کچھ نوجوان جمع ہو گئے میں سمجھا کہ شاید تبلیغی بھائی ہیں اور فضائلِ اعمال کی تعلیم ہو رہی ہے۔ میں نے دیکھا تو ان میں سے ایک نوجوان نے ایک تفسیر کھول لی تو میں نے اس نوجوان سے پوچھا کہ یہ تفسیر کون پڑھاتا ہے اور آپ نے کس سے پڑھی ہے تو اس نے کہا کہ میں پڑھاتا ہوں لیکن میں نے کسی سے پڑھی نہیں ہے۔ پھر میں نے اس سے پوچھا کہ آپ نے فجر کی نماز پڑھی تھی تو اس نے کہا کہ نہیں تو میں نے کہا کہ ظہر میں کیوں آئے ہو تو اس نے کہا کہ آج درس دینا میری ذمہ داری تھی اس لئے آنا پڑا۔ تو میں نے مسجد کے ذمہ داروں سے کہا کہ آپ کی مسجد میں درس قرآن کے نام پر جو قرآن کریم سے مذاق ہو رہا ہے اس کا جواب عند اللہ آپ ہی کو دینا ہوگا۔ میں نے اس لڑکے کے ہاتھ سے تفسیر لی اور مسجد کے امام صاحب کو کہا کہ اگر آپ نے اس کا اہتمام کیا ہوتا تو یہ دن نہ دیکھنا پڑتا کہ آپ کے ہوتے ہوئے ایک جاہل قرآن کا درس دے رہا ہے۔

کون سنتا ہے کہانی میری   اور پھر وہ بھی زبانی میری

میں تو کہتا ہوں کہ تمام آئمہ اور خطباء کے لئے ایک نصاب ہونا چاہئے تھا جیسا کہ ہمارے اکابرین نے رکھا تھا کہ سند یافتہ ہو، کسی مدرسہ کا مدرس بھی ہو، اعلیٰ دینی ادارے

سے امتیازی نمبرات میں کامیاب بھی ہوا ہو یہ سب جائزہ لینے کے بعد پھر اس کو امامت اور خطابت کے منصب پر فائز کیا جاتا تھا تب وہ عوام کی صحیح راہنمائی کرتے تھے اور مکمل دین ان کو سمجھاتے تھے۔ جب ہم نے اس طریقے کو چھوڑ دیا تو ہمارے منبروں اور محرابوں پر ایسے لوگ بیٹھ گئے جن کو خود کچھ نہیں آتا، جو خود کچھ نہیں جانتا وہ لوگوں کی کیا اصلاح کریگا

او خویشتن گم است کرا رہبری کند

امامت پر ہمارے استاذ حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ (سابق مہتمم بنوری ٹاؤن) کی غیرت کا ایک واقعہ

میری یادداشت میں ہے کہ دہلی سوسائٹی میں ہمارے استاذ حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ امام تھے۔ اسی محلے میں ایک شخص کے گھر مودودی صاحب مہمان کی حیثیت سے آرہے تھے، تو اس مسجد کے لوگوں کی یہ خواہش ہوئی کہ جمعہ کی نماز مودودی صاحب پڑھالیں وہ مہمان ہیں ان کا اکرام بھی ہو جائے گا۔ اس پر حضرت مفتی احمد الرحمٰن صاحب نے کہا کہ میں خود عالم ہوں اور اس مسجد میں کافی عرصہ سے امام ہوں میرے ہوتے ہوئے مودودی صاحب کو کیا حق ہے کہ وہ یہاں آکر جمعہ کی نماز پڑھائیں اور پھر فرمایا کہ میں ان سے دس منٹ بات کروں گا کہ آپ کے عقائد اور عبارات میں یہ یہ گمراہی ہے اور یہ بات شریعت کا مقابلہ کر رہی ہے آپ ان گمراہیوں اور غلط عقائد سے توبہ کرلیں تو اس کے بعد شوق سے جمعہ پڑھا سکتے ہیں۔

چنانچہ مودودی صاحب کو اس بات کا پتہ چلا تو وہ اس کے لئے تیار نہیں ہوئے اور

اس مسجد سے کافی دور ایک مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھائی ۔ یہ جرأت تب ہو سکتی ہے جبکہ علم راسخ ہو اور نبوت اور رسالت پر مکمل اعتماد ہو تب ہی انسان اپنے اور شریعت کے عطا کردہ منصب کی پاسداری کر سکتا ہے ۔ ہمارے استاذ حضرت مفتی احمد الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ کو یہ پتہ تھا کہ ایک ایسا آدمی جو کہ دین وعقائد کی غلط تشریح لوگوں کو کرتا ہے اور اس کی وجہ سے لوگوں کا عقیدہ خراب ہوتا ہے، جب مصلی پر کھڑا ہو گا تو یہ اسلام کا خون ہو گا۔

نمازِ جنازہ امام الحیّ کا حق ہے! مسئلہ کی وضاحت

یہاں ہمارے محلے میں ایک زمانے میں ایک شخص فوت ہو گیا، وہ ہماری مسجد کا پنج وقتہ نمازی تھا بالکل صحیح العقیدہ شخص تھا اور میرا اچھا جاننے والا تھا۔ جنازے سے پہلے مجھ سے کہا گیا کہ جنازہ آپ کی مسجد میں ہی ہو گا لیکن یہاں ایک پروفیسر صاحب آئیں گے یا ڈاکٹر صاحب، اور وہ جنازہ پڑھائیں گے تو میں نے ان سے کہا کہ ''کلا ثم کلا'' آسمان نیچے آسکتا ہے اور زمین اوپر جاسکتی ہے لیکن میرے ہوتے ہوئے کوئی پروفیسر یا ڈاکٹر نماز جنازہ پڑھائے یہ ممکن نہیں ہے ۔ کیونکہ فقہ کا یہ قاعدہ ہے کہ امام الحیّ کی اقتداء میں پنج وقتہ نماز جس نے پڑھی ہے وہی امامت کا حق رکھتا ہے فقہاء کرام نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ اگر اس وقت مرحوم کا بیٹا یا باپ بھی عالم دین ہے اور اس کے محلے کا امام متعین ہے تو امام پڑھائے گا باپ یا بیٹا نہیں پڑھائے گا ولی کا مرتبہ امام الحیّ کے بعد ہے تمام فقہاء نے لکھا ہے کہ

''اولی الناس بالصلاۃ علیہ السلطان ان حضر فان لم یحضر فالقاضی ثم امام الحئی ثم الولی ھکذا فی اکثر المتون ''(فتاویٰ عالمگیری ج ا ص ۱۶۳ رشیدیہ)

اس سے کافی پہلے ایک بار ہمارے دوست مولانا قاری مفتاح اللہ صاحب مدظلہ کے محلے میں ایک جنازہ تھا تو اسے پڑھانے کے لئے ایک پیر صاحب آئے تھے، قاری صاحب بھی بہترین عالم ہیں اور اس وقت کے بہترین قاری اور امام القراء ہیں انہوں نے اس میں رکاوٹ ڈالی تو لوگوں نے اعتراض کیا تو حضرت قاری صاحب نے اس سلسلے میں مجھ سے استفتاء کیا کہ آپ فقہی جواب دیں ۔ میں نے ان کے سوال کے جواب میں آٹھ صفحوں پر مشتمل جواب لکھا تھا اور اس میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دور سے لیکر کے فقہاء کے زمانے تک ثابت کیا تھا کہ امام کی اجازت کے بغیر قطعاً زمانے کا غوث اور قطب بھی آجائے تو وہ امامت کے لئے آگے نہیں ہوسکتا، جب امام مہمان کے اکرام میں اجازت دے تو وہ اور بات ہے ۔ وہ فتویٰ یہاں سے ہمارے بعض دوست لے گئے فوٹو اسٹیٹ کرا کے ان لوگوں کو بھی دکھایا اور بانٹ دیا کہ مولانا کے ہوتے ہوئے ڈاکٹر صاحب نہیں پڑھا سکتے، جس وقت یہاں صفیں کھڑی ہو گئیں تو ڈاکٹر صاحب نے مجھے کہا ''حضرت یہ فتویٰ آپ کا ہے'' میں نے کہا ''ہاں'' تو اس نے کہا کہ ''اس میں لکھا ہوا ہے کہ اگر آپ کی اجازت ہو تو میں پڑھا سکتا ہوں'' تو میں نے کہا کہ ''یہ تو ساری بات ہے کہ آپ کو اجازت ہی نہیں دینی ہے'' کہنے لگا ''یہ کیوں؟'' تو میں نے کہا ''اس لئے کہ تم نا اہل ہو پانچ وقت کے امام اور ایک عالم کے ہوتے ہوئے آپ کو اس بات کا شوق کیوں ہے کہ آپ امامت کریں آپ کو تو کہنا چاہئے تھا کہ یہ علماء کا منصب ہے، یہ ان ہی کا کام ہے ان کو خدا نے سمجھ دی ہے ۔ جب میں نے یہ کہا تو وہ خاموش ہو گیا ۔ جب لوگوں میں عقل ہوتی ہے اور علماء کا احترام ہوتا ہے تو وہ اس بات کا خیال رکھتے ہیں ۔ ایک بار ہماری مسجد میں جمعہ کی

نماز میں وفاقی محتسب عثمان علی شاہ صاحب آئے، میں نے دیکھا تو میں ان کو زبردستی اگلی صف میں لایا تو انہوں نے مجھے کہا کہ "ہماری شان پہلی صف کی نہیں ہے یہ علماء اور طلباء اور جو متشرع حضرات ہیں ان کی شان کے لائق ہے ہم تو کسی پلر کے پیچھے بیٹھ جائیں گے"۔ جن کو خدا نے سمجھ اور صلاحیت دی ہے وہ علماء کا پورا احترام کرتے ہیں۔

حضرت داؤد علیہ السلام کا معجزہ

حضرت داؤد علیہ السلام کو زبور دی گئی تھی اور حضرت داؤد علیہ السلام کو ایسی خوبصورت آواز اور تلاوت کی شان دی گئی تھی کہ جب حضرت زبور کی تلاوت فرماتے تھے تو پہاڑ بھی ساتھ ساتھ جھومتے تھے اور آواز نکالتے تھے اور پرندے فضاء میں رک کر نیچے اتر جاتے تھے۔ محاورہ ہے کہ "فلاں کی خوش آوازی پر پرندے اکٹھے ہو جاتے ہیں" یہ فخر وشرف اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو دیا تھا۔ اس کے ساتھ حضرت داؤد علیہ السلام زبور کی تلاوت اتنی جلدی اور سرعت کے ساتھ فرماتے تھے کہ اپنے خادم کو ارشاد فرماتے تھے کہ گھوڑے پر زین ڈالو اور حضرت داؤد علیہ السلام زبور شروع فرماتے تھے جتنی دیر میں گھوڑا تیار ہوتا حضرت ایک زبور ختم فرماتے تھے اتنا تیز پڑھتے تھے۔

قرآن کریم تیز پڑھنا بھی معجزات میں سے ہے

جب کوئی حافظ صاحب تراویح میں جلدی پڑھتے ہیں تو بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ بڑا گناہ ہو رہا ہے یہ کم عقلی کی بات ہے جس طرح حدر ہے ترتیل ہے اس طرح حدر الحدر بھی قراء کے یہاں معروف ہے بہت تیز پڑھنا اور صاف پڑھنا سمجھ میں آجائے یہ بھی

قرآن کریم کا معجزہ ہے۔

شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ روزانہ ساٹھ قرآن مجید ختم فرماتے تھے۔

امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ رمضان شریف میں تیس قرآن مجید دن میں اور تیس رات میں اور ایک حافظ کے ساتھ تمام مسلمانوں کی جماعت میں، کل ملا کر اکسٹھ قرآن مجید رمضان شریف میں ختم فرماتے تھے کردری نے مناقب کے اندر اور خیرات الحسان ہیثمیؒ سب نے لکھا ہے۔ دس دس، بیس بیس اور چالیس چالیس قرآن مجید دن رات میں ختم کرنا۔ تو حافظ ابن کثیر نے اس پر رسالہ لکھا ہے فضائل القرآن کے نام سے بے شمار محدثین فقہاء اور اولیاء کے نام دیئے ہیں۔ یہ چند گھڑیوں میں قرآن پورا کر لیتے تھے ایک ایک سانس کے ساتھ سورۃ یسین پڑھی گئی ہے ایک سانس کے ساتھ ختم کی گئی۔ یہ دین ایسے ہی نہیں آیا ہے، معجزات اور کرامات کی بارش میں آیا ہے۔ امام العصر حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحب رحمہ اللہ جیسے محدث بخاری کی شرح میں لکھتے ہیں

"ویحکی عن ثقة ان الشاہ اسماعیل ختمه بعد العصر الی الغروب مع الترتیل" (فیض الباری ج۴ ص۱۹۸)

ہمیں معتبر ذرائع سے یہ بات پہنچی ہے کہ مولانا شاہ اسماعیل شہید رحمہ اللہ عصر سے مغرب تک ایک قرآن مجید ختم فرماتے تھے۔ "وھو بین ایدی الناس" علماء کرام سب موجود ہوتے تھے قرآن ہاتھ میں لئے ہوئے یہ بات مشہور ہو گئی کہ شاہ اسماعیل رحمۃ اللہ علیہ ہر روز عصر سے مغرب تک ایک قرآن پڑھتے ہیں تو دہلی کے علماء کو تعجب ہوا یہ کیسا ہے۔ چنانچہ شاہ صاحب رحمہ اللہ کی مسجد میں سب جمع ہو گئے حضرت نے عصر کی نماز پڑھائی

اورقرآن مجید رحل میں رکھا ہوا تھا۔تمام علماء کرام جتنے آئے تھے وہ سب قرآن شریف لے کر بیٹھ گئے اور حضرت نے الحمد اللہ سے شروع کیا مغرب کی اذان کے لئے جب مؤذن جانے لگا تو حضرت آخری معوذتین پڑھ رہے تھے۔یہ دنیا تھی اور یہ دین کا نصاب تھا اور یہ کرامات معجزات کی بارشیں تھیں قرآن کا معجزہ ہے اور شاہ شہید رحمۃ اللہ علیہ کی کرامت ہے اور کتنے دنیا کے اندر کرامات ومعجزات صادر ہوتے ہیں۔

جنابِ نبی کریم ﷺ کے معجزات

یہ سب رسول اکرم ﷺ کی وجہ سے ہے،آپ منبع البرکات اور منبع المعجزات ہیں اور ساری کائنات کو جو خیر ہدایت ورشد ملی ہے جناب نبی کریم ﷺ اس کا چشمہ فیاض ہیں اور چشمہ سیال ہیں۔چار دانگ عالم،ہر ملک اور ہر کونے اور ہر زمانے میں عجائب وغرائب ،کرامات رسول کریم ﷺ کے معجزات ہی کی جھلک ہے۔اصلاً تو آپ ﷺ کے معجزات لاتعداد اور لاتحصیٰ ہیں لیکن لوگ کہتے ہیں کہ جس طرح ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء ہیں تو ایک لاکھ چوبیس ہزار تو آپ ﷺ کے نقد معجزات ہوئے۔

بعض معجزات بہت بیّن ہیں جیسے قرآن آپ ﷺ کا معجزہ ہے،خود آپ ﷺ کا خلق و سیرت،اخلاق وکردار یہ معجزہ ہے۔تمام انبیاء کو سات کامل صفات دی جاتی ہیں۔آنحضرت ﷺ کے بارے میں صحابہؓ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ ایسے حیاء کرتے تھے جیسے کنواری لڑکی۔

’’کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اشد حیاء من العذراء‘‘

(شمائل ترمذی ص ۲۶)

آپ ﷺ کا معراج پر تشریف لے جانا بھی ایک معجزہ ہے جو دنیا سے بڑھ کر معجزہ ہے ساوات کو اس میں شامل کیا ہے۔سارے وہ معجزات جو اس زمین پر دیئے جاسکتے تھے جب وہ مکمل ہوئے تو پھر وہ معجزات دیئے گئے جن کے لئے آسمانوں پر جانا ضروری ہے اور وہ تین حصوں میں ہے ایک تو ایک ہی رات کے کچھ حصے میں کعبہ شریف سے بیت المقدس جانا جہاں تین مہینے کی مسافت ہے ’’سبحٰن الذی اسرٰی بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی ‘‘(سورۃ اسراء آیت ا کا حصہ) اور پھر مسجد اقصیٰ سے ساتویں آسمان تک جانا۔کہتے ہیں مسجد اقصیٰ تک جانا یہ ’’اسریٰ‘‘ ہے ساتویں آسمان تک جانا یہ ’’معراج‘‘ ہے اور ساتویں آسمان سے ملاء اعلیٰ تک جانا یہ ’’اعراج‘‘ ہے۔اسی طرح معجزات آپ کی ولادت کے وقت بھی ظاہر ہوئے جیسے ابرہہ کی فوج کا تہس نہس ہونا اور پھر کعبے کی حفاظت فرمادی گئی ابابیل کے ذریعے اور اسکے ٹھیک پچاس دن بعد آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔مورخین نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ جس دن جناب نبی کریم ﷺ اس عالم ناسوت میں متولد ہوئے اس دن پوری کائنات کے اندر جتنے بت تھے وہ اتفاق سے ٹوٹ گئے کسی کا سر نیچے گر گیا کسی میں دراڑیں پڑ گئیں یہ بھی آپ کی ولادت کے وقت کا معجزہ تھا۔اسی طرح فارس کے آتش کدوں میں آگ خود بخود بجھ گئی جو تین تین چار چار ہزار سال سے بجھی نہیں تھی۔پھر اس کے بعد جس گھر میں آپ پیدا ہوئے جس خاتون کے بطن سے پیدا ہوئے جہاں آپ کی پرورش ہوئی اتنے معجزات ہیں کہ زرقانی وغیرہ نے اس پر مستقل مجلدات لکھے ہیں۔یعنی اس سے آپ اندازہ لگائیں کہ سن دس ہجری میں جس وقت حجۃ الوداع آپ ﷺ نے فرمایا اور سر کے بال مونڈے گئے۔(واضح رہے کہ حج وعمرے

میں افضل و بہتر یہی ہے کہ سر کے بال مونڈھ لئے جائیں، لوگ یہاں سے ساٹھ ستر ہزار اور ایک لاکھ روپے خرچ کر کے چلے جاتے ہیں اور پھر واپس آ کے وہی انگریزی بال سر پہ کھڑے ہوتے ہیں اور وہاں لوگوں کو دیکھ کے ایک قینچی کا کٹ یہاں لگایا ایک یہاں لگایا حج عمرہ ہو گیا۔ امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ شخص بدستور محرم ہے اس کا کپڑا پہننا آنا جانا سارا گناہ کبیرہ ہے۔ احرام کی حالت میں ہے بیوی سے ملنا سب کچھ حرام ہو رہا ہے، بال اتارے ہی نہیں ہیں۔ جب تک ایک بٹہ چار کل سر کے بالوں کا نہ لیا جائے تب تک احرام نہیں کھلتا)۔ جناب نبی کریم ﷺ نے خود عمرہ اور حج کے موقع پر بھی اپنے سر کے بال بالکل منڈوائے ہیں۔ آپ نے سر منڈوانے والوں کے لئے تین بار دعا فرمائی ہے، اس لئے اس کی مخالفت کرنے والے بھی حضرت ﷺ کی دعا کے مستحق نہ ہوں گے۔ حضرت ابوطیبہ آپ ﷺ کے حلاق تھے وہ آئے اور استرے سے آپ کے بال لئے، جب بال اتر گئے تو جناب نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ یہ بال لے جا کر بانٹ دو۔ وہ تمام بال صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں تقسیم فرمائے۔ ان میں سوا لاکھ صحابہ کرام ؓ تو معلوم و معروف ہیں جن کے نام موجود ہیں اور مورخین لکھتے ہیں کہ پانچ لاکھ حواری اور اعراب تھے۔ چنانچہ دنیا کے کونے کونے میں ان بالوں کی برکات پہنچی ہیں۔

یہاں ہمارے ایک دوست ہیں، اتفاق سے ان کے خاندان، نسل و نسب میں بھی وہ بال چلے آئے ہیں۔ بلاد عرب میں ان کے بڑوں کو کسی نے دیئے ہیں۔ ایک بار جمعہ کی نماز کے بعد سوال و جواب کی نشست میں میں نے ان کا نام لیا تھا اتفاق سے وہ بیٹھے تھے۔ یہ سن کر وہ حضرت ﷺ کے تین بال "موئے مبارک" لے آئے۔ اس زمانے میں ہم

نے تمام طلبہ کو ان کا دیدار کروایا تھا اس میں ایک بڑا بال ہے اور اس کے ساتھ باقاعدہ چھوٹے چھوٹے بال اگتے ہیں اور پھر وہ خود بخود ٹوٹ جاتے ہیں۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ بالوں میں بھی حیات موجود ہے، اللہ رب العالمین نے پیغمبر کے ایک ایک بال کو بھی محفوظ فرمایا ہے۔

یہ سارے آنحضرت ﷺ کے معجزات ہیں جو کہ تاقیامت چار دانگ عالم میں مختلف ملکوں میں موجود ہیں۔ موئے مبارک کا ذکر خیر لوگ سنتے ہیں اور علماء نے لکھا ہے کہ یہ اگرچہ ظنی ہے لیکن تبرک کا مقام یہی ہوتا ہے اس کے ساتھ ادب و احترام کا برتاؤ کیا جائے۔ اس سے فائدہ بھی ہوتا ہے اور سوئے ظن سے نقصان ہو سکتا ہے۔ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے حصے میں جو بال آئے تھے وہ انہوں نے ٹوپی میں رکھے تھے اور ہر جہاد میں وہ ٹوپی سر پر ہوتی تھی جس کی وجہ سے ضرور فتح ہوتی تھی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حصے میں جو بال آئے تھے وہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے ایک ایک بال تین تین لاکھ اشرفی کا خریدا وہ بھی تین بال تھے اور وفات کے وقت حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے وصیت کی کہ دو بال میرے دائیں آنکھ میں اور ایک بال بائیں آنکھ میں رکھ دیئے جائیں۔ جناب نبی کریم ﷺ کے موئے مبارک جہاں موجود ہو وہاں اللہ تعالیٰ احسان والا فرماتے ہیں۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

الحمد لله جل وعلا وصلی الله وسلم علی رسوله المصطفٰی ونبیه المجتبٰی وامینه علی وحی السماء وعلی آله النجباء واصحابه الاتقیاء افضل الخلائق بعد الانبیاء ومن بهدیهم اقتدیٰ وبآثارهم اقتفٰی من المفسرین والمحدثین والفقهاء الی یوم الجزاء امابعد!

فاعوذ بالله من الشیطٰن الرجیم   بسم الله الرحمن الرحیم

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُلُوْا مِنْ طَیِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ وَاشْکُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ کُنْتُمْ اِیَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۝ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِیْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ ج فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَیْهِ ط اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝

(سورۂبقرہ آیت۱۷۲،۱۷۳)

اخرج الامام الهمام محمد بن اسماعیل البخاری فی جامعه عن النعمان بن بشیر رضی الله عنه قال قال النبی صلی الله علیه وسلم الحلال بین والحرام بین وبینهما امور مشتبهة   (بخاری ج ا ص ۲۷۵)

اللهم صل وسلم علی سیدنا ومولانا محمد وعلیٰ آله واصحابه وبارک وصل وسلم علیه

انسانی زندگی میں تین چیزوں کا اہتمام

دنیا مومن کے امتحان کی جگہ ہے امتحان پابندیوں کا نام ہوتا ہے کچھ کام جو پسندیدہ ہوتے ہیں ان میں بھی پابندیاں رہتی ہیں اور کچھ امور جو ناپسند ہوتے ہیں اور امتحان کے لائق نہیں ہوتے، ان پر سخت قسم کی پابندی ہوتی ہے۔حقیقت میں انسان کی انسانیت اس وقت سامنے آتی ہے جب اسے امتحان سے دوچار کیا جاتا ہے۔امتحان کے بغیر انسان کی زندگی بے لطف اور بےلذت ہے۔حیوان میں اور انسان میں واضح فرق یہ ہے کہ حیوان کی زندگی میں بظاہر کوئی پابندی نہیں ہے۔جہاں چاہے بیٹھے،کھڑا ہو جائے ،کھائے پیئے،آئے جائے۔لیکن انسان کی زندگی کو اللہ تعالیٰ نے احتیاط کا مجموعہ بنایا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر احسانات میں سے ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے اس عارضی اور فانی زندگی کی قدر و قیمت سمجھانے کے لئے حضرات انبیاء اور مرسلین مبعوث فرمائے ہیں۔انبیاء اور مرسلین کے ذریعے جو احتیاط بتائی گئی ہے اور جو پابندیاں سمجھائی گئی ہیں اس سے تین باتیں سمجھ میں آئی ہیں۔

(۱)عقائد کا اہتمام   (۲)اعمال کا اہتمام   (۳)عادات کا اہتمام

حقیقت میں اسلامی عقیدہ اور اسلامی تعلیم ان تین چیزوں پر نظر رکھتی ہے کہ انسان کا عقیدہ اور اس کا ایمان مستحکم اور مضبوط ہو۔اللہ بزرگ و برتر کے وجود اور اس کے علم وقدرت ذات،صفات اور اس کے افعال کو کبریائی اور عظمت کے ساتھ تسلیم کرے اور اس کا ثانی اور شریک کسی کو نہ مانے،نہ عقیدتاً اور نہ عملاً۔

انبیاء کرام کی بعثت کا مقصد عقیدۂ توحید کی وضاحت ہے

عقیدۂ توحید ان مسائل میں سے ہے جن کی تعلیم دینے کے لئے اللہ تعالیٰ نے کم وبیش سوا لاکھ اور ایک روایت کے مطابق ڈھائی لاکھ انبیاء کرام بھیجے ہیں۔ اسی عقیدۂ توحید کی وضاحت کے لئے "والیٰ ثمود اخاهم صالحا " صالح علیہ السلام کو قوم ثمود کی جانب بھیجا گیا انہوں نے بھی یہی عقیدہ بیان کیا ہے کہ عبادت صرف ایک اللہ کی کرو" والیٰ عاد اخاهم هودا " عادیوں کی طرف حضرت ھود علیہ السلام بھیجے گئے اسی عقیدے کے بیان کے لئے "والیٰ مدین اخاهم شعیبا " مدینوں کی طرف حضرت شعیب علیہ اسلام کو بھیجا گیا انہوں نے بھی یہی عقیدہ بیان کیا کہ صرف ایک اللہ کی عبادت کرو۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تو نمرود زمانہ کو اسی عقیدہ کے لئے للکارا قرآن کریم اس واقعہ کو بیان کرتا ہے کہ " الم ترىٰ الى الذى حآج ابراهيم فى ربه ان اتٰه الله الملک "حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقابلہ ہوا تو ایسے شخص کے ساتھ ہوا ہے جو اپنے آپ کو خدا کہتا تھا" اذقال ابراهيم ربى الذى يحى ويميت" حضرت نے فرمایا کہ خدا تو اس کو کہتے ہیں جو حیات اور ممات کا مالک ہے "قال انا احى واميت" اس ظالم نے کہا کہ یہ تو میں بھی کرتا ہوں " قال ابراهيم فان الله ياتى بالشمس من المشرق فات بها من المغرب " حضرت نے فوراً گفتگو تبدیل کی اور سمجھ گئے کہ مخاطب حد درجہ نالائق اور کج فہم ہے (جب مخاطب قیمتی بات نہ سمجھے تو متکلم اس کوشش میں ہوتا ہے کہ اس سے آسان بات کی جائے کیونکہ کلام کا مقصد مخاطب کو سمجھانا ہوتا ہے) تو حضرت ابراہیم علیہ

السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کا کرشمہ ہے کہ روزانہ سورج مشرق سے نکلتا ہے اور مغرب میں ڈوبتا ہے اگر آپ کو یہ خیال ہے کہ آپ خدا ہیں تو آپ آج کا نظام تبدیل کرلیں " فبهت الذى كفر" ہکا بکا رہ گیا وہ کافر " والله لا يهدى القوم الظلمين "(سورہ بقرہ آیت ۲۵۸) اللہ تعالیٰ ظالم اور مشرک لوگوں کو اتنی سمجھ نہیں دیتا۔ کیونکہ وہ ظالم یہ کہہ سکتا تھا کہ یہ نظام تو میرا ہے آپ اپنے رب سے کہیں کہ وہ مغرب سے نکالے اور مشرق میں ڈبوئے لیکن اتنی سمجھ مشرک اور کافر کو نہیں ہوتی اس کی سمجھ حیوان کے برابر ہوتی ہے کچھ چیزیں جانتا ہے لیکن اکثر چیزیں نہیں سمجھتا۔ تمام مشرکین اور کفار بے عقل ہوتے ہیں ان کی عقل ختم ہو چکی ہوتی ہے اگر عقل ہو تو وہ اللہ اور اس کے نبی کی شان میں کیسے گستاخی کریں گے اور یہ ان پر ان کی بداعمالیوں کی سزا ہوتی ہے۔

آنحضرت ﷺ نے بھی سب سے پہلے عقیدۂ توحید کی دعوت دی

ہمارے رسول جناب نبی کریم ﷺ نے پہلا خطاب جو قوم سے فرمایا ہے وہ یہی ہے " قولوا لا اله الا الله "بس توحید کا کلمہ پڑھ لو " لا اله الا الله " اس کلمے کی تشریح میں وقت لگتا کیونکہ اس کے نتیجے سے تشریح جلدی سمجھ میں آتی ہے۔ الہٰ کا اطلاق مشکل کشا پر ہے، حاجت روا پر ہے، کارساز پر ہے، خالق پر ہے، مالک پر ہے، معز پر ہے، مذل پر ہے، محی وممیت پر ہے جو سارا نظام پیدا کر چکا ہے اور چلا رہا ہے وہ الہٰ ہے، اس لئے یہ کلمہ تمام انبیاء کا مشترکہ کلمہ ہے، لیکن کتنی عجیب بات ہے کہ مشرکین اس کلمہ کو فوراً سمجھ گئے حضرت ﷺ نے ابھی تشریح نہیں فرمائی تھی جب آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ کلمہ پڑھو تو مشرکین

سب ناراض ہوئے اور انہوں نے پتھر برسانا شروع کردئے کیونکہ انہیں پتہ تھا کہ ’’لا الــٰہ الا اللہ‘‘ کا مطلب کیا ہے اور اگر یہ نافذ ہوگیا تو مخلوق کو مشکل کشا اور حاجت روا کارساز ماننا جرم ہوجائے گا۔تو انہوں نے سوچا کہ اسی کلمہ پر پابندی لگانی چاہیے اگر یہ کلمہ انسان نے صدق اور دیانت کے ساتھ پڑھ لیا تو وہ کبھی بھی مخلوق کی پوجا نہیں کرے گا۔تو انہوں نے سوچا کہ ہم نے جو ۳۶۰ بت نصب کئے ہیں بارش برسانے کا الگ، اولاد کے لئے علیحدہ بت تھا، عزت بڑھانے کے لئے اور دشمن کو ذلیل کرنے کے لئے علیحدہ بت تھے

’’ افرائیتم اللت والعزیٰ o ومنٰوۃ الثالثۃ الاخریٰ‘‘ (سورہ نجم آیت ۱۹، ۲۰)

یہ ان کے بتوں کے نام تھے یہ سارے ختم ہوجائیں گے کیونکہ لا الہ الا اللہ کا تو مطلب ہی یہ ہے کہ سوائے اللہ کے کسی کی پوجا نہ کی جائے۔

’’ لا تذرنّ الھتکم‘‘ معبودوں پر جم جاؤ ’’ ولا تــذرنّ ودا ولا سواعا ولا یغوث ویعوق ونسرا ‘‘ (سورہ نوح آیت ۲۳)

ہر زمانے کی درگاہیں الگ الگ ناموں سے یاد کی جاتی تھیں یہ ساری حقیقت میں درگاہیں تھیں اس زمانے کے نیک لوگوں کی یادیں بنائی گئیں تھیں اور ہر ملک کے اندر نئی نئی شکل کی مورتیاں کھڑی کی گئیں تھیں۔لوگ سمجھتے ہیں کہ بس پتھر تھے، پتھر نہیں تھا اصل میں یہ ’’کانوا عبادا صالحین ‘‘بخاری ج ا ص ۶۱ پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے۔اسی طرح جن پانچ بتوں کا ذکر سورہ نوح میں ہے یہ حضرت شیث علیہ السلام کے صلبی بیٹے تھے ’’اولئک الذین اذا مات فیھم رجل صالح‘‘ جب یہ مرگئے ’’بنوا علی قبرہ مســــجــــدا ‘‘ ان کی قبروں پر درگاہیں بنائیں آنحضرت ﷺ نے درگاہ بنانے والوں کو

’’اولئک شرار الخلق عنداللہ‘‘ کہا ہے۔یہ کائنات میں بدترین انسان ہیں دین وایمان کے بدترین دشمن ہیں ’’اولئک شرار الخلق عنداللہ‘‘ یہ درگاہوں والے، انہیں پوجنے والے، ان پر نیاز اور چادر چڑھانے والے کائنات کے بدترین لوگ ہیں۔

درگاہوں کی بیخ کنی کو آنحضرت ﷺ نے اپنی بعثت کا مقصد فرمایا ہے

ہمارے زمانے کے حکمران بھی عجیب ہیں جب دیکھو تو اخبار میں آجاتا ہے کہ گورنر چادر چڑھانے جائے گا، عرس کا افتتاح کرنے جائے گا، یہ کوئی گورنر ہے یہ تو خاص جناب نبی کریم ﷺ کا کوئی دشمن معلوم ہورہا ہے۔گورنر کا تو فریضہ منصبی یہ ہے کہ درگاہوں کو ڈھائے۔قبر کو قبر کی شکل میں بنانا یہ نبوت کا منصب ہے اور ہر زمانے کے مسلمانوں کا طریقہ ہے۔حضرت ﷺ نے تو درگاہوں کے بارے میں عجیب ارشاد فرمایا ہے، ترمذی میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک گورنر سے فرمایا کہ میں آپ کو اس کام کے لئے بھیج رہا ہوں جس کام کے لئے آنحضرت ﷺ نے مجھے بھیجا تھا’’ ابعثک علی بما بعثنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ‘‘ آپ کو اس مہم پر بھیج رہا ہوں جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو نبی بنا کر بھیجا ہے ’’ان لا تدع قبراً مشرفا الا سویتہ ‘‘کوئی قبر بھی اونچی نہیں چھوڑنا مگر اسے زمین کے ساتھ ملانا ’’ ولا تمثالاً الا طمستہ‘‘ (ترمذی ج ا ص ۲۰۳) اور مورتی اور بت کو بھی مت چھوڑنا مگر اسے توڑ دینا۔آپ لوگ ذرا حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جملہ پر غور فرمائیں کہ آپ کو اس کام کے لئے بھیج رہا ہوں جس کام کے لئے اللہ نے رسول اللہ ﷺ کو نبی بنا کر بھیجا ہے۔حضرت ﷺ نے نمازیں پڑھیں تو یہ نہیں فرمایا کہ

حضرت ﷺ کی بعثت کا مقصد تھا، حج فرمایا تو بھی نہیں فرمایا کہ حج حضرت ﷺ کی بعثت کا مقصد تھا،عمر بھر حضرت ﷺ نے رمضان کے روزے رکھے تو یہ نہیں فرمایا کہ یہ حضرت ﷺ کی بعثت کا مقصد ہے۔وہ تو عبادات ہیں بنیادی کام عقائد کی تربیت اور پرورش ہے نبی کے ہر کام سے پوری کائنات کو فائدہ ہوتا ہے او ردرگاہوں اور مندروں کی وجہ سے انسان اللہ تعالیٰ سے کٹ کر انسانوں کے غلام بن جاتے ہیں۔ان غلامی کی زنجیروں کو توڑنے کے لئے انبیاء اور مرسلین مبعوث فرمائے جاتے ہیں قرآن پاک میں بے شمار قصے ان باتوں کی نشاندہی کرتے ہیں کہ فلاں نبی نے یہی مسئلہ بیان کیا ہے اور یہ کلمہ حق ہے،کلمہ توحید ہے جس پر تمام انبیاء آئے ہیں۔

عقائد میں بنیادی عقیدہ،عقیدۂ توحید ہے

سب سے پہلی اور بنیادی چیز عقیدہ ہے اور عقیدہ نام ہے لا الہ الا اللہ کا اور اس کا معنی یہ ہیں کہ الہ ذات میں بھی یکتا ہے،قدرتوں کا مالک بھی وہ اکیلا ہے،عالم الغیب بھی صرف وہی ہے،تصرف بھی اس کا ہے افعال بھی اس کے جاری وساری ہیں اور ساری خلقت کا قادر مطلق وہ اکیلا ہے۔اگر لا الہ الا اللہ کا مطلب یہ ہے کہ صرف لائق عبادت تو اللہ ہے باقی مانگو درگاہوں سے،چادریں درگاہوں پر چڑھاؤ،نیازیں وہاں لے جاؤ، مرادیں وہاں سے مانگو اور غیر اللہ کے نام کو ہمیشہ خدا کے ساتھ لیتے رہو پھر تو اس کلمہ سے مشرکین کو کوئی اختلاف ہی نہیں ہوتا اسی لئے تو میں کہتا ہوں کہ مکہ کے مشرکوں نے لا الہ الا اللہ کا جیسا مطلب سمجھا تھا ایسا تو بڑے سے بڑے رضاخانیوں نے بھی نہیں سمجھا اور حضرت

ﷺ نے جب کوہ صفا سے اعلان کیا ''یا اھل مکہ'' اے مکہ والوں'' یا بنی فہد یا بنو تمیم، بنو عدنان، بنو ہاشم آپ ﷺ نے ایک ایک قبیلہ کا نام لے کر آواز دی کیونکہ ان کا مزاج بہت سخت تھا اور جس قبیلے کا نام نہ لو تو اس قبیلہ کا آدمی نہیں آتا تھا۔حضرت ﷺ کی آواز ایسی موثر تھی اور ایسی صدق اور دیانت سے بھری ہوئی تھی کیونکہ آپ ﷺ پہلے سے ان کے یہاں امین اور صادق مشہور تھے سب کے سب آگئے اور جو خود نہیں آسکتا تھا تو اس نے اپنے بڑے معتمد کو بھیج دیا کہ محمد ﷺ آواز دے رہے ہیں فوراً پہنچو۔جب میدان بھر گیا اور سب جمع ہو گئے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''لوگو مجھے خدا نے دین اسلام دیکر بھیجا ہے اسے مان لو اور بتوں کی پوجا کرنا چھوڑ دو میں اللہ کا نبی اور رسول ہوں میری اطاعت کرو''۔

(بخاری ج۲ص۷۰۲،۷۴۳)

مشرکین میں سے کسی نے یہ نہیں کہا کہ حضرت آپ اپنی اطاعت کیوں کراتے ہیں کیونکہ حضرت ﷺ کی اطاعت تو وہ پہلے سے کرتے تھے مشرکین نے حضرت ﷺ کے کردار اور گفتار پر کبھی بھی حرف گیری نہیں کی انہیں جھگڑا صرف پہلے جز سے ہے کہ لا الہ الا اللہ کیسے ہو گا یہاں تو ہم نے کعبہ کو مورتیوں سے بھر دیا ہے ان کے ہر کام کا خدا الگ تھا یہ خدا کا تصور بھی محبت میں غلو کی وجہ سے شروع ہوا ہے وہ اپنے نیک بندوں کو محبت اور نیکی سے یاد کرتے کرتے جب حدود شرع سے آگے نکل جاتے تھے تو پھر ان کا نام بھی خدا کے نام کے ساتھ رکھ لیتے تھے،انہیں مشکل کشا اور حاجت روا سمجھ لیتے تھے،ان کی نیاز اور نذر مان لیتے تھے،انہیں دور اور قریب سے آواز دینے لگتے تھے۔بزرگوں کو بزرگ ماننا یہ اسلام کا مقتضاء ہے اس کا کوئی بھی مخالف نہیں ہے۔

اولیاءکرام اور بزرگان دین کی کرامات برحق ہیں

بزرگان دین اور اولیا کے فیوض وبرکات ان کی کرامات ان کے جلیل القدر فرمان اظہر من الشمس ہیں۔ان کی کرامات، برکات اور خدمات کا انکار کرنا یہ آسان کام نہیں ہے اسلام میں اس کی کوئی گنجائش نہیں ہے لیکن کرامات کی وجہ سے ان کو بالکل خدا تعالیٰ کے برابر کھڑا کر دینا بے دینی اور گمراہی ہے۔میں تو اس کی مثال کبھی کبھی درس والوں کو دیتا ہوں کہ ولی اللہ کا معنی ہے خدا کا دوست یہ تو بہت بڑا نام ہے قرآن کریم میں تو ایک اونٹنی کا ذکر آیا ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام کے زمانے میں حضرت کے معجزے کے طور پر ایک اونٹنی پیدا ہوگئی تھی تو قرآن اس کا ذکر کرتا ہے "ھذہ ناقۃ اللہ" یہ اللہ کی اونٹنی ہے "ولا تمسوھا بسوٓء" اسے تکلیف مت پہنچاؤ "فیاخذکم عذاب قریب" (سورہ ہود آیت ۶۴)ورنہ دردناک عذاب میں گرفتار ہو جاؤ گے۔آپ ولی اللہ کی بات کرتے ہیں قرآن میں تو اللہ کی اونٹنی کا ذکر ایسا والہانہ ہو رہا ہے۔

انبیاء کا معاملہ قطعی اور یقینی ہوتا ہے اس کی مثال ایسی ہے کہ آئینہ کے سامنے ایک آدمی کھڑا ہے واقعی آدمی ہے اور ولی کی مثال ایسی ہے جیسے آئینہ میں اس کا عکس نظر آتا ہے بس یہی فرق ہے نبی اور ولی میں، دونوں انسان ہوتے ہیں دونوں بشر ہوتے ہیں دونوں کھاتے پیتے ہیں۔نبی کے پاس جو علم آتا ہے وہ قطعی اور یقینی ہوتا ہے وحی کا علم ہوتا ہے اور ولی کے پاس جو علم آتا ہے وہ ظنی اور خیالی ہوتا ہے اس لئے اولیاء ہمیشہ بلند اعمال میں مشغول رہتے ہیں کہ ہمارا دل صاف ستھرا رہے اور اس میں داغ دھبہ نہ لگے کیونکہ آئینہ

جب میلہ ہوتا ہے تو آدمی کا چہرہ اس میں نظر نہیں آتا جب اسے صاف کر دیں گے تو سب کچھ نظر آئے گا ولی کا قلب مجلی اور مصفی ہوتا ہے اور اس میں خداوند تعالیٰ کے خزائن غیب سے نیک اثرات اور نیک خیالات صادر ہوتے رہتے ہیں۔

دل کی غذ اللہ کے ذکر میں ہے

حدیث شریف میں ارشاد فرمایا کہ " ان للقلوب صدأ کصدأ النحاس " یہ انسانوں کے دل بھی زنگ پکڑتے ہیں" و جلاءھا الاستغفار" اور یہ روشن ہوتے ہیں استغفار سے (شعب الایمان ج ا ص ۴۴۱)۔دل ایک اندرونی کیفیت کا نام ہے، اللہ تعالیٰ نے جسم انسانی میں ایک گوشت کا ٹکڑا پیدا کیا ہے اور پورے جسم کو اس کے ماتحت بنایا ہے دل ایک حقیقت ہے صرف کیف نہیں ہے حدیث میں ارشاد فرمایا " فی الانسان مضغة" جسم انسانی میں گوشت کا ایک ٹکڑا ہے۔آگے فرمایا" اذ صلحت صلح له سائر جسده " جب وہ ٹھیک رہتا ہے ہر تو سارا نظام اور جسم ٹھیک چلتا ہے " و اذا سقمت سقم له سائر جسده " اور اگر اس میں فساد پیدا ہو جائے تو سارا جسم خراب ہو جاتا ہے" وهي القلب" وہ دل ہی ہے (شعب الایمان للبیہقی ج ا ص ۴۷۵)۔دل بھی ایک اندرونی حصہ جسم ہے اور لا الہ الا اللہ کے بھی دو حصے ہیں ایک عقیدہ جو باطنی کیفیت راسخ کا نام ہے اور دوسرا ظاہری اس کا اعتراف واقرار ہے۔جب لا الہ الا اللہ عقیدت کے ساتھ پڑھا جائے تو دل کا زنگ اتر جائے گا اور انسان کی زندگی نورانی کیفیات سے منور ہو جائے گی اور اگر لا الہ الا اللہ زبان پر ہو اور دل میں اس کی عزت واحترام نہ ہو تو پھر

برزبان تسبیح و در دل گاؤ خر

این چنین تسبیح کجا ماند اثر

آپ اللہ کی تسبیح پڑھتے ہیں اور دل میں اس کے برعکس خیالات ہیں، اس قسم کی تسبیح اور ذکر کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔

شیخ المشائخ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

اس لیے شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ شیخ المشائخ اسعد السادات الاولیاء صاحب الکشف والکرامات المتواترہ اور ان جیسے بہت سے اولیاء ذکر و اذکار پر زیادہ توجہ فرماتے ہیں۔ آپ لوگوں کو پیران پیر کا حال سناتا ہوں تاکہ آپ کو بھی پتہ چل جائے کہ" پیر" آخر کہتے کسے ہیں۔ آپ لوگوں نے تو آج کل کے ٹھگ پیروں کو دیکھ کر یہی سمجھ لیا ہے کہ پیر ایسے ہوتے ہیں۔ حضرت والا کے حالات میں اتابکی نے "النجوم الظاہرہ فی ملوک مصر والقاہرۃ" میں لکھا ہے کہ "کان عالماً عاملاً قطب الوجود" مجتہد درجہ کے عالم تھے اور زمانے کے قطب تھے۔ آگے لکھتے ہیں

"کان امام اھل الطریقة قدوة المشائخ فی زمانه بلا مدافعة کان ممن جمع بین العلم والعمل، افتیٰ و درس و وعظ وکان محقق صاحب اللسان فی التحقیق" (النجوم الظاہرہ فی ملوک مصر والقاہرہ جلد ۳ جز ۶ ص ۳۷۷)

حضرت والا اس زمانے کے امام تھے اور سب کے بڑے تھے وہ مفتی بھی تھے وعظ بھی فرماتے تھے اور اعلیٰ درجہ کے مدرس بھی تھے اور اس زمانے کے محقق عالم تھے اور ہر فن کے امام تھے۔ پیران پیر آج کل کے ملنگوں کی طرح نہیں تھے جو کذابین اور افاکین آج

کل پھر رہے ہیں اور اس زمانے کے دوکاندار اور تاجر ٹھگ پیروں کی طرح نہیں تھے۔ وہ تو خالص و مخلص عالم دین تھے اور اعلیٰ درجہ کے فقیہ اور محدث تھے اور موحدین کے سرتاج و سرخیل تھے۔ ٤٧١ھ میں غزنی کے راستے میں ایک جگہ ہے گیلان وہاں حضرت کی پیدائش ہوئی اور ٥٦١ھ میں فوت ہوئے ہیں ٹھیک ۹۰ سال کی عمر میں حضرت کی ۴۸ اولادیں ہوئی ہیں ان میں سے ۲۴ حضرت کی وفات کے وقت موجود تھے اور ۲۴ حضرت کی زندگی میں فوت ہوئے۔ حضرت کے ۱۲ بیٹے حضرت کے سامنے ہی شہرہ آفاق محدثین تھے شیخ عبدالوہاب اور شیخ عبدالرزاق اور شیخ عبدالوسع وغیرہ۔ جب یہ سب حضرت کے ساتھ بیٹھتے ہوتے تھے تو حضرت میں اور ان کے درمیان فرق کرنا مشکل ہوجاتا تھا۔ بادشاہ وقت بڑے درجہ کا متعصب قسم کا رافضی تھا اور فوج کے تمام جنرل رافضی تھے اور وہ دن رات اس کوشش میں رہتے تھے کہ اہل سنت کو تہہ تیغ کردیں لیکن پیران پیر ان کے مقابلے میں اکیلے ڈھال بنے ہوئے تھے اسی لئے حضرت کے حالات میں مورخین نے لکھا ہے کہ "کان یخاف منه الملوک" بادشاہانِ زمانہ بھی حضرت سے ڈرتے تھے۔

اہل سنت اور اہلِ روافض کے درمیان مشہور مناظرہ

٥٤٢ھ میں جرجان میں ایک مناظرہ طے ہوا اہل سنت اور روافض کے درمیان اس میں بادشاہ اور تمام فوجی جنرل خود موجود تھے اور سب کے سب روافض کی طرف تھے اور اہل سنت کی طرف سے صرف پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی اکیلے تھے لیکن علماء لکھتے ہیں کہ پیران پیر کے میدان میں آنے کے بعد بادشاہ کے رنگ میں سیاہی پھیل گئی اور اس پر خوف

طاری ہوگیا۔عبدالرحمٰن بن الجوزیؒ مناظرہ کے حکم مقرر کردئے گئے۔مناظرہ اس بات پرتھا کہ صحابہ میں افضل کون ہے۔تفصیل سے پہلے ایک بات یاد رکھیں کہ یہ مسائل جھگڑے کے نہیں ہیں لیکن جاہل لوگ ان کو بڑھادیتے ہیں اور بادشاہ اور سلاطین جب شرارت کرنے پر اتر آئیں تو چھوٹا مسئلہ بھی بڑا ہوجاتا ہے۔اہلسنت والجماعت میں یہ متفق مسئلہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بعد الانبیاء کائنات میں سب سے افضل ہیں۔ابوبکر اور عمر آیا تان من آیات اللہ ہیں،قرآن کریم کی آیتوں کی طرح بڑے اور معتبر سمجھے جاتے ہیں اور اس سلسلے میں ایک نہیں بے شمار احادیث ہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت حذیفہ کی روایت بھی بخاری میں آئی ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے زمانے میں بھی ابوبکر اور عمر سے بڑا کسی کو نہیں سمجھا جاتا تھا اور روایات میں ہے کہ حضرت ﷺ جب نماز میں کھڑے ہوتے تھے تو آپ کی خواہش ہوتی تھی کہ دائیں بائیں ایک طرف ابوبکر ہوں اور ایک طرف عمر ہوں۔صحابہ فرماتے ہیں کہ ہم ان کی جگہ خالی رکھتے تھے۔

میں نے عمرے پر اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اس پر بھی ذرا غور کریں ایک لاکھ چوبیس ہزار صحابہ میں سے صرف دو صحابہ حضرت ﷺ کے پہلو میں موجود ہیں۔دنیا میں انسان کی عزت وناموس بیوی سمجھی جاتی ہے لیکن حضرت کی تمام ازواج مطہرات کی تدفین جنت البقیع میں ہوئی ہے۔آنحضرت ﷺ دین کی عزت وناموس ابوبکر وعمر کو سمجھتے تھے اور آپ ﷺ بفراستِ نبوت سمجھ گئے تھے کہ اسلام کو نقصان پہنچانے کے لئے لوگ انہی کو کچھ کہیں گے تو ان کو اپنے پہلو ہی میں لیتا ہوں تاکہ امت کو سمجھانا آسان ہوجائے اور یہ باقاعدہ حضرت ﷺ کے اشارات سے ہوا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو خراج تحسین

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ شہید ہوئے اور انہیں غسل دیا جارہا تھا تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص اچانک دعائیں کرتا ہوا آیا کہ اللہ تعالیٰ عمر کا مقام بلند فرمائے جب بھی سنا تو حضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) یہی فرماتے تھے " کنت وابوبکر وعمر" " فعلت وابوبکر وعمر " یہ بات میں بھی کہتا ہوں اور ابوبکر اور عمر کی بھی یہی بات ہے " انطلقت انا وابوبکر وعمر " عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جہاں ہم حضرت عمر کو غسل دے رہے تھے وہاں ایک شخص یہ کلمات کہہ رہا تھا کہ واقعی آپ حضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بہت عزیز تھے اور حضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بہت قریب تھے فرمایا کہ جب میں نے مڑ کر دیکھا تو " فاذا علی بن ابی طالب " (بخاری ج۱ ص ۵۱۹، ۵۲۰ مسلم ج۲ ص ۲۷۴) تو وہ حضرت علی فرمارہے تھے۔ اسی طرح شیعوں کی معتبر کتاب "نہج البلاغہ" جوان کے یہاں بخاری شریف کے برابر سمجھی جاتی ہے اس کی پہلی جلد کے آخیر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا خطبہ ہے جو سب سے معیاری خطبہ سمجھا جاتا ہے اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جمعہ کے خطبہ میں کہا ہے "للہ بلاد عمر " ملک تو سارے عمر کے ہیں انہوں نے فتح کئے ہیں" فانہ اقام السنۃ " انہوں نے سنت نبوی کو ہر جگہ نافذ کیا ہے" وقمع البدعۃ " اور بدعت کی جڑیں کاٹی ہیں" وماترک بعد خیر منہ " اس کے بعد اس جیسا بہتر انسان کوئی نہیں ہے اور دوسری جلد میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے نام خط ہے جب ان سے اختلاف ہوگیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت معاویہ رضی

اللہ عنہ کو کہا کہ اختلاف مت کرو اور مجھے مان لو مجھے انہی لوگوں نے خلیفہ بنایا ہے جنہوں نے ابوبکر اور عمر کو خلیفہ بنایا تھا جب وہاں کوئی اختلاف کرنے والا نہیں تھا تو آج بھی کوئی نہیں ہونا چاہیے ۔حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایسا سمجھتے ہیں جیسے قرآن کریم کی دو آتیں ہوتی ہیں ۔اسی طرح حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہم کے بارے میں قبیح اور نا مناسب بات سنی ہی نہیں جا سکتی اور یہ ہر مسلمان کا عقیدہ ہونا چاہیے یاد رکھنا اگر صحابہ پہ پختہ ایمان نہ ہو تو پھر نبی پر بھی ایمان پختہ نہیں رہتا۔

مناظرہ کا فیصلہ

تو مناظرہ میں جب فیصلے کا وقت آیا تو وہاں فیصلہ کرنے کے لئے بادشاہ نے حضرت عبد الرحمٰن ابن الجوزی کو طلب کیا تھا کیونکہ اس زمانے میں ان سے بڑا عالم روئے زمین پر کوئی نہیں تھا۔حضرت والا ایک ہزار کتابوں کے مصنف تھے جن میں چودہ (۱۴) تو صرف قرآن کریم کی تفاسیر ہیں ۔سب سے چھوٹی تفسیر نو (۹) جلدوں میں ہے اور سب سے بڑی تفسیر ۱۸۰ جلدوں میں ۔انہوں نے کہا کہ ٹھیک ہے میں فیصلہ کرونگا لیکن میری دو شرطیں ہیں ۔

پہلی شرط   یہ ہے کہ اہل سنت ایک طرف ہو اور روافض دوسری طرف اور درمیان میں فوجیں کھڑی ہو جائیں تاکہ فساد نہ ہو۔

دوسری شرط   یہ ہے کہ فیصلہ سنانے کے بعد میں سیدھا گھر جاؤنگا میرا راستہ نہ روکا جائے اور نہ ہی مجھ سے کچھ پوچھا جائے گا ۔بادشاہ نے شرائط تسلیم کرلیں اور فریقوں کو بھی

منوائیں ۔اب مناظرہ کا حال یہ ہے کہ دونوں فریقوں کے ہاتھوں میں تلواریں ہیں اور فساد کے لئے تیار ہیں کہ اگر ابوبکر کو کچھ کہا تو ہم خون بہادیں گے اور روافض تیار تھے کہ اگر علی کو کچھ کہا تو یہ قتل و غارتگری کریں گے ۔

عبد الرحمٰن ابن جوزی نے فیصلہ سنایا

'' افضل العالمین بعد النبیین من کانت ابنته تحته"

کائنات کا افضل ترین انسان پیغمبروں کے بعد وہ شخص ہے جس کی بیٹی اس کے پاس ہے ۔اہل سنت اس بات پر خوش ہو گئے کہ ابوبکر کی بیٹی حضرت ﷺ کے پاس ہے اور شیعہ خوش ہو گئے اس لئے کہ حضرت ﷺ کی بیٹی علی کے پاس ہے ۔

فیصلہ سنا کر ابن الجوزی سیدھا گھر روانہ ہو گئے اور دونوں فریق بھی روانہ ہو گئے ۔ تین دن گزرنے کے بعد بادشاہ نے پیران پیر شیخ عبد القادر جیلانی سے پوچھا کہ ابن الجوزی نے فیصلہ کیسا کیا ہے تو حضرت نے کہا کہ بہت اعلیٰ فیصلہ کیا ہے بادشاہ نے کہا کس طرح اعلیٰ ہے پتہ ہی نہیں چل رہا دونوں فریق خوش ہیں ۔حضرت نے فرمایا کہ خون روکنے کے لئے اس وقت اس سے بہتر اقدام نہیں تھا اور فرمایا کہ فیصلہ حضرت ابوبکر کے حق میں ہوا ہے اور جاؤ پوچھ کے آؤ ۔بادشاہ اپنے جرنیل کے ساتھ حضرت ابن الجوزی کے گھر گئے اور فرمایا کہ حضرت "یہ جس کی بیٹی اس کے پاس" سے بات کچھ سمجھ نہیں آئی تو ابن الجوزی نے فرمایا کہ مجھ سے سوال کیا ہوا تھا تو بادشاہ نے کہا کہ "افضل کون ہے؟" تو حضرت نے فرمایا کہ "من کانت ابنته تحته" میں "من" جو ہے وہ افضل کے قائم مقام ہے اور حضرت نے فرمایا کہ "بنته" کی ضمیر کیا راجع ہوگی تو کہا کہ اسی کی طرف تو حضرت نے فرمایا کہ کس

کی بیٹی حضرت ﷺ کے نکاح میں تھی تو بادشاہ نے سر پکڑ لیا حضرت نے فرمایا کہ ابوبکر کی بیٹی حضرت ﷺ کے نکاح میں تھی اور فضیلت ابوبکر کی ہے ۔ روافض تو عربی ہی نہیں جانتے جاہل ہیں اور باتیں کیا جانیں گے ۔ میں نے یہ واقعہ درمیان میں ایسے ہی تلطفاً سنایا بتانا یہ چاہتا ہوں کہ پیران پیر آج کل کے ٹھگ پیروں کی طرح نہیں تھے پیران پیر تو اسلام کے فخر اور ناموس کے معیار پر فائز تھے ۔

یہ لوگ مجھ سے کہتے ہیں کہ ''آپ پیروں کو نہیں مانتے'' تو میں ان سے کہتا ہوں کہ ''آپ پیروں کو نہیں جانتے''، مجھ سے زیادہ پیروں کو ماننے والا دنیا میں اور کون ہے ۔ ماننا اس کو نہیں کہتے کہ ان کے نام پر اپنی دوکانداری چلاؤ ماننا اسے کہتے ہیں کہ ان کے کئے ہوئے کاموں کو آگے بڑھاؤ ۔ وہ تو ایسے پیر تھے کہ رہتی دنیا تک ان کی تعلیمات قائم رہیں گی ۔ ان پیروں نے تو صرف اور صرف توحید کا درس دیا تھا کسی کی مجال نہیں تھی کہ ان کے زمانے میں ان کے سامنے کوئی شرک یا بدعت کرے اور آج کل کے پیروں کے پاس سوائے ڈھکوسلوں کے اور کچھ نہیں ہے ان کا سارا کام بدعات اور جعلسازیوں سے چلتا ہے ۔

یاد رکھیں انسانی زندگی میں سب سے اہم چیز عقیدہ ہے، تمام امور اس کے بعد ترتیب دئے جاتے ہیں ۔ انبیاء کرام نے مسلمانوں کے عقیدہ کو پختہ کرنے کی ہمیشہ جدوجہد فرمائی ہے ۔ عقیدہ ایمان کو کہتے ہیں اور ایمان میں ایک داغ اور دھبہ بھی برداشت نہیں ہے ۔ اس لئے انبیاء کرام کے عقائد اور ان کا ایمان اور اعمال سب اللہ تعالیٰ کی وحی اور نظر الوہیت میں ہوتے ہیں اسی لئے انبیاء کرام خود معصوم عن المعاصی والخطیات ہیں ۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ " انک فی اعیننا و وحینا "آپ ہماری نگاہ اور وحی کے سامنے ہیں اور

ہماری نگرانی میں ہیں ۔

جیسے میں نے شروع میں کہا تھا کہ تین چیزیں اصل الاصل ہیں اور پیغمبرانہ کاوشیں انہی تین چیزوں کو سدھارنے کے لئے ہوتی ہیں

(۱) عقائد (۲) اعمال (۳) عادات

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی بہادری کا ایک واقعہ

عقائد میں جب خرابی آئی تو بتوں کی پوجا شروع ہوگئی ۔ جناب نبی کریم ﷺ کو اطلاع ملی کہ ایک بت ایسا ہے کہ اس سے آوازیں آتی ہیں اور جو اس کو نہ مانے وہ اس کو فوراً اسی وقت جلا کر راکھ کر دیتا ہے اس کے مجاور اسے ''عزیٰ'' کہتے تھے ۔ آپ ﷺ نے صحابہ کی طرف دیکھا اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اٹھو اور اسے توڑ کر آؤ اتنی خطرناک بات سننے کے بعد بھی کوئی صحابی اس بات سے ڈرا نہیں کیونکہ حضرت ﷺ نے ان کے ایمان کی تربیت ہی ایسی کی تھی اور اسے مضبوط بنایا تھا ۔ جب خالد بن ولید رضی اللہ عنہ وہاں پہنچے تو وہاں دنیا جمع تھی اس کے پجاری اور مجاور سب جمع تھے ۔ وہ بت ایک جنگلے کی شکل میں تھا اوپر اس کا سر نکلا ہوا تھا ۔ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے نیچے سے اسے مارا تو کہتے ہیں کہ اس میں سے خاتون کے شکل کی ایک صورت نکلی اس کے بڑے بڑے بال تھے ناخن تھے ڈرانے کے لئے منہ میں جھاگ لے آئی اور مشرکین چاروں طرف کھڑے ہوگئے اور نعرے لگانا شروع کر دیے کہ بس یہی وقت ہے کہ آپ اپنا زور دکھائیں اور سب کو بتائیں کہ آپ ہی خدا ہیں ۔ حدیث میں ہے کہ خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو دیکھا اور پھر بت کی طرف دیکھا اور آنکھیں بند کر کے پھر اس کے اوپر حملہ آور ہوگئے ۔ اس دفعہ

وہاں صرف بدبودار پانی رہ گیا اور کوئی چیز باقی نہ رہی ۔اس طرح حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اس کا خاتمہ کیا۔

آج لوگ اپنے گھر میں بیوی اور رشتہ داروں کو نہیں کہہ سکتے کہ شرک و بدعت کے کام مت کرو پیغمبر کے صحابہ کو دیکھیں لاکھوں مشرکین کے درمیان میں ان کے معبد اور معبود کو تہس نہس کر کے رکھ دیا ۔حضرت ﷺ کی خدمت میں آئے اور پورا واقعہ سنایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہم پیغمبر اسی کام کے لئے دنیا میں بھیجے گئے ہیں کہ شرک کے اڈے ویران کر دیں اور حضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ عزیٰ تھی۔

(دیکھیں سورۂ نجم آیت نمبر ۱۹ کے ذیل میں تفسیر ابن کثیر اور تفسیر روح المعانی)

پیغمبر اس لئے طاقت اور توانائی کے ساتھ ایمان بنانے کے لئے مبعوث فرمائے گئے ۔ہزار خرابیوں کے باوجود آج کی عرب قوم جیسی توحید دنیا میں کسی کی نہیں ہے آپ خود سوچیں کہ اگر ان کو درگاہیں پوجنا ہوتیں تو وہاں پر قدم قدم پر درگاہیں ہوتیں کیونکہ وہاں تمام صحابہ کے اثار موجود ہیں ان کے گھر ہیں ان کی مساجد ہیں ۔صحابہ سے بڑھ کر دنیا میں اولیاء اور کون ہوسکتا ہے ،لیکن وہاں معاملہ بالکل صاف ستھرا ہے ۔اگر کوئی درگاہ ہے کوئی مزار ہے جو خدا کی رحمتوں کا مرجع اور مرکز ہے تو وہ محمد رسول اللہ ﷺ کی قبر اطہر ہے اور وہ اتنی پاک جگہ ہے کہ آپ نے اعلان کیا بخاری میں ہے

" ما بین بیتی و منبری روضۃ من ریاض الجنۃ و منبری علی حوضی "

(بخاری ج ۱ ص ۲۵۳)

میرے گھر اور منبر کے درمیان یہ جنت کے ٹکڑوں میں سے ایک ٹکڑا ہے ۔وفاء

الوفاء میں امام سمہودیؒ لکھتے ہیں " ھذا تحمل علی الحقیقۃ " یہ حقیقی بات ہے اس میں کوئی توجیہ کی ضرورت نہیں ہے اس لئے چاروں آئمہ کی تشریح موجود ہے

" بقعۃ یمسھا جسد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم افضل من السموٰت و الارضین بل من اللوح و العرش و الکرسی "

روئے زمین کا وہ ٹکڑا جو حضرت ﷺ کے جسد اطہر کو چھو رہا ہے وہ کل کائنات سے افضل ہے آسمان و زمین کی ہر مخلوق سے افضل ہے یہی بات حافظ ابن تیمیہ اور حافظ ابن قیم نے بھی کہی ہے ۔لیکن اللہ کا کتنا بڑا فضل اور کرم ہے کہ بڑے سے بڑا بدعتی بھی وہاں جا کر بالکل سیدھا ہو جاتا ہے ،سرکاری فوج اور علماء ہر وقت تیار کھڑے رہتے ہیں کوئی بھی غلط کام یہاں نہ ہو۔لوگوں کی آنکھیں اندھی ہوگئی ہیں اور عقل ختم ہوچکی ہے ۔نوے اور سو سال کا مشرک بدعتی قبر پر سر پٹخنے والا بھی وہاں جا کر سیدھا ہو جاتا ہے ۔یاد رکھیں یہ اصول دین ہے کہ کہیں اور سجدہ کرنا اور اللہ کے سوا کسی اور سے مانگنا یہ کفر ہے ۔

مجھ سے بجز خدا کے کسی کے حضور میں
اپنا سرِ نیاز جھکایا نہ جائے گا

عقائد کے بعد اہم مرحلہ اعمال کا ہے

جب عقیدہ مضبوط ہو تو دوسرا نمبر آتا ہے اعمال کا ،تخم جب اعلیٰ ہو تو بہترین درخت نکلتا ہے ۔جب آپ دو رکعات نماز پڑھتے ہیں اور دعا مانگتے ہیں تو فرش تا عرش سارے حجابات اٹھ جاتے ہیں کیونکہ تخم صحیح ہے اور اگر اللہ اکبر کہتے وقت آپ نے کسی اور کا خیال کیا ہے ،کسی اور کو مشکل کشا اور حاجت روا سمجھا ہے اور کسی اور کی نیاز کا خیال کیا ہے تو یہ

آپ نے اپنے دل کے آستانے میں کیکر کا بیج ڈالا ہے اس سے صرف کانٹے نکلیں گے جس سے آپ کا جسم چھلنی ہو جائے گا۔ آپ کعبہ میں حاضر ہو نگے تو بھی کوئی مزہ نہیں آئے گا کیونکہ ایمان نہیں ہے۔ مومن کا سب سے پہلا اور اہم مرحلہ توحید کا ہے اور یہ انبیاء کرام کی بعثت کا اولین مقصد تھا۔ عقیدہ توحید مستحکم ہونے کے بعد محاسن اعمال شروع ہو جاتے ہیں۔ پھر ہر عمل میں امتی پابند رہتا ہے کہ مجھے اپنے نبی کا کہیں بھی خلاف نہیں کرنا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ مصر تشریف لے گئے گورنر نے دعوت کی تھی مصر اور عجم کے شاہاں تشریف فرما تھے اول تو مصری بچے حضرت عمر سے چمٹ گئے کیونکہ وہ جگہ جگہ لپک رہے تھے۔ گورنر کو بہت برا لگا لیکن ان کو کون کیا کہہ سکتا تھا۔ جب دربار میں داخل ہو رہے تھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ مجھے تم سے عجمیوں کی بو آرہی ہے۔ کھانا سج گیا تو کھانے کے دوران حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ سے اتفاقاً ایک نوالہ دستر خوان پر گر گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسے اٹھانے لگے تو گورنر نے آہستہ سے کہا۔ کہ " ان الاعاجم یعیبونہ " عجمی لوگ اس بات کا پسند نہیں کرتے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نوالہ لیکر دستر خوان پر کھڑے ہو گئے اور فرمایا کہ لقمہ جب گر جائے تو دوبارہ اٹھانا سنت ہے "ھذہ سنت رسول اللہ ﷺ "یہ تو حضرت ﷺ کی سنت ہے " اترک سنت رسول اللہ ﷺ لا ھؤ لا الحمقاء" اپنے پیغمبر کی سنت میں ان بیوقوفوں کے لئے چھوڑوں۔

اس قاعدے کو دیکھیں اور پھر آج کل کے دور کو دیکھیں، لوگ کہتے ہیں کہ میں داڑھی رکھنا چاہتا ہوں لیکن بیوی اجازت نہیں دیتی۔ اس سے پوچھو کہ داڑھی بیوی کی ہے یا رسول اللہ کی سنت ہے کچھ کہتے ہیں کہ افسر سے پوچھنا پڑے گا اس سے پوچھو کہ وہ تیرا افسر

ہے یا خدا ہے کچھ کہتے ہیں کہ تھوڑا رک جائیں کچھ دن بعد رکھ لوں گا۔ اس سے پوچھیں کہ آپ کا اپنی زندگی کا کیا پتہ ہے اگر کل سے پہلے پہلے مر گئے تو بغیر سنت کے قیامت کے دن نبی کے سامنے کھڑا ہونا پڑے گا۔ البحر الرائق، النہر الفائق، فتح القدیر تمام معتبرات میں ہے کہ جس نے سنت مؤکدہ قصداً ترک کی " لن تنل شفاعتی" حضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ میں اس کی شفاعت نہیں کرونگا۔ ہمیں تو آپ کی شفاعت کی فکر ہے اس لئے ناراض ہوتے ہیں۔ خود سوچیں کہ ایک گرا ہوا نوالہ کھانا سنت ہے اور اس کے خلاف کرنا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے برداشت نہیں کیا کہ لوگوں کے لحاظ میں ایک سنت ترک ہو جائے اور آج ہم اور آپ دیکھتے ہیں کہ جتنی بیدردی سے سنت پر چھریاں چلائی جاتی ہیں اس طرح تو پھل اور سبزی بھی نہیں کاٹی جاتی سب نے سنت کا مذاق بنایا ہوا ہے اور اس میں عوام کے ساتھ ساتھ ہمارے خطباء بھی برابر کے شریک ہیں کیونکہ انہیں تقریر میں صرف اپنا وقت پورا کرنا ہوتا ہے۔ کسی بھی مقرر کا آپ مؤاخذہ کرلیں اور دریافت کریں کہ اس نے جمعہ میں کن کن مسائل کو بیان کیا ہے آپ کو حقیقت کا پتہ چل جائے گا۔ خطیب منبر پر بیٹھ جاتے ہیں موسیٰ اور خضر کا واقعہ شروع ہوتا ہے اور ختم بھی ہو جاتا ہے اور کسی بھی سننے والے کو نہیں پتہ چلتا کہ واقعہ کا مقصد کیا تھا، اس سے کیا نتائج نکلے اور قرآن نے اس واقعہ کو کیوں بیان کیا ہے۔ یاد رکھیں جو سنت کو عیب سمجھتے ہیں وہ پرلے درجے کے بیوقوف ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ جب عقیدہ مضبوط ہوتا ہے تو عمل خود بخود نکھر جاتا ہے اور سنت کا اہتمام تو کہتے ہی اس کو ہیں کہ اس کا نفاذ ہر جگہ ہو دیکھیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شاہی دستر خوان پر بھی خلاف ورزی برداشت نہیں کی اور گورنر کو معزول کر دیا۔ اسی لئے جناب نبی

کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے کہ عمر دین کے معاملہ میں بہت سخت ہے۔

عمل جب مستحکم ہو جائے اور اس میں سنت کا اہتمام آجائے تو پھر عادات کی اصلاح بہت آسان ہو جاتی ہے۔ عادات کی تمام تعلیم سنت میں موجود ہے جب عمل میں سنت آجائے گی تو عادات اپنے آپ درست ہو جائیں گی۔

عقائد جب پختہ ہوں اور ان میں توحید کی بھرمار ہو تو اعمال میں نکھار آجاتا ہے اور اعمال کو سنت کے مطابق ڈھالنا بھی آسان ہو جاتا ہے اور جب اعمال انسان کے کنٹرول میں آجائیں تو عادات کی اصلاح خود بخود ہو جاتی ہے کیونکہ عادات تو اعمال کے تابع ہوتی ہیں۔ جب ایک چیز انسان کے عمل میں ہوگی اور وہ اس پر مداومت اختیار کریگا تو وہی چیز پھر انسان کی عادت میں بھی شامل ہو جائے گی۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو عقیدۂ توحید پر پختہ فرمائے اور اپنے پیغمبر ﷺ کی سنت اپنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

Settings\Muneeb\Desktop\Ahsan Khutbat headings\ayat 2.tif not found.

الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیات اعمالنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ واشھدان لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشھد ان سیدنا ونبینا محمداعبدہ ورسولہ ارسلہ اللہ تعالیٰ الی کآفۃ الخلق بین یدی الساعۃ بشیراًونذیراًوداعیاالیٰ اللہ باذنہٖ وسراجاً منیر ا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحا بہ وبارک وسلم اما بعد

فاعوذباللہ من الشیطن الرجیم　　　　　بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلَآ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْن o اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْن o لَھُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَۃِ ط لَا تَبْدِیْلَ لِکَلِمٰتِ اللّٰہِ ط ذٰلِکَ ھُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْم o وَلَا یَحْزُنْکَ قَوْلُھُمْ م اِنَّ الْعِزَّۃَ لِلّٰہِ جَمِیْعًا ط ھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمo (سورۂ یونس آیت۶۲ تا ۶۵)

وقال النبی ﷺ ''لوکان جریج فقیھاً لا جاب اُمّہ''(الدرر المنتثرۃ للسیوطی ص۱۳۶)

مدعی گوبرو ونکتہ بہ حافظ مہ فروش
کلک معانی ز زبانے و بیانے دارد
بنمائی بصاحب نظر گوہر خود را
عیسیٰ نتواں گشت بتصدیق خرے چند

اللھم صل علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد کما صلیت علیٰ ابراھیم وعلیٰ آل ابراھیم انک حمید مجید

اللھم بارک علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد کما بارکت علیٰ ابراھیم وعلیٰ آل ابراھیم انک حمید مجید

قابلِ قدر بزرگو! محترم بھائیو! اور دوستو! ربیع الاول کا مہینہ پورا ہو چکا ہے اور ربیع الثانی شروع ہو چکا ہے۔ ربیع الاول میں جناب نبی کریم ﷺ کی سیرت طیبہ اور آپ کی حیات جاوداں سے متعلق ضروری اعتقادی اور عملی بیانات ہو چکے ہیں کیونکہ عقیدے اور عمل پر پختہ رہنا یہی اصل ایمان ہے۔ دونوں چیزوں کی تربیت اللہ نے انبیاء علیہم السلام کے ذریعے کروائی ہے جناب نبی کریم ﷺ امت کے عقائد واعمال مستحکم اور مستحسن کرکے دنیا سے تشریف لے گئے۔

عقیدے میں توحید اور اعمال میں سنت مؤمن کی اصل نشانی ہے

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین میں اور پورے جہان کے لوگوں میں یہ ایک واضح فرق ہے کہ ان کا عقیدہ اور عمل انتہائی مستحکم تھا دنیا کی چیزیں اسباب وذرائع اور وسائل ہوں یا نہ ہوں۔ سب سے بڑی دولت جو مؤمن کو اللہ بزرگ وبرتر کے یہاں سے

عطا ہوتی ہے وہ استحکامِ ایمان ہے اور استحسانِ اسلام ہے۔ اس کو توحید وسنت کہتے ہیں اور اس کے کاربند مسلمانوں کو اہلسنت والجماعت کہتے ہیں، اس کے خلاف جہاں عقیدے میں کمزوری آتی ہے تو شرک پیدا ہوتا ہے اور جہاں سنت کے نظریئے میں اور عمل میں فروگذاشت واقع ہوتی ہے وہاں بدعتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔

ربیع الاول میں جہاں سیرت طیبہ کے بیان مسلمان سنتے ہیں اور پورے سال اس کے مطابق اپنی زندگیاں گزارتے ہیں وہاں ایک فریق ایسا بھی ہے جن کا تمام تر کارخانہ محدثات اور خالص شرک وبدعت پر قائم ہے، مسلمانوں پر فرض ہے کہ جیسے حلال وحرام کے درمیان تمیز کرنی ہے، دودھ اور موت میں فرق کرنا ہے اسی طرح توحید کے عقیدے میں اور شرک کے نظریئے میں امتیاز کرنا اور ان کی سرحدات کی حفاظت کرنا، پیغمبر ﷺ کی سنن مقدسہ جو روح واعمال کی پرورش اور غذا کا عظیم سرمایہ ہے اسے اپنانا اور اس کے خلاف یا بدعات اور محدثات سے یکسر اجتناب کرنا واجبات میں سے ہے۔

ربیع الثانی میں بھی ان کی بدعات چلتی رہتی ہیں اور یہ لوگ اپنے خیال اور وہم سے بعض بزرگانِ دین اور اولیاء اللہ کی برسیاں مناتے ہیں اور ان سے بڑی عقیدت کا اظہار کرتے ہیں۔ اول تو یہ واقعات اور افسانے تمام بے بنیاد ہوتے ہیں اور پھر اس پر اپنے مذہب کی بنیاد رکھتے ہیں۔

خشت اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا می رود دیوار کج

فارسی والے کہتے ہیں کہ جب عمارت کی بنیاد میں ہی اینٹ غلط رکھی گئی ہے تو دیوار

اوپر تک ٹیڑھی جائے گی۔

پیغمبر کی جمیع تعلیمات پر ایمان لانا ہر مسلمان کا فرض ہے

اللہ تعالیٰ نے پہلی جماعت جو مصطفوی جماعت ہے اور مجتبوی جماعت ہے وہ انبیا علیہم السلام کی ہے دونوں جہاں کی عزت سب سے زیادہ ان کو عطا فرمائی۔ اہلسنت والجماعت کا عقیدہ ہے کہ جمیع انبیاء، جمیع ملائک سے افضل ہیں اور پھر جمیع ملائک جمیع مؤمنین سے افضل ہیں لیکن خواص مسلمین عموم ملائک سے بھی افضل ہیں جیسے حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، عشرہ مبشرہ اور بدریین صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین یہ عام ملائک سے افضل ترین ہیں اور صحابہ کے بعد جو حضرات ہیں یعنی جنہیں اللہ تعالیٰ نے ایمان اور عمل کی دولت عطا فرمائی ہے خواہ وہ تابعین ہیں یا اتباع تابعین ہیں، حضرات فقہاء کرام ہیں، مجتہدین یا مفسرین ومحدثین ہیں یا قیامت تک آنے والے ان کے مقلدین اور متبعین ہیں یہ سب کے سب اللہ کے دوست ہیں اور نیک بندے ہیں قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے" اللہ ولی الذین امنوا "اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے دوست ہیں۔ امام الائمہ الامام الاعظم امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے شرح عقیدہ طحاویہ میں امام طحاوی رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے کہ "المؤمنون کلھم اولیاء الرحمن" (العقیدۃ الطحاویۃ ص۱۰ قدیمی) مومن اللہ کی دوستی میں پکا ہوتا ہے اور کفار اور مشرکین اللہ کا بدترین دشمن ہے، گویا ولایت کی اساس اور بنیاد ایمان سے شروع ہوتی ہے۔ خداوند تعالیٰ کی دوستی میں جب بندہ داخل ہوتا ہے تو ایمان کے ذریعے سے ہی ہوتا ہے۔ ایمان کل کائنات کا

ایک جیسا ہوتا ہے مثلاً پیغمبر کا جن چیزوں پر ایمان ضروری ہے ایک امتی کو بھی ان ہی چیزوں پر ایمان لانا ضروری ہے "امن الرسول بما انزل الیه من ربه والمؤمنون" (سورۂ بقرہ آیت ۲۸۵ کا حصہ) رسول اللہ ﷺ کا بھی اس پر ایمان ہے کہ جو کچھ ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوا ہے وہ برحق ہے اور تمام مسلمانوں کا بھی یہی ایمان ہے۔

تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین معیارِ حق وایمان ہیں

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا جن چیزوں پر ایمان ہے بعد میں آنے والے لوگ بھی پابند ہیں کہ وہ ان چیزوں پر ایمان لائیں۔ ایمانیات میں اتحاد ہوتا ہے، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے منافقین کو ایمان کی دعوت دی ہے اور حضرات صحابہ کرام کو ان کے لئے معیار کے طور پر پیش کیا ہے "امنوا کما امن الناس" ایسا ایمان لاؤ جیسے یہ لوگ ایمان لا چکے ہیں۔ مفسرین کا اتفاق ہے کہ "الناس" میں الف لام عہد کے لئے ہے اور مراد موجود فی الخارج مسلمان ہیں، اور وہ صحابہ تھے کوئی اور نہیں تھے، اس لئے قرآن نے کہا کہ صحابہ کی طرح ایمان لانا ہوگا اگر ان جیسا ایمان تم نہیں لاؤ گے تو نفاق پیدا ہوگا، معلوم ہوا کہ ایمان کا معیار صحابہ ہیں اور کل کائنات کو پابند فرمایا ہے کہ ان جیسا ایمان لے آئیں۔ اب دو صورتیں بنتی ہیں ایک اطاعت کی اور دوسری نافرمانی کی۔ جہان بھر کے مسلمان وہ مطیعین ہیں اور صحابہ کرام کو اپنا مقتداء مانتے ہیں اور جن لوگوں نے صحابہ کے معیار حق ہونے میں، معیار ایمان واعمال ہونے میں کچھ بھی کمی کی اور ذرہ برابر بھی شک کیا یا حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی اگر کوئی ذرہ برابر اونچ نیچ کا

عقیدہ رکھا تو یاد رکھنا کہ وہ شخص مؤمن نہیں مرا ہے کافر مرا ہے۔ خداوند تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے کہ صحابہ کے دشمنوں کو جنت نہیں جانے دیں گے، آپ خود اندازہ لگائیں کہ اس سے بڑھ کر کیا ہوگا کہ فرمایا، ایمان تب مانوں گا جب ان جیسا ہوگا ورنہ ایمان کو قابلِ قبول ہی نہیں سمجھا گیا۔

ایمان کی دعوت میں اختلافی مسائل کے بیان سے پرہیز کریں

بظاہر تو ایک درجہ آگے ہونا چاہیے تھا کہ ایمان ایسا لے آؤ جیسے محمد رسول اللہ ﷺ کا ایمان ہے۔ مگر اس میں کچھ پیچیدگی تھی اس کے سمجھنے میں دیر لگ سکتی تھی اور ایمان کی دعوت ہمیشہ صاف ستھری ہوتی ہے۔ آپ بھی جب ایمان پر کام کریں گے تو صاف نظریات میں کریں گے الجھے ہوئے مسائل ایمانیات میں بیان کرنے سے علماء نے منع فرمایا ہے۔

اسی لئے علماء نے لکھا ہے کہ اگر کسی شخص کو ایمان کی دعوت دی جائے تو اسے اس موقع پر تقدیر کا مسئلہ بالکل نہ سمجھایا جائے یہ اندرونی مسائل ہیں جنہیں گھر کے اندر کے مسائل کہا جاتا ہے۔ اسی طرح امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ غیر مسلم کو اسلام قبول کرنے کے بعد یہ کہنا کہ اب آپ کا ختنہ بھی کیا جائے گا یہ حرام وگناہِ کبیرہ ہے، اس لئے حضرت امام صاحب نے ختان الرجال کو مکروہ کہا ہے کہ بالغ کا ختنہ منع ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ختان سنت ہے اور پردہ فرض ہے اور سنت اور فرض کا جب تصادم آتا ہے تو فقہاء اس پر متفق ہیں کہ ترجیح فرض کو ہی دی جائے گی۔ ایک مسئلہ یہ بھی فقہاء نے لکھا ہے کہ آدمی کو اگر سنت استنجا کرنا ہے لیکن جگہ ایسی ہے کہ نہیں کرسکتا تو فقہاء کہتے ہیں کہ ترک کرے کیونکہ

اسے جسم کولوگوں کے سامنے کھولنے کی اجازت نہیں ہے بلکہ وضوکر کے نماز پڑھ لے یہ نماز بغیر کراہت کے درست اور صحیح ہوگی۔

تو اسلامی تعلیمات جو دوسروں کو پیش کی جاتی ہیں وہ صاف اور ستھری ہونی چاہیے۔آپ جب کسی کی کوئی دعوت کریں گے تو صاف ستھری چیزیں پیش کریں گے تا کہ آپ کے مہمان کواس میں کوئی رکاوٹ نہ ہو۔اس لئے اجلہ آئمہ نے یہ کہا ہے کہ جب بھی اسلام کی دعوت دیں تو صاف ستھرے اور احسن طریقے سے بات کریں۔اسلامی عقائد سارے کے سارے صاف ستھرے ہیں کسی ایک عقیدے میں بھی کوئی ابہام نہیں ہے اور جتنے مسائل ایسے ہیں کہ وہ دلائل وتفاسیر کے محتاج ہیں تو لکھا ہے کہ ان کو علماء کے حوالے کریں، جب ایک آدمی مسلمان ہو جائے گا تو اس کے بعد خود اس کو یہ جستجو ہو جاتی ہے کہ اب مجھ پر اور کیا کیا باتیں لازم ہیں تو اب وہ سب چیزیں انہیں آہستہ آہستہ بتائی جائیں گی۔اس لئے یہ دعوت نہیں دی گئی کہ تم ایمان ایسا لاؤ جیسا جناب نبی کریم ﷺ کا ایمان ہے کیونکہ یہ تو ہر ایک شخص سمجھ سکتا ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ کا ایمان وحی کا ایمان ہے، براہ راست ملائک کی آپ کے پاس آمدورفت ہے، آسمان وزمین سبع ساوات وارضین اللہ تعالیٰ نے آپ کی آنکھوں کے سامنے رکھے ہیں اور پھر آپ ﷺ پر معجزات اور اپنی خصوصی نصرتوں اور رحمتوں کے بارش برسائی ہے۔

صحابہ کرام، پیغمبر علیہ السلام کے علوم کے امین تھے

لیکن ایک جماعت ایسی ہے جنہوں نے پیغمبر ﷺ کے تمام علوم واعمال کو ضبط کیا اور

وہ صحابہ ؓ کی جماعت ہے۔ظاہر ہے کہ جب آپ کسی کو تحفہ میں کوئی پودہ دیں گے تو آپ ہی کے گھر کا کوئی پودہ ہوگا لیکن اس کا جو اصل بیج اور پودہ ہے وہ آپ ہی کے پاس محفوظ رہے گا۔اس لئے اللہ رب العالمین نے ایک دوسرے مقام پر کہا کہ ”فان امنوا بمثل ما امنتم به ” اگر یہ لوگ ایسا ایمان لے آئیں جیسا تم لا چکے ہو (صحابہ ؓ) تو ”فقد اهتدوا ” یہ گمراہی سے بچ جائیں گے اور ہدایت پائیں گے“ وان تولوا فانما هم في شقاق ”(سورۂ بقرہ آیت ۱۳۷ کا حصہ) اگر انہوں نے اس میں کوئی لیت ولعل کیا یا منہ موڑا تو یاد رکھنا کہ یہ ایسے اختلاف میں پڑ جائیں گے کہ واپس نہیں آسکیں گے۔شقاق عربی میں اس اختلاف کو کہتے ہیں جس سے دن بدن دشمنی کے شعلے اٹھتے ہوں، ایک اختلاف ایسا بھی ہوتا ہے کہ کل تھا آج نہیں ہے ایک سال پہلے آپ کا اختلاف تھا اور اب بالکل گھل مل گئے اس کو شقاق نہیں کہتے ہیں ،شقاق اس اختلاف کو کہتے ہیں کہ جس کے شعلۂ عداوت دن بدن تیز سے تیز تر ہوتے جاتے ہیں۔اس سے ایک اور بات پتہ چلی کہ دشمنان صحابہؓ جو کہ روافض ہیں یہ کبھی بھی اہل ایمان کے صحیح دوست نہیں ہو سکتے کیونکہ قرآن کہتا ہے کہ صحابہؓ پر اعتماد نہ کرنے کی وجہ سے وہ ایسی دشمنی میں مبتلا ہیں اور ان پر ایسا اختلاف ڈال دیا گیا کہ اب وہ دن بدن پھیلتا جاتا ہے اب کبھی بھی سمٹے گا نہیں اور نہ یہ اس سے اتحاد کی طرف آسکیں گے۔صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے علوم واعمال کو فقہاء کرام نے ضبط کیا ہے اور محدثین نے نقل کیا ہے۔اس لئے صحابہ کی جماعت کے بعد فقہا اور محدثین کی جماعت پر سب سے بڑا اعتماد ہوتا ہے۔اسی طرح درجہ بدرجہ جس زمانے اور جس دور میں مسلمان زندگی بسر کرتے ہیں وہاں کے علماءِ حق، فقہاءِ ربانیین اور متقیین متین پر اس لئے اعتماد کیا جاتا ہے کہ یہ سارا سلسلہ جڑا ہوا ہے۔اسی لئے کہتے ہیں کہ اختلاف

ایسی چیز ہے کہ جس کے نتیجے میں آدمی بڑوں کی اطاعت سے بالکل محروم ہو جاتا ہے۔

دو جماعتیں !انبیاءِ کرام اور اولیاءِ کرام

اس لئے دو جماعتیں ہیں ایک انبیاء کی اور دوسری اولیاء کی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کے سرخیل اور تاجدار جناب نبی کریم ﷺ ہیں اور کل کائنات کے اولیاء کے سرخیل اور تاجدار حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔ بقیہ جتنے اولیاء، متقین اور پرہیز گاران ہیں قیامت تک کے لئے وہ سب ان کے تابع ہیں، اب بعد میں بڑے بڑے اولیاء اور بزرگ کائنات میں ظاہر ہوتے رہے ہیں۔لیکن اس ضمن میں ایک قاعدہ یاد رکھو کہ کسی بھی ولی کا ماننا اور ایسا ماننا کہ اس سے شریعت کی نافرمانی ہو یہ ولی کا ماننا نہیں ہے بلکہ اس کی مخالفت ہے، اولیاء کرام کے بارے میں کوئی ایسا عندیہ اور نظریہ نہیں بن سکتا ہے جس کی شریعت اجازت نہ دے۔ شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ چار سو اکہتر (۴۷۱) میں پیدا ہوئے ہیں اور پانچ سو اکسٹھ (۵۶۱) میں فوت ہوئے ہیں اور حضرت کی نوے سال کی عمر ہوئی ہے، حضرت افغانستان کے ایک شہر جیلان کے رہنے والے تھے بعد میں بغداد میں اور مختلف علاقوں میں حضرت نے علوم وفنون پڑھے ہیں اور حضرت بہت بڑے عالم، محقق مفتی، مدرس، واعظ اور اپنے زمانے کے مانے ہوئے خطیب تھے، حضرت کو تمام خصائل حمیدہ اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائے تھے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے، لیکن اب ہم دیکھتے ہیں کہ ایک فرقہ ایسا ہے جس نے حضرت کو بالکل الوہیت کا درجہ دے دیا ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت کو اللہ تعالیٰ نے بے شمار کرامتیں عطا فرمائی تھیں اور ہر زمانے میں اولیاء کرام کو اللہ تعالیٰ نے کرامات

عطا فرمائیں تھیں، جیسے ہر رسول اور نبی کو اللہ رب العزت نے معجزات عطا کیے۔

انبیاءِ کرام کے معجزات برحق ہیں

انبیاء علیہم السلام کا وجود معجزہ، ان کا اخلاق معجزہ، ان کا کلام معجزہ، ان کی عبادات معجزہ، لوگوں کے ساتھ ان کے معاملات معجزہ ہیں، ان کی سخاوت وشجاعت بھی ان کے معجزات میں سے ہیں۔ نبی کا ہر دن اور ہر گھڑی معجزہ ہے، نبی کی موجودگی میں دوسرا کوئی ان جیسا نہیں ہوسکتا۔

معجزہ کا مطلب یہ ہے کہ دنیا اس کی نظیر اور مثال پیش کرنے سے عاجز ہو جائے۔سخاوت ہے تو بے مثال، شجاعت ہے تو ضرب المثل اور عبادت ہے تو یگانہ روزگار اور حسن ہے تو لازوال۔اس کے علاوہ کامل الحیاء کامل العقل کامل العلم یہ سات خصائل تمام انبیاء میں موجود ہوتی ہیں۔ پہلے بھی میں نے بیان کیا ہے اور آج پھر اس لئے بیان کیا تاکہ لوگوں کو یاد رہے۔معجزات تمام انبیاء کو دئے گئے ہیں۔

حضرت آدم علیہ السلام کو کل کائنات کا حسن دیا گیا تھا اور کہتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کا حسن اتنا تھا کہ ملائک ان کے سامنے شرمندہ ہوتے تھے۔تب تو ملائک سے کہا ''اسجدوا لآدم'' کہ سجدہ کرو آدم کا اور جملہ انسانوں کو جو حسن دیا گیا ہے اس کا آدھا حسن حضرت یوسف علیہ السلام کو دیا گیا ہے اور بقیہ جہاں کو دوسرا آدھا دیا گیا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ حسن کے ۹۹ حصے حضرت یوسف علیہ السلام کو دیئے گئے اور جو ایک باقی تھا وہ پوری دنیا پر تقسیم کیا گیا۔

جنابِ نبی کریم ﷺ کا حسن

وہ حضرت آدم علیہ السلام کو جو سو کے سو حصے حسن کے دیئے گئے اور پھر حضرت یوسف علیہ السلام کو ۹۹ یہ سارے ملا کر جناب نبی کریم ﷺ کو دیئے گئے تھے۔ اس لئے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنے منظومے میں فرمایا ہے کہ

لوائم زلیخا لو رأین جبینه

لأثرن بقطع القلوب علی الید

کہ وہ عورتیں جو زلیخا کو ملامت کرتی تھیں اور پھر حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھنے کے بعد اپنی انگلیاں کاٹ بیٹھیں اگر وہ رسول اکرم ﷺ کو دیکھ لیتی تو بجائے ہاتھوں کو کاٹنے کے دلوں کو چیر کے رکھ دیتیں۔ شمائل ترمذی میں روایت موجود ہے کہ "یـــــزداد حسنا یوماً فیوماً " "آپ ﷺ کے حسن میں روزانہ اضافہ ہوتا تھا" "الیٰ ان یتوفیٰ" وفات تک یہ حالت رہی اس لئے اکثر صحابہؓ جب بیان کرتے ہیں تو وہ کہتے ہیں کہ حضرت ﷺ کا حسن بیان نہیں ہو سکتا، حضرت انس، حضرت علی رضی اللہ عنہما اور دیگر بڑے بڑے صحابہ جو آپ کا حسن و جمال بیان فرماتے ہیں تو ساتھ یہ بھی فرماتے ہیں کہ ہم بیان کرتے ہیں لیکن بیان ہو نہیں سکتا ہے، بیان سے باہر ہے۔

جنابِ نبی کریم ﷺ کی سخاوت

اسی طرح انبیاء علیہم السلام کا دوسرا معجزہ ہے کہ ان میں سخاوت بہت زیادہ ہوتی ہے وہ سخی بہت زیادہ ہوتے ہیں، حدیث شریف میں ہے کہ ایک شخص نے آپ ﷺ سے کچھ

مانگا، اس وقت آپ ﷺ کے پاس کوئی چیز نہیں تھی تو وہ بڑا ناراض ہوا تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میرے پاس کوئی چیز ہوتی "لو کان لی عدد...... لا تجدونی بخیلا" "تو آپ مجھے پھر بخیل نہ پاتے۔ اسی طرح ایک شخص نے حضرت ﷺ سے ایک بکریوں کا ریوڑ مانگا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ جو پہاڑ کے دامن میں ایک ریوڑ چر رہا ہے یہ سارا آپ کا ہے اس نے اس ریوڑ کو پکڑا اور سیدھا اپنی قوم میں لے آیا "فاعطاه قومه" آپ اندازہ لگالیں کہ دنیا کا کوئی بادشاہ بھی سخاوت کرتا ہے تو ایک آدمی کو دیکھ کے دیتا ہے لیکن پیغمبر جب سخاوت کرتے ہیں تو اپنی شان کے مطابق دیتے ہیں۔ وہ شخص جب اپنی قوم میں پہنچ گیا تو تمام برادری کو جمع کیا اور جمع کرنے کے بعد اس نے کہا "ای قـوم اسـلـموا فـوالله ان محمد ا لیعطی عطاء" (مشکوٰۃ ج ۲ ص ۵۴۱ باب فی اخلاق وشمائلہ صلی اللہ علیہ وسلم مکتبہ حقانیہ) اے لوگو! حضرت ﷺ جب دینے پر آجاتے ہیں تو ایسا دیتے ہیں کہ کوئی ماں کا بیٹا قیامت تک ایسا نہیں دے سکتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی جو برکات ہیں وہ پوری کھل جاتی تھیں تو پھر کسی قوم کے لئے اس کے انکار کی کوئی ضرورت نہیں ہوتی تھی۔

بخاری شریف میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے قافلے کے ساتھ ایک سفر میں تھے ایک جگہ ایسی آئی کہ پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں بچا اور نماز کا وقت قریب تھا، حیوان اور انسان سب کو پیاس لگی تھی تو آپ ﷺ نے قافلے کو رکوایا اور صحابہؓ سے کہا کہ آس پاس کہیں دیکھ لو کوئی پانی ہے تو انہوں نے دیکھا کہ ایک خاتون اونٹنی پر پانی لدوا کر چلی آرہی ہے مشک بند کئے ہوئے ہیں حضرت ﷺ کے حکم کے مطابق اس کو روک لیا اور جناب نبی کریم ﷺ کے پاس لے کے آئے اور الفاظ بخاری شریف کے اس طرح ہیں کہ انہوں نے کہا کہ آپ کو

پیغمبر بلاتے ہیں تو اس عورت نے کہا وہ جس کو صابی کہتے ہیں (جیسے یہ بدعتی آج موحدین کو وہابی کہتے ہیں اس زمانے کے وہ کافر بدعتی جو تھے وہ پیغمبر اور صحابہ کو صابی کہتے تھے صابی ایک جماعت گزری ہے ایک لمبا قصہ ہے لیکن مشرکین اس کو لامذہب کے معنی میں لیتے تھے ۔ اسی طرح وہابی کا معنی ہے اس لئے موحد جو واقعی قرآن وسنت کے علمبردار ہیں وہ ان کو دشمن نظر آتے ہیں ان کے ہاں وہابی بدمذہب کے معنی میں ہے) تو اس عورت نے صحابہ سے کہا وہ جو صابی کہلاتا ہے وہ مجھے بلا رہا ہے صحابہؓ نے کہا وہی ہیں چلیں یہ نہیں کہ آپ سے کوئی کہے آپ وہابی ہیں تو آپ ڈر جائیں دیکھو صحابہؓ کو ہر مسئلے میں الجھنے کی ضرورت نہیں مقاصد پر آدمی کام کرے۔

حضرت ﷺ کی خدمت میں لے آئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اس عورت کے جو مشک ہیں ان کے منہ کھولو اور اعلان فرمایا کہ سب لوگ پانی لے لیں اور اونٹوں کو پلائیں، بالٹیاں بھریں اور جو بھی ضرورت ہے اس کو اس پانی سے پورا کر لیں۔ وہ خاتون حیران و پریشان کھڑی اس دوران حضرت ﷺ نے اس عورت سے پوچھا کہ یہ پانی کہاں سے لائی ہو تو اس نے کہا کہ میں کل سے اس وقت وہاں سے چلی تھی اور آج یہاں پہنچی ہوں، اتنا دور سے پانی لائی ہوں۔ وہ یہ دیکھ کر پریشان تھی کہ میرے پانی کے ساتھ کیا ہو رہا ہے تمام بالٹیاں بھر گئیں سارے قافلے کے کئی اونٹوں نے پانی پیا انسانوں نے پیا اور بخاری میں ہے کہ ایک آدمی کو نہانے کی ضرورت تھی حضرت ﷺ نے اس سے کہا کہ آپ بالٹی بھر کے لے جائیں جب سب کچھ پورا ہو گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ مشک کے منہ کو واپس باندھو، منہ واپس باندھا گیا باندھنے کے بعد وہ عورت حیران رہ گئی کہ مشک پہلے جیسے بھرے ہوئے

تھے اور ان میں سے پانی کم نہیں ہوا تھا اور آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ "ما رزئنا من مائک شیئا" ہم نے آپ کے پانی میں سے کچھ بھی کم نہیں کیا ہے" ولکن اللہ ھو الذی اسقانا "اللہ تعالیٰ نے یہ پانی ہمیں دیا ہے اور اس کے بعد آپ ﷺ نے اعلان کیا کہ قافلے میں جس کے پاس جو کچھ ہے اس عورت کو دو "فجمعوا لھا من بین عجوۃ و دقیقۃ وسویقۃ" ستو اور مختلف چیزیں جمع ہونے لگیں اتنا سامان جمع ہوا کہ حضرت ﷺ نے ایک گٹھڑ بنوا کر اس کی مشکوں کے درمیان میں لدوا دیا اور فرمایا کہ اس کی وجہ سے اللہ نے یہ احسان فرمایا ہے۔

اب وہ خاتون جب اپنے قبیلے میں پہنچ گئی، تو لوگوں نے کہا کچھ زیادہ دیر ہو گئی تو اس نے کہا کہ راستے میں اس شخص سے واسطہ پڑا جس کو تم لوگ صابی کہتے ہو اور اس عورت نے کہا کہ اس آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر اس جیسا با کمال انسان اور با اخلاق انسان نہیں ہوا۔ اس ایک عورت کے بیان پر بخاری میں ہے کہ پورے کا پورا قبیلہ مسلمان ہو گیا۔ (بخاری ج ا ص ۴۹)

جناب نبی کریم ﷺ کی شجاعت

شجاعت میں جناب نبی کریم ﷺ بے مثال ہیں اور تمام انبیاء علیہم السلام میں یہ شان ہوتی ہے، پیغمبر کے بارے میں صحابہؓ کا بیان ہے بخاری شریف میں ہے کہ حضرت ﷺ کو چالیس نوجوانان جنت کی طاقت دی گئی تھی اور جنت کا ہر نوجوان دنیا کے سو صحت مند طاقتوروں کے برابر ہے اس لئے آپ کی شجاعت تو بے مثال ہے۔ مؤرخین اور محدثین

نے کتاب المغازی اور جہاد کے ابواب میں اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ کسی ایک موقع پر بھی حضرت ﷺ میدان جنگ سے پیچھے نہیں ہٹے ہیں جب بھی آپ ﷺ میدان میں آئے ہیں اگر تمام کے تمام صحابہ ؓ بھی تھوڑی دیر کے لئے ہٹے آپ ﷺ پھر بھی میدان میں رہے ۔

غزوہ حنین میں بنوھوازن کے تیر اندازوں نے جب تیروں کی بارش کی اور محدثین نے لکھا ہے کہ ایسی بارش کی کہ صحابہ کو اپنے ہاتھ تک نظر نہیں آئے ، اپنے جسم نظر نہیں آئے اس قدر تیر برسائے گئے ، صحابہ کرام کا بیان ہے کہ اس وقت بھی آپ اپنی سفید سواری پر تشریف فرما تھے ''لقد رائیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی بغلتہ البیضاء وان ابا سفیان اخذ بزمامھا وھو یقول '' اور جب بہت زیادہ بوچھاڑ ہوئی تو بجائے اونٹ بھگانے کے آپ ﷺ اونٹ سے میدان جنگ میں نیچے اترے ''نزل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن بغلتہ'' اور فرمایا

''انا النبی لا کذب انا ابن عبدالمطلب''

(بخاری ج ۲ ص ۶۱۷)

میں خدا کا پیغمبر ہوں یہ کوئی جھوٹ نہیں ہے اور میں عبدالمطلب کی اولاد میں سے ہوں میدان سے بھاگوں گا نہیں ۔ بزدلی دو وجہ سے آتی ہے یا حسب سے یا نسب سے تو آپ نے فرمایا کہ حسباً تو میں پیغمبر ہوں وہ بہت ہی عالی مقام ہے اور نسباً مطلبی ہاشمی اور قرشی ہوں عرب کے اندر سرفراز خاندان ہے یا تو انسان کی عبادات میں اور اخلاق میں کوئی نقص ہوتو ڈر جاتا ہے یا یہ کہ نسب کمزور ہوتو آپ ﷺ نے فرمایا دونوں کمال اللہ نے مجھے دئے ہیں '' انا النبی لا کذب ☆ انا ابن عبدالمطلب '' میدان سے نہیں بھاگوں گا اور اس

جملوں کے ارشاد کے بعد کہتے ہیں کہ اللہ کی مدد و نصرت خصوصی طور پر متوجہ ہوئی قرآن نے کہا ہے کہ '' ثم انزل اللہ سکینتہ علیٰ رسولہ وعلی المؤمنین وانزل جنوداً لم تروھا'' (سورۃ توبہ آیت ۲۶ کا حصہ) اللہ نے ایسے لشکر بھیجے کہ صحابہ ؓ کو نظر نہیں آرہے تھے اور تمام صحابہ واپس جمع ہوئے ۔ ہر موقع کا یہی حال ہوا ہے ہر میدان جنگ میں ۔ حدیث میں ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ بہت زیادہ برداشت والے تھے لوگوں کی بڑی بڑی زیادتیاں اور ظلم آپ ﷺ بڑی خندہ پیشانی سے سہتے تھے ، اگلا حیران ہو جاتا تھا کہ میری طرف سے کتنی زیادتی ہے اور یہ برداشت کر رہے ہیں لیکن جس وقت آپ ﷺ نے دیکھا کہ شرعی حد ٹوٹ رہی ہے حدیث میں آیا ہے کہ آپ ﷺ سے زیادہ مضبوط اور سخت کوئی نہیں تھا اور آپ ﷺ ایسے غضبناک ہو جاتے تھے جیسے رخسار مبارک کے اندر انار توڑے گئے ہیں ''فغضب رسول اللہ ''حدیث میں صیغے آتے ہیں ۔

آج ہم اپنے لئے بڑے زور آور ہیں لیکن جہاں دیکھا کہ شریعت کے خلاف ہو رہا ہے تو پھر خاموش ہو جاتے ہیں اس لئے کہ شریعت کو تو ہم اپنا سمجھتے ہی نہیں ہیں معاذ اللہ ! حالانکہ چاہیے کہ اپنے معاملات میں بالکل نرم ہوں لیکن جہاں شریعت کے خلاف بات ہو وہاں مستحکم ہو جائیں ۔

جناب نبی کریم ﷺ کی عبادت

انبیا علیہم السلام عبادت میں بھی کامل ہوتے ہیں ۔ پیغمبر کی طرح کوئی بھی عبادت نہیں کرسکتا ۔ جناب نبی کریم ﷺ کی عبادات کی جو فہرست محدثین نے شائع کی ہے اسے

دیکھ کر تعجب ہوتا ہے اور یہ معجزہ ہے۔ آپ ﷺ قیام اللیل میں اتنی عبادت فرماتے تھے کہ حدیث کے الفاظ ہیں کہ "حتی انتفخت قدماہ" (شمائلِ ترمذی ص ۱۸) پیر مبارک سوجھ جاتے تھے زیادہ دیر تک کھڑے رہنے سے خون نیچے پیروں میں اتر جاتا تھا حضرت ﷺ کے بارے میں آتا ہے

"فصلی رکعتین ثم رکعتین ثم رکعتین ثم رکعتین ثم رکعتین ثم رکعتین ثم اوتر" (بخاری شریف ج ا ص ۱۶۰)

بارہ رکعات پڑھنے کے بعد پھر آپ ﷺ وتر پڑھتے تھے۔ وتروں کے بعد آپ ﷺ نے جب بھی دو رکعات پڑھی ہیں وہ رکعتین فجر ہیں فجر کی دو سنتیں ہیں، بخاری اور مسلم کی تصریح موجود ہے اور اس کے بعد جناب نبی کریم ﷺ جو فجر کی نماز پڑھاتے تھے تو اندازہ یہ ہے کہ سورۂ بقرہ، سورۂ آل عمران اور سورۂ نساء کے برابر تلاوت پہلی رکعت میں ہوتی تھی۔ جن روایات میں حضرت ﷺ کی جلدی نماز کا تذکرہ ہے تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ علیہ کی طرف سے یہی جواب دیا جاتا ہے کہ چونکہ آپ ﷺ کی قراءت غیر معمولی ہوتی تھی اور یہ آپ ﷺ کا معجزہ ہے کہ آپ ﷺ گھنٹوں تلاوت فرماتے تھے نماز میں لیکن کوئی اکتاتا نہیں تھا۔ بعد کے لوگ اس شان اور مقام کے نہیں رہے تو فقہاء کرام نے کہا کہ اب نمازوں میں مختصر قرأت کریں تاکہ لوگ اکتا نہ جائیں، اس کا اندازہ ایسے لگائیں کہ مرض الوفات کے ایام میں وفات سے کچھ پہلے جب طبیعت مسلسل ناساز رہتی تھی اور حدیث میں ہے کہ جسم مبارک بھی کچھ بھاری ہوگیا تھا اس وقت آپ ﷺ کچھ نوافل بیٹھ کر پڑھتے تھے رکوع کے لئے کھڑے ہوجاتے تھے تو بخاری میں ہے کہ پھر بھی تیس چالیس آیتیں پڑھنے کے بعد

آپ ﷺ نے رکوع فرمایا۔

پیغمبر ہر چیز میں اعلیٰ وارفع ہوتے ہیں، عبادت تو ان کی روح کی غذا ہوتی ہے یہی حال عقل کا ہے یہی حال علم کا ہے اور حیاء کا ہے اور یہی چیزیں کرامات کے طور پر اللہ رب العالمین نے صحابہ کو اور صحابہ کے بعد امت کے علماء اور اولیاء کو عطا فرمائی ہیں۔ اعمال کے اہتمام اور سنتوں کے نصاب کو پورا کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کمال عطا فرماتا ہے، جن لوگوں نے بہت زیادہ محنت کی اور ان چیزوں کے حصول میں عمر بھر لگے رہے تو اللہ رب العالمین نے ان کو کرامات عطا فرمائیں۔ آج دنیا ان کے نظامِ حیات سے روشن ہے۔ جتنے اکابر اور بزرگانِ دین کے تذکرے ہورہے ہیں ان کی وجہ سے دنیا آباد ہے ان میں سے شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں حضرت بہت بڑے اور باکمال لوگوں میں سے ہیں لیکن ایسے بھی نہیں جیسے بدعتیوں نے کہانیاں بنائی ہیں۔ بدعتی کا سارا مذہب کہانیوں کا ہے کہ وہ مردوں کو زندہ کردیتے تھے اور گیارہ سال بعد ڈوبی ہوئی کشتی نکالی جس میں بارات جارہی تھی اور ڈھول بج رہے تھے اور دولہا دلہن بیٹھے ہوئے تھے۔ اس قسم کے واقعات درست نہیں ہیں۔ یہ لوگ سوچتے نہیں ہیں اور ان کی عقل بھی نہیں ہے بدعات کی وجہ سے اور غیر اللہ کی نیاز کھانے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ان کی عقل ختم کردی ہیں۔

نجاشی کا غائبانہ قبول اسلام اور حضرت ﷺ کا اس کو خراج عقیدت

جنابِ نبی کریم ﷺ نے جو نجاشی کو خط لکھا تھا وہ خط نجاشی کے دربار میں حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ لے کر گئے تھے اور اس کے دربار میں صحابہ نے توحید و سنت پر مبنی تقریر

بھی کی تھی ۔(تفسیر کبیر جز ۱۲ص ۶۸) وہ خط سن کر نجاشی اپنے علماء سمیت غائبانہ مسلمان ہوگیا تھا (قرآن کریم ساتویں پارے کے شان نزول میں ہے) اور اپنے شہزادے اور درباریوں کے ساتھ اس نے حضرت ﷺ کی خدمت میں ایک وفد ہدایا اور سوغات لے کر روانہ بھی کیا تھا۔ ایک بات اور سنو یہ نجاشی اتنا بڑا آدمی ہے کہ جب اس کا انتقال ہوا تو حضرت ﷺ نے اس کی غائبانہ نماز جنازہ بھی ادا کی اور آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کا جنازہ ملائک نے میرے سامنے لاکر رکھ دیا ہے اور خود حضرت ﷺ نے اعلان فرمایا کہ "ان اخاالکم قد مات فقوموا فصلوا علیه یعنی النجاشی "(مسلم ج۱ ص ۳۰۹) اپنے اس نیک مسلمان بھائی کا جنازہ پڑھو۔ لیکن ہوا یہ کہ وہ شہزادہ اور درباریوں سے بھری ہوئی کشتی کہیں دریائی بھنور میں پھنس گئی اور اس کے بعد ڈوب گئی (معارف القرآن ج ۳ ص ۲۱۷)۔ حدیث میں ہے کہ اس واقعہ کا حبشہ میں بہت بڑا غم منایا گیا۔ لیکن عجیب بات ہے کہ حضرت ﷺ نے اس کشتی کو باہر نہیں نکالا نہ ہی حضرت ابوبکر نے نہ ہی حضرت عمر نے اور نہ ہی حضرت عثمان اور علی رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ایسا کیا اور وہ بادشاہ زمانہ جس کو اللہ رب العالمین نے پیغمبر ﷺ پر صدق کے ساتھ ایمان کی دولت عطا کی یقیناً بعد میں آنے والے تمام اولیاء سے افضل اور بہتر ہے وہ بھی اپنے شہزادہ اور تحفے تحائف سے بھری ہوئی کشتی باہر نہ لا سکا، تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ بعد کے لوگ کشتیاں نکالیں اور صرف کشتیاں ہی نہیں بلکہ ہر سال اسی کشتی میں سوار ہوکر حلوہ کھاتے رہتے ہیں۔ سارا سلسلہ کہانیوں کا ہے، بدعت کے نا کارہ آثار کی وجہ سے یہ لوگ احادیث اور آثار سے بالکل محروم ہوگئے ہیں۔

مقام ولایت

اللہ رب العالمین نے ان آیات میں جو میں نے خطبہ میں پڑھی ہیں ولایت کا مقام ذکر کیا ہے۔ "الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیهم ولا هم یحزنون "(سورۃ یونس آیت ۶۲) یاد رکھو خدا کے ولی اس لئے ولی ہوتے ہیں کہ ان کو کوئی خوف اور کوئی غم نہیں ہوتا کہتے ہیں کہ خوف کا تعلق جو ہے یہ آنے والی زندگی سے ہے یعنی آخرت سے، ہر وقت پریشان رہتے ہیں تو اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے آخرت کے خوف میں ان کے لئے تسلی کا سامان مہیا کردیا اور حزن کا تعلق ماضی سے ہوتا ہے گزری ہوئی زندگی سے کہ میں نے کیا کیا ہے مجھے ایسی زندگی نہیں گزارنی تھی۔ کیونکہ اولیاء نے اپنی زندگی اللہ کی رضا اور پیغمبر کے طریق کے مطابق گزاری ہے کبھی بھی وہ غمگین نہیں ہونگے اور ان کو پچھتاوا نہیں ہوگا اس کو ولایت کہتے ہیں، یہ نہیں کہتے ہیں کہ کشتیاں نکالی یہ کرایا اور وہ کرایا یہاں یہ بات بھی یاد رہے ولی جتنا بھی بڑا ہو لیکن وہ خود بھی شریعت کا پابند ہو تو اس کے ماننے والے اس کی اطاعت میں بھی شریعت کے سوفیصد پابند ہونگے، ورنہ اطاعت سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔

بخاری شریف میں ہے کہ گذشتہ زمانے میں ایک ولی تھا اس کا نام تھا جریج وہ ایک دن نماز پڑھ رہے تھے، ان کی ماں کو کوئی ضرورت ہوئی اور آواز لگائی "یا جریج" جریج بیٹے کہاں ہو اس نے کہا "اللھم امی و صلاتی "خدایا میں تو نماز میں ہوں اور ماں پکار رہی ہے ماں نے پھر تکلیف میں کہا کہ "یا جریج "اے میرے بیٹے جریج تم کہاں ہو اس نے پھر کہا کہ میں تو نماز پڑھ رہا ہوں اور ماں پکار رہی ہے تین چار دفعہ کہنے کے بعد ان کی ماں

کی نظر پڑ گئی کہ یہ کھڑا ہے اور مجھے جواب نہیں دے رہا تو ماں نے غصہ میں آ کر کہا کہ "اللھم لا یموت جریج حتی ینظر فی وجوہ المیامیس" کہ خدایا یہ موجود ہے اور مجھے آواز نہیں دیتا ہے مرنے سے پہلے پہلے اس کو بدکاری کے الزام میں ذلیل کر دے۔ بعض مائیں بھی بڑی سخت ہوتی ہیں اس زمانے کی یہ ٹیڑھی ماؤں کی طرح نہیں یہ اولاد کی شرارتوں سے خوش ہوتی ہیں لیکن پہلے زمانوں میں چونکہ لوگوں کے اندر تربیت تہذیب کا غلبہ تھا، وہ جب یہ دیکھتے تھے کہ یہ اولاد کیا کر رہی ہے تو سب سے زیادہ ناراض ہو جاتے تھے، شیخ سعدی نے گلستان میں کہا کہ نالائق بیٹے سے بہتر ہے کہ سانپ پیدا ہو جائے تا کہ پہلے ہی دن آدمی اس کو ختم کر دے بعد میں جا کر ماں باپ کا نام بدنام کریگا اور نسل ونسب کو کالا کریگا تو ایسی اولاد سے بے اولاد بہتر ہے، شریعت میں صرف یہ دعا نہیں ہوتی کہ یا اللہ مجھے بیٹا دے بلکہ کہتے ہیں کہ یا اللہ صالح بیٹا دے۔ اب وہ ماں تھی اس کے منہ سے بد دعا کا جملہ نکل گیا۔

تو جریج جنگل میں ایک جھونپڑی کے اندر عبادت کرتا تھا وہاں جنگلوں میں عورتیں بھی بھیڑ بکریاں چراتی تھیں، وہاں کوئی عورت کسی چرواہے سے حاملہ ہوگئی اور اس سے بچہ پیدا ہوگیا زنا سے، تو لوگوں نے اس سے پوچھا یہ کیسے ہوا تو اس نے کہا کہ جھونپڑی میں صوفی صاحب رہتے ہیں وہ اس کا ذمہ دار ہے، سب لوگ آئے اور ان کو بہت بے عزت کیا ان کی جھونپڑی گرادی۔ اس نے پوچھا آخر کیا معاملہ ہے؟ لوگوں نے جواب دیا کہ یہ بچہ جو ہے یہ آپ کا ہے تو اس نے کہا کہ یہ کس نے کہا ہے تو لوگوں نے کہا کہ یہ عورت کہہ رہی ہے، تو جریج نے کہا کہ اگر یہ بچہ بول پڑے پھر آپ کی تسلی ہو جائے گی، بچہ تو کل پیدا ہوا ہے لوگ حیران ہوگئے اس نے کہا "فقال یا بابوس من ابوک" جس طرح ہم کہتے ہیں ننا

منھا تو اس طرح ہر زمانے میں چھوٹوں کے لئے چھوٹے صیغے ہوتے ہیں، کس کے بچے ہو؟ تو اس بچے نے جواب دیا کہ "قال راعی الغنم" میں فلاں جنگل کے چرواہے کا بیٹا ہوں۔ سارے لوگ حیران ہوگئے اور جریج سے معافی مانگنے لگے اور اس سے کہا ہم اسی جھونپڑی کو دوبارہ سونے کا بنائیں گے اس نے کہا نہیں جیسے پہلے تھی ایسی بنانی ہوگی (بخاری شریف ج ا ص ۱۶۱ مزید تفصیلات کے لئے مسلم ج ۲ ص ۳۱۳)۔ اب مسئلہ سمجھیں کہ ایک طرف تو اتنے بڑے با کرامت ولی تھے کہ ان کے اشارے سے چھوٹا بچہ جو اسی وقت پیدا ہوا تھا وہ بول پڑا۔ لیکن دوسری طرف دیکھو اپنے بڑوں کی بے ادبی ان سے ہوگئی ہے تو شرم سے بچ نہ سکے۔ کہتے ہیں جتنا بھی بڑا ولی ہو اور با کرامت ہو لیکن اپنے بڑوں کا پابند ہونا ضروری ہے۔

جناب نبی کریم ﷺ جب اس واقعہ پر آئے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا "لو کان جریج فقیھاً" جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے الدر المنتثرہ کے اندر سند حسن کے ساتھ نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ٹھیک ہے جریج ولی تھا کرامتیں تھی سب کچھ تھا لیکن فقہ نہیں جانتا تھا اگر فقیہہ ہوتا "لا جاب اُمّہ" (الدر المنتثرۃ ص ۱۳۶) ماں کو آواز دے ہی دیتے، ساری مصیبتوں اور ذلتوں سے بچ جاتے۔

دورِ حاضر کے پیر

حدیث میں ہے کہ وہ آدمی بہت بڑا ولی تھا جنگلوں میں رہتا تھا اس زمانے میں ولی جنگلوں میں رہتے تھے اب پیر صاحبان بڑی بڑی کوٹھیوں میں مست ہوگئے ہیں، زمانہ بدل گیا ہے اب اس وقت بڑا پیر اس کو کہتے ہیں جس کی بہت بڑی آمدنی ہو اس کو کوئی نہیں

دیکھتا کہ قرآن بیچ رہا ہے یا تمباکو بیچ رہا ہے کہ کیا کر رہا ہے، لیکن پیسہ بہت ہونا چاہیے ایسا زمانہ آیا ہے "انقلب الزمان وانکسل العمل" قدیم زمانوں میں اصلاحِ نفس کے لئے پیر کو سب سے پہلے اپنا خیال ہوتا تھا اس زمانے میں پیروں کا یہ دعویٰ ہے کہ جی اور لوگ ٹھیک ہو جائیں ہماری خیر ہے ہم تو پیر صاحب ہیں اور یہ لوگ اپنی فکر سے بالکل آزاد ہوتے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے پیغمبر کو کہا ہے کہ "واعبد ربک حتیٰ یاتیک الیقین" (سورۃ حجر آیت ۹۹) آپ کو عبادت کرنی ہے مرتے دم تک ایک لمحے کے لئے آپ کو اس سے بے پرواہ نہیں ہونا ہے۔ دوسروں کی فکر کے ساتھ ساتھ آدمی اپنی شکل بھی آئینے میں دیکھتا رہے کہ کہیں مجھے نقصان نہ پہنچے۔ بس یہی اس زمانے کے پیروں کے ساتھ میرا اختلاف ہے کہ ان لوگوں سے قرآن وسنت کی تعلیمات چھوٹ گئی ہیں اور ان کا سارا کام ملفوظات سے چلتا ہے اور یاد رکھیں کہ اس میں بناوٹ زیادہ ہے اور حقیقت نہیں ہے اور جن بزرگانِ دین کا نام لیا جاتا ہے ان میں حقیقت تھی اور بناوٹ نام کی نہیں تھی کیونکہ انکی ساری کی ساری تعلیمات قرآن وسنت پر مبنی ہوتی تھیں، وہ صدق اور اخلاص کے پیکر تھے انہوں نے اپنے آپ کو کبھی بھی پیر نہیں کہلوایا اور نہ ہی اپنے ساتھ اللہ والا لگایا اور نہ ہی ان حضرات کو اس کی کوئی ضرورت تھی یہ سب باتیں لوگوں نے اپنی ضرورت کے لئے پیدا کی ہیں۔

میں ان شاء اللہ کسی اور موقع پر ان مسائل کے دیگر فوائد اور برکات عرض کروں گا۔ آج جنابِ نبی کریم ﷺ کے ان آخری جملوں کا مقصد بتاتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ دنیا کا کوئی ولی، کوئی غوث اور قطب کوئی ابدال، متقی اور ذکی جتنے بھی درجات کا حامل ہو اس کو شریعت کا پابند ہونا اور شریعت کی سرحدات کے اندر رہنا ضروری ہے۔ کسی کو بھی شریعت

سے تجاوز کرنے کی اجازت نہیں۔ جب پیغمبر معصوم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ حکم ہوا ہے کہ

"فاستقم کما امرت ومن تاب معک"

(سورۃ ھود آیت ۱۱۲ کا حصہ)

کہ جیسا آپ سے کہا گیا ہے اس طرح جم کر رہیں تو پھر دنیا کا وہ کون سا کجا ہے کہ جسے شریعت میں اپنی طرف سے ردوبدل کرنے کی اجازت ہے۔ جس نے بھی شریعت کے خلاف کیا ہے چاہے وہ دنیا کا جتنا بھی بڑا ولی ہو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کو اس کی سزائیں ملی ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو اس بات کا پابند کیا ہے کہ کل کائنات کو یہ پیغام دو کہ "واعبد ربک حتی یاتیک الیقین" کسی کو بھی شریعت سے نکلنے کی اجازت نہیں ہے۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

الحمد للہ جل وعلا وصلی اللہ وسلم علی رسولہ المصطفٰی ونبیہ المجتبٰی وامینہ علی وحی السماء وعلی آلہ النجباء واصحابہ الاتقیاء افضل الخلائق بعد الانبیاء ومن بھدیھم اقتدیٰ وبآثارھم اقتفٰی من المفسرین والمحدثین والفقھاء الی یوم الجزاء امابعد!

فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم

فَاتَّقُوا اللّٰہَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِیْعُوْا وَاَنْفِقُوْا خَیْرًا لِّاَنْفُسِکُمْ ط وَمَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِہٖ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ٥ اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا یُّضٰعِفْہُ لَکُمْ وَیَغْفِرْلَکُمْ ط وَاللّٰہُ شَکُوْرٌ حَلِیْمٌ ٥ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ٥ (سورۂ تغابن آیت ۱۶، ۱۷، ۱۸)

اللھم صل علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد کما صلیت علیٰ ابراھیم وعلیٰ آل ابراھیم انک حمید مجید

اللھم بارک علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد کما بارکت علی ابراھیم وعلیٰ آل ابراھیم انک حمید مجید

سورۂ تغابن کا خلاصہ

آج سورۂ تغابن کے سلسلے میں کچھ گزارشات کرنی ہیں اس سورت کے مجموعی فضائل بھی بیان کرنے ہیں۔ سورۂ تغابن کے دو حصے ہیں، پہلے حصے میں حق تعالیٰ شانہ کی قدرتوں کا بیان ہے اور دوسرے حصے میں انسان پر آنے والی مصیبتوں کا بیان ہے۔ خدا تعالیٰ کی قدرتوں کا مطلب یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی ذات وہ ذات ہے جس پر کبھی کوئی عارضہ، تکلیف، حادثہ اور مصیبت نہیں آسکتی جبکہ اس کے برعکس دوسرے حصے میں انسانی مصیبتوں کا بیان ہے کیونکہ انسان بےقدرت اور عاجز ہے۔ اللہ تعالیٰ کی صفت میں ''ان اللہ علیٰ کل شئی قدیر'' فرمایا ''وھو علیٰ کل شئی قدیر'' فرمایا ''و یعلم ما تسرون وما تعلنون واللہ علیم بذات الصدور'' (سورۂ تغابن آیت ۴) فرمایا دل کے راز، بھید اور تمام پوشیدہ امور کو جاننے والا ہے اور ''ذالک علی اللہ یسیر، ان اللہ بما تعملون خبیر'' فرمایا تمہارے سارے اعمال کی خبر اس کو ہے۔ اس کے بعد جب انسان کا بیان شروع ہوا تو فرمایا کہ ما اصاب من مصیبۃ الا باذن اللہ تکالیف جتنی آتی ہیں خدا کے حکم سے آتی ہیں۔ خدا کے حکم کے بغیر تو درخت کا پتہ نہیں گرتا، کوئی مخلوق سانس نہیں لے سکتی، ایک لمحے کے لئے زندگی نہیں گزار سکتا، اپنے لئے ایک سیکنڈ کے سکون کا انتظام بھی نہیں کرسکتا جب تک کہ امر الٰہی نہ ہو۔ ''ما اصاب من مصیبۃ الا باذن اللہ'' دو باتیں اس سے معلوم ہوئیں، پہلی بات یہ کہ اس دنیا میں جب تک انسان آباد ہیں ان پر مصیبتیں آئیں گی اور اس ناسوتی زندگی میں زیادہ تر حصہ اس کا تکالیف میں گزرے گا، بخاری شریف کی حدیث ہے کہ '' فتنۃ الرجل

في اهله وماله وولده و جاره" آئے دن لوگ کبھی گھر والوں کے ہاتھ کبھی بال بچوں کی طرف سے کبھی عزیز و اقارب کی جانب سے اور کبھی مال و دولت کی وجہ سے تکلیف میں رہتے ہیں "يكفرها الصلوة و الصدقة" (بخاری ج۲ص ۱۰۵۱) لوگوں کی عبادات میں ان کی وجہ سے فرق آجاتا ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ جو لوگ اخلاص کے ساتھ، سکون کے ساتھ اللہ کی خوشنودی اور تقرب کے لئے وقت پر نماز پڑھتے ہیں اس سے بھی کچھ افاقہ ہوگا اسی طرح روزے رکھتے ہیں رمضان کے روزے تو فرض ہیں ان کے علاوہ کبھی عاشورہ کا، کبھی ہر مہینے کے تین، کبھی متبرک دنوں کے نفلی روزے یہ بھی فائدہ مند ہیں اور یہ جو صدقہ اور خیرات مختلف اوقات میں کرتے ہیں تو فرمایا کہ یہ بھی تکلیفوں کو ٹالنے میں مددگار ہیں۔

صدقات کی اقسام

بخاری شریف کی روایت میں ہے کہ

"کل سلامى من الناس عليه صدقة" (بخاری ج اص ۳۷۴)

جسم کے ہر جوڑ اور بند کے بدلے میں ایک صدقہ روزانہ لازم ہے۔ یہ صدقات مال کی شکل میں بھی ہوتے ہیں اگر خدا تعالیٰ نے کسی کو توفیق بخشی ہے تو روزانہ کم از کم پانچ سو روپے خیرات کریں۔ یہ توفیق نہیں ہے تو اس سے کم درجے کا صدقہ کرلیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ ایک مسلمان بھائی کے ساتھ روشن چہرے سے ملنا یہ بھی نیکی ہے اور بہترین صدقہ ہے۔

"من المعروف ان تلقى اخاك بوجه طلق"

(ترمذی شریف ج۲ص۱۹ امیر محمد کتب خانہ)

یہ بھی ایک صدقہ کی قسم ہے۔ ایک شخص کسی بھی مزاج کا ہے جب آپ کے ساتھ ملا آپ خندہ پیشانی اور تبسمانہ شان سے اس سے پیش آئیں یہ بھی آپ کی طرف سے ہزاروں اور لاکھوں کا صدقہ ہوگا۔

جن کو خدا تعالیٰ نے بڑی توفیق دی ہے ان کے اوپر لازم ہے کہ مال بکثرت خرچ کرلیں اور بڑے صدقات دیں۔ مخلات میں لکھا ہے کہ بلا جب آسمان سے نازل ہوتی ہے تو جس کی طرف آرہی ہوتی ہے اس کے لئے بڑا منہ کھول لیتی ہے کہ اس کو اپنا لقمہ بنالے۔ آسمان اور زمین کے درمیان میں نازل ہونے والی بلا کے ساتھ دو چیزیں تعارض کرتی ہیں ایک دعا اور دوسرا صدقہ، دعا اور صدقہ اگر اتنا جاندار اور قوی ہے اور ایمان اور حسن سے بھرپور ہے تو وہ بلا کو واپس کردیتا ہے اور نیچے نہیں آنے دیتا اور اگر دعا اور صدقہ کمزور ہے تو بلا زور آور ہو جاتی ہے، دعا اور صدقہ رہ جاتا ہے اور باوجود دعا اور صدقے کے یہ شخص بلا کا شکار ہو جائے گا۔

ایک حکایت

خلیفہ ہارون رشید نے قاضی القضاۃ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کو کوئی خواب سنایا تو حضرت نے ارشاد فرمایا کہ سواونٹ سورج ڈوبنے سے پہلے پہلے صدقہ کرلو۔ کچھ دن بعد اتفاقاً ایک اور آدمی آیا اور اس نے بالکل اسی نوعیت کا خواب حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ کو سنایا حضرت نے اس آدمی سے اس کے کچھ حالات پوچھے اور پھر ارشاد فرمایا کہ کوئی بکرا خیرات کرلو ورنہ کوئی مرغا کاٹ لو۔ یہ سن کر ہارون رشید کو بڑا تعجب ہوا اور دریافت فرمایا کہ حضرت خواب دونوں کا ایک جیسا ہے اور کفارہ جو بتایا گیا ہے اس میں بہت بڑا فرق ہے تو حضرت

نے فرمایا کہ ہر شخص پر آنے والی بلا اس کی حیثیت کے مطابق ہوتی ہے، ظاہر ہے جب ایک عام آدمی پر بلا آئیگی تو اس کی ایک عام سی جائیداد چھن جائیگی یا نوکری چلی جائیگی، چلتی ہوئی تجارت رک جائیگی، رواں دواں کارخانہ وہ بند ہونا شروع ہو جائے گا لیکن ایک بادشاہ پر جب آفت آئیگی تو پوری سلطنت الٹ جائیگی پورا نظام اس کے ہاتھ سے نکل جائے گا اس لئے عام آدمی کو اس کے حساب سے صدقہ کرنا ہوگا اور بادشاہ کو اپنے حساب سے۔

ایمان مؤمن کے لئے سب سے بڑی طاقت ہے

''ما اصاب من مصیبة الا باذن الله'' جتنی مصیبتیں اور تکلیفیں آئیں گی خدا کے حکم سے آئیں گی۔ خدا کا حکم ایسا سمجھ لو کہ خدا کی قدرت اور اس کے حکم کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہوتا اور اللہ اپنے احکام میں اور قدرت کے استعمال میں فعال لما یرید ہے اللہ نے آسمان وزمین میں کسی کو پیدا نہیں کیا ہے کہ جو اس سے پوچھے کہ یہ آپ نے کیوں کیا ہے ''لا یسئل عما یفعل'' وہ جو کرتا ہے کوئی پوچھنے والا نہیں ''وھم یسئلون'' اور جن سے پوچھا جاتا ہے اسے تو مخلوق کہتے ہیں، انسان کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے کوئی پوچھنے والا نہیں ہے۔ تمام تکالیف اور مصیبتوں کے مقابلے میں حق تعالیٰ شانہ نے ایک بڑی زبردست طاقت مومن کو عطا کی ہے وہ ہے ایمان، تمام حسنات اور نیکیاں ایمان کے بعد چلتی ہیں جیسے ایک درخت موجود ہو تو تنا بھی بڑھے گا، شاخیں بھی نکلیں گی، پتے بھی ابھریں گے، پھل بھی آئے گا، پھول بھی کھلیں گے۔ چنانچہ سورت میں آگے پھر اس کا بیان فرمایا ''ومن یؤمن باللہ یھد قلبه'' (سورۃ تغابن آیت ۱۱ کا حصہ) اور جو کوئی اللہ پر ایمان لے آئے ایمان اس کا مستحکم ہو تو

اس کے دل روشن ہوگا۔

مومن اور بدعتی مشرک میں فرق

یھد قلبه، اللہ اس کے دل میں صبر کی پٹی رکھ دے گا۔ اس کا یہ عقیدہ کہ سب کچھ میرے رب کے حکم سے ہے بذات خود ایک طاقت ہے جو سب کچھ کرتی ہے تو اس خیال سے مومن کے دل کو آرام آجاتا ہے اور اس کا یہ عقیدہ کہ میرے اوپر سوائے اللہ کے کسی کی قدرت اور اختیار کا کوئی نفاذ نہیں ہے نہ آسمان میں کوئی ہے اور نہ زمین میں تو پھر ایک مومن مسلمان کسی بھی چیز سے نہیں گھبراتا اس کے برعکس جب ایک مشرک اور بدعتی کسی مصیبت کا شکار ہوگا تو پہلے تو وہ یہ سوچے گا کہ ایسا نہ ہو کہ گیارہویں دینے میں دیر ہوگئی ہو، داتا صاحب کی درگاہ میں حاضری نہیں دی ہو، معین الدین چشتی اور خواجہ نظام الدین کا عرس نہیں منایا ہو، فلاں کا کونڈا نہیں کیا کیونکہ اس غریب کو تو خدا کا پتہ ہی نہیں کہ کونسا خدا ناراض ہوا ہے اس کے تو خدا کم از کم بیس تیس یہیں ہندوستان اور پاکستان میں ہیں تو اس قسم کا مشرک بدعتی کبھی بھی چین اور آرام سے نہیں رہتا۔ اس کے تو خدا بہت ہو گئے یہ کس سے سکون اور آرام مانگے گا۔ لیکن جو ایک اللہ وحدہ لاشریک کو متصرف اور خلاق اور علام الغیوب مانتا ہے اس کو آرام ہے کہ میرے رب کی رضا اور خوشنودی جس کام میں ہے اس میں، میں راضی ہوں اور اس بات کی کوشش کرتا ہے کہ میں اپنے اعمال اور افعال پر نظر ثانی کرلوں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میری نا کردنیوں کی وجہ سے اللہ رب العزت مجھ سے ناراض ہوکر مجھے تکالیف اور مصائب میں گرفتار کردیں۔

تکالیف آنے کی وجوہات

تکالیف آنے کی دو وجوہات ہوسکتی ہیں ایک تو یہ کہ مصائب و آلام اس قدر بڑھ جاتے ہیں کہ انسان زیروزبر ہو جاتا ہے اور دوسری یہ کہ ایک مومن مسلمان کو اللہ تعالیٰ ایک مقام عطا کرنا چاہتے ہیں اور وہ شخص اس مقام اور درجے کو اپنانے کے قابل نہیں ہے کیونکہ نہ وہ اتنا ذکر کرتا ہے، نہ صدقہ کرتا ہے اور نہ اتنے نوافل ادا کرتا ہے۔ تو پھر اللہ تعالیٰ اس پر کوئی تکلیف اور مصیبت دھکیل دیتا ہے، اس مصیبت اور تکلیف کے وقت جب وہ آہ و بکا میں اللہ اللہ کرتا ہے اور نیاز مندی بجالاتا ہے ایسا کرنے سے اس کے درجات فی الفور بڑھنے شروع ہو جاتے ہیں جس طرح ایک جونیئر کو اگر آپ آگے لانا چاہتے ہیں تو اس سے کوئی کارنامہ صادر کرواتے ہیں۔

انسان اور پھر مومن مسلمان پر ایمان لانے کے بعد جتنی تکالیف آتی ہیں وہ خداوند تعالیٰ کی طرف سے ہی آتی ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ ایک مسلمان کو جو کانٹا چبھتا ہے اس کے لئے اس کے عوض میں بھی ایک نیکی درج کی جاتی ہے اور اس کی مناسبت سے اس کے گناہ معاف ہوتے ہیں اسی مناسبت سے اس پر آنے والی بلائیں روک دی جاتی ہیں۔ یہ انسان اسلام لانے کے بعد خدا تعالیٰ کے یہاں ایسا قیمتی ہوگیا ہے، اسی لئے فرمایا'' ومن یؤمن باللہ '' جو خدا پر ایمان رکھتے ہیں ''یھد قلبہ '' وہ اسکے دل کو سکون و آرام سے بھر دے گا۔'' واللہ بکل شیءٍ علیم'' اللہ سب چیزوں کو جاننے والا ہے، ہر چیز جانتا ہے۔

ایمان کا پہلا مرحلہ نبی پر اعتماد ہے

''واطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول'' اطاعت بجالاؤ اللہ تعالیٰ کی اور فرمانبرداری کرو رسول اللہ ﷺ کی ''فان تولیتم'' اگر تم نے منہ موڑا اور اطاعت میں کمی کی ''فانما علیٰ رسولنا البلغ المبین'' (سورۃ تغابن آیت ۱۲) پس بے شک ہمارے پیغمبر کے ذمے پہنچانا ہے کھل کر، پیغمبر کا کام اللہ تعالیٰ کا پیغام پوری دیانت و امانت کے ساتھ پہنچانا ہے۔ الحمد للہ خدا کے رسول اور نبی نے خدائی امانت کو انتہائی صدق اور سچائی کے ساتھ اس پیغام کو سب تک پہنچایا ہے اور زمین و آسمان کی ہر ہر خلقت اس کی گواہ ہے۔ ''اللہ لا الٰہ الا ھو'' ایمان اس کو کہتے ہیں کہ تمام قدرتوں کو اپنانے کے لئے اللہ کا سہارا لیا جائے، تمام مصیبتوں سے بچنے کے لئے اسی کو پکارا جائے اور یہی مسئلہ سمجھایا جا رہا ہے۔ عجیب زمانہ آیا ہے کہ جو اللہ کے سوا کسی اور کو پکارتے ہی وہ بھی خود کو مسلمان کہتے ہیں۔ بدعتی کہتے ہیں ہم بھی مسلمان ہیں، قادیانی اور پرویزی سمجھتے ہیں ہم سے بڑا مسلمان تو کوئی ہے ہی نہیں کیونکہ سب پرانے پیغمبروں کو مانتے ہیں ہم نیا انگریزی نبی غلام احمد قادیانی کو مانتے ہیں اس لئے ہم زیادہ ایمان والے ہیں۔ فرعون بھی جب بحر احمر میں ڈوب رہا تھا تو یہی کہہ رہا تھا ''قال امنت انہ لا الٰہ الا الذی امنت بہ بنو اسرائیل و انا من المسلمین'' (سورۃ یونس آیت ۹۰) بنی اسرائیل کا حوالہ دیا امنت بھی کہہ رہا ہے لا الٰہ بھی کہہ رہا ہے لیکن ایک بدنصیبی تھی فرعون کی، وہ یہ کہ بنی اسرائیل کا حوالہ تو دیا لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نام نہیں لیا کیونکہ اس نے حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون سے آخری وقت تک بغض برقرار رکھا۔

چنانچہ جو بزرگان دین علماء اولیاء انبیاء کے ساتھ بغض رکھے گا وہ کبھی ایمان لے کے نہیں جائے گا ان آیات سے یہ سبق حاصل ہوا ہے۔ ایمان نبی کے بغیر معتبر نہیں ہوتا بلکہ صحیح یہ ہے کہ ایمان بغیر علماء کے بھی معتبر نہیں ہوتا۔ مرزائی کیوں کافر ہیں علماء کا فیصلہ ہے، منکرین حدیث کیوں کافر ہیں علماء کا فیصلہ ہے۔ علماء "انتم شھداء اللہ فی الارض" اللہ نے روئے زمین پر ان کو اپنے دین کا گواہ بنایا ہے۔ جو کسی کو گواہ بناتا ہے پھر اس کی بات مانتا ہے۔

فرعون کے جادوگر ایمان سے پہلے اور ایمان کے بعد !

اس کے مقابلے میں فرعون کے جادوگروں نے جو ایمان لایا تو انہوں نے کہا "امنا برب موسیٰ وھارون" ہم اس رب پر ایمان لائے جس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کا ایمان ہے وہ سیکنڈوں میں قبول ہوگیا اور کفر کی تمام اندھیریاں چھٹ گئیں اور تمام پردے ہٹا دیئے گئے۔ اور ان کے دل پر صبر و تسکین کا مرہم رکھ دیا گیا۔

اب وہی فرعون جس سے وہ کہہ رہے ہیں "۔۔۔۔لنا اجرا" ہمیں کچھ ملے گا اگر ہم کامیاب ہو گئے روٹی کپڑا مکان مانگ رہے تھے لیکن جب ایمان لے آئے تو اب اسی فرعون کو کہہ رہے ہیں "فاقض ما انت قاض" جو تم کر سکتے ہو کر کے دکھاؤ کیا کر سکتے ہو تم، پہلے کتنے بزدل تھے کہ روٹی کپڑا مکان فرعون سے مانگ رہے ہیں اور ایمان لانے کے بعد جرأت اور شجاعت کو دیکھیں "فاقض ما انت قاض ط انما تقضی ھذہ الحیوۃ الدنیا" (سورۂ طٰہٰ آیت ۷۲) زیادہ سے زیادہ اس دنیا میں تکلیف آسکتی ہے آگے تیرا کچھ

نہیں چلے گا وہاں ہم اپنے رب کے یہاں جائیں گے اور وہاں ہمارے مزے ہونگے اس کو ایمان کہتے ہیں اس کے ساتھ پھر بزدلی جمع نہیں ہوتی۔

بعض لوگ ساٹھ سال کے بھی مسلمان ہیں اور پچاس پچپن سال کے بھی مسلمان ہیں اور یہ ایمان ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں پر اور سید الانبیاء والمرسلین سید الاولیاء والمتقین سید الشفعاء یوم الدین جناب محمد رسول اللہ ﷺ پر بھی ایمان ہے، کتنا بڑا ایمان ہے اور وہ چند لمحوں کا ایمان اور چند سیکنڈوں کا ایمان ہے اور صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام پر ہے اس کے علاوہ تو ان کو کچھ بھی معلوم نہیں کیونکہ ان کو اتنا تو موقع ہی نہیں ملا لیکن ایمان کی حلاوت کے بعد وہ صاف کہتے ہیں نہ اب وہ فرعون کی فرعونیت سے ڈرتے ہیں، نہ فرعون کے دجل وفریب سے اور نہ وہ یہ سوچتے ہیں کہ ہمارا کیا بنے گا کیونکہ انہوں نے اپنے تمام تر اختیارات ختم کر کے ایک اللہ فعال لما یرید کے اختیار وتصرف پر اپنا ایمان مضبوط کیا ہے۔

اسلام میں سب سے اہم مسئلہ توحید کا ہے

وہ اللہ اتنی بڑی ذات ہے کہ اس پر ایمان کے بعد اس کے علاوہ ساری دنیا کے مسائل، مصائب اور پریشانیاں بہت چھوٹی نظر آتی ہیں ان کی کوئی حقیقت نہیں رہتی۔ اللہ اس لئے فرماتے ہیں کہ ایمان اس کو کہتے ہیں جس میں غیر اللہ کا سہارا نہ ہو، اللہ لا الہ الا ھو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ ہی حاجت روا ہے وہی مشکل کشا اور کارساز ہے وہی عالم الغیب اور حاضر وناظر ہے، بیٹا دینے والا بھی وہی ہے اور زمین وآسمان میں اسی کا اختیار وتصرف

ہے۔عزت وذلت اورموت وحیات کا مالک وہ اکیلا ہے، دنیا اورآخرت کے تمام افعال
وامور کا متصرف وہی ہے۔یہ ہے خدا اوراس کو ماننا اوراس طرح ماننا کہ درمیان میں کوئی اور
نہ ہو، یہ نہیں کہ   با مسلمان اللّٰہ اللّٰہ با برھمن رام رام

کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ یہاں توحید کا مسئلہ سنتے ہیں اور باہر جا کر عرس میں بھی
شرکت کرتے ہیں، تیجوں کی مجالس میں بھی جاتے ہیں، کونڈے بھی بہت شوق سے کھاتے
ہیں۔یہ ان لوگوں میں سے ہیں جو کہ نہ تو مسلمان ہیں اور نہ ہی ہندو،"لا الی ھولاء
ولا الی ھولاء" قرآن کریم اس لئے ایک راستہ بتاتا ہے"اللہ لا الہ الا ھو وعلی اللہ
فلیتوکل المؤمنون" (سورۃ تغابن آیت۱۳) صرف اس ایک اللہ حاجت روا مشکل کشا اور
کارساز پر سارے مسلمانوں کو اعتماد کرنا ہے۔

ایک بدعتی ایک زمانے میں ہمارے یہاں دورۂ تفسیر میں شریک تھا مجھے ایک دن
کہنے لگا کہ توحید تو ہم بھی مانتے ہیں میں نے کہا آپ مانتے ہیں لیکن جانتے نہیں ہیں اگر
آپ توحید کو جان گئے تو پھر آپ مانیں گے نہیں، کہنے لگا وہ کیسے؟ میں نے اس کے سامنے
توحید کی مختصر تشریح کی تھوڑی تقریر سننے کے بعد مجھے کہتا ہے کہ یہ تو میں نہیں مانتا، میں نے
اس سے کہا کہ اگر صرف لا الہ الا اللہ کہنے سے ہر کوئی مسلمان ہوتا تو پھر مرزائیوں،
پرویزیوں اور ان کے علاوہ جو دیگر کفار اور مرتدین ہیں وہ سب کیوں اسلام سے خارج ہیں،
وہ اس لئے کہ وہ لا الہ الا اللہ تو پڑھتے ہیں لیکن اس کے پیچھے جو ایک مفہوم ہے وہ سمندر سے
بڑا ہے اور اسے کہتے ہیں خدا شناسی اور باطل وغیر سے دستبرداری، یہ ہے کلمہ کا مقتضاء۔

مشرکین اور کلمۂ توحید

یہ وہ کلمہ تھا کہ مشرکین روتے پیٹتے تھے اور کہتے تھے یہ ہم نہیں پڑھیں گے کیونکہ
اُن کو پتہ تھا اگر یہ پڑھ لیا تو ان کے تین سو ساٹھ (۳۶۰) بت ناکارہ ہوجائیں گے، عقل
اور سمجھ میں وہ ہمارے زمانے کے بدعتیوں سے زیادہ اچھے تھے کیونکہ وہ بات سمجھتے تھے۔
جب جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا "قولوا لا الہ الااللہ" یہ سن کر وہ گھبرا گئے کہ اگر ہم اللہ
پر ایمان لے آئے تو ہمارے سارے بت ختم ہوجائیں گے، ہم ان سے کیا مانگیں گے ابھی
حضرت ﷺ نے اس کلمہ کی تشریح نہیں فرمائی تھی لیکن وہ سن کر ہی سمجھ گئے۔اور ہمارے
زمانے کے لوگ تو ماشاء اللہ نماز بھی شوق سے پڑھتے ہیں، شلوار کے پائنچے بھی ہمیشہ ٹخنوں
سے اوپر ہوتے ہیں مگر سر پر پگڑی وہی دجال والی رکھی ہوئی ہے جو کہ دجال کے سپاہیوں کی
نشانی ہے اور کام وہی کرتے ہیں جو زندگی بھر ابوجہل، ابولہب وغیرہ کرتے تھے اسی لئے اپنا
نام رکھا ہے"اللہ والوں کے پیارے""درگاہوں کے ماننے والے" آپ درگاہوں کے
ماننے والے نہیں ہیں بلکہ آپ مندروں کے اور بتوں کو ماننے والے ہیں۔درگاہوں کی
ماننے کی صرف اتنی حقیقت ہے کہ یہ اللہ کا ایک نیک بندہ تھا جو اب زمین کے سپرد ہے اور
جب آپ کا وہاں سے گزر ہو تو اخلاص اور ایمان کے ساتھ فاتحہ پڑھیں اور اس کی مغفرت
کے لئے دعا کریں کہ یا اللہ یہ آپ کا ایک نیک بندہ تھا آپ اس کے اعمال اور عبادات
قبول فرمائیں اور اپنے اس نیک بندے کے وسیلے سے ہماری تکلیف بھی دور فرمائیں،
دیوبندی مسلک میں بالکل سو فیصد جائز ہے لیکن یہ سمجھنا کہ یہ حاجت روا، مشکل کشا ہے اور

کام کرنے والا ہے اور بیڑہ پار کرنے والا ہے یہ تو مکے کے کافروں کا عقیدہ ہے یہ مسلمان کا عقیدہ نہیں "اللہ لا الــــہ الاھــو" اللہ کے سوا مشکل کشا، حاجت روا، کارساز اور دونوں جہانوں کی مشکلیں ٹالنے والا کوئی نہیں ہے "وعلــی اللہ فلیتو کل المؤمنون" اسی اللہ پر بھروسہ کرنا ہے مسلمانوں کو۔ غور کریں کہ آیت نازل ہو رہی ہے رسول اللہ ﷺ پر آپ ﷺ سارے نبی اور ولیوں کے سردار خود تشریف فرما ہیں مگر یہ نہیں فرمایا کہ اس پیغمبر کو بھی مشکل میں پکارلو، ان کے ساتھ جو ایمان لائے ہیں ان جیسے مضبوط ایمان انبیاء کے بعد کسی کا نہیں ہے اور وہ سب اولیاء کاملین ہیں (ابوبکرؓ عمرؓ اور تمام صحابہ) مگر یہ بھی نہیں فرمایا کہ ان پر بھی مشکلوں میں تکیہ کرلو، اور یہ بھی مصیبتوں کے ٹالنے والے ہیں" وعلــی اللہ فــلیتو کل الــمـؤ منـون" یعنی پیغمبر ﷺ صحابہ سارے جہاں کے نبی اور ولی قیامت تک آنے والے مسلمان وہ سارے صرف اور صرف اللہ پر توکل کرنے والے ہیں۔ یہ آیت حقیقت میں مشرکین ومبتدعین کی جڑیں کاٹ رہی ہے۔

تمہاری اولاد اور مال دشمن ہے ! آیت کی تشریح

"یــاایهــاالــذیـن امـنـوا ان من ازواجکم واولادکم عدوا لکم" بے شک تمہاری بعض بیویاں اور اولاد تمہارے دشمن ہیں۔ "فاحذروهم" ان سے بچ کے رہو یعنی ان کی دشمنی سے بچو "وان تـعـفوا" اگر معاف کرو "وتـصـفـحوا" ان کے جرائم کی پردہ داری کرو اور "وتـغفروا" اور درگزر کرو "فـان اللہ غفور الرحیم" (سورۂ تغابن آیت ۱۴) پس بے شک اللہ معاف فرمانے والے ہیں۔ آیت میں اشارہ ہے کہ مجرم کو معاف کرنے سے

آپ کا جرمانہ بھی معاف ہو جائیگا، آپ کتنی غلطیاں کرتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ معاف فرماتے ہیں اس لئے آپ بھی معافی کا معاملہ کریں۔ بیٹے سے اگر کوئی غلطی ہوگئی ہے تو اس کو تنبیہ کریں اور چھوڑ دیں، علماء کہتے ہیں تنبیہ مناسب ہے لیکن اس کے بعد بھی آپ نے ناراضگی کا معاملہ رکھا ہوا ہے، آپ کا چہرہ اترا ہوا ہے، وہ سلام کرتا ہے آپ جواب نہیں دیتے، یہ خود اپنی اولاد کو سرکش بنانا ہے۔ جب وہ غلطی کرلے تو آپ اسے بھرپور تنبیہ کریں کیونکہ غلطی پر خاموش رہنا یہ مربی کی خصلت نہیں یہ اپنی اولاد سے دشمنی کرنا ہے کہ آپ اس کو غلط صحیح کی تمیز نہیں کروا رہیں۔ حدیث میں ہے ایک جلیل القدر صحابی نے ایک شخص کو تھپڑ لگایا (اتنے بڑے صحابی ہیں کہ محدثین کہتے ہیں کہ نام نہ لیا کرو)، جب حضرت ﷺ کو پتہ چلا تو شدید ناراض ہو گئے اور فرمایا کہ مجھے پیغمبروں پر ایسی برتری نہ دیا کرو کہ اور انبیاء علیہم السلام کا مقام چھوٹا ہو جائے۔

"وان تعفوا" اگر معاف کرو" وتـصـفـحوا" اور درگزر کرو" وتغفروا" اور نوازو"فان اللہ غفور الرحیم" پس بے شک اللہ معاف فرمانے والا مہربان ہے۔" انما امـوالکم واولادکم فتنة" بے شک تمھارا مال اور تمہاری اولاد بھی آزمائش ہیں، امتحان ہیں" واللہ عنـده اجر عظیم" (سورۂ تغابن آیت ۱۵) اور اللہ کے ہاں بڑا اجر ملنے والا ہے۔ اگر اس آزمائش میں کامیاب ہو گئے یعنی اولاد کی پرورش درست نہج پر کی تو یہی اولاد دنیا اور آخرت میں ذخیرہ ثابت ہوگی۔

اولاد کی صحیح پرورش آخرت میں ذخیرہ ثابت ہوگی

اولاد ہو تو اسے صالح بنانے کی کوشش کرو یہ نہیں کہ اس کو پیسوں کی مشین بنا دو کہ

بیٹا دیوانہ ہو جائے اور خوب پیسے لائے نہ باپ کو پہچانے اور نہ ماں کو جانے یہ آزمائش ہے ۔آپ اسے بڑے کالج اور یونیورسٹی میں داخل کرواتے ہیں اس سے پہلے اس بات کا محاسبہ کرلیں کہ دین کے بارے میں آپ نے اسے کیا تربیت دی ہے ۔ایسا نہ ہو کہ وہ پیدا تو مسلمان ہوا ہے لیکن آپ نے اسے کمیونسٹ بنا دیا کہ وہ اپنے رب اور اپنے دین سے ہی ناواقف ہے ۔خدا تعالیٰ کے احکامات کے خلاف کر رہا ہے آپ نے اس کے ساتھ ظلم کیا ہے، آپ نے ایک مسلمان گھرانے میں پیدا ہونے والے کو اس کے مذہب کے بارے میں کوئی راہنمائی نہیں دی۔ اس کو آپ نے ایک ایسے مقتل کے تختے پر بٹھایا ہے کہ کسی وقت میں بھی لقمہ اجل بن جائے گا ۔یہ آپ نے کوئی احسان نہیں کیا ہے بلکہ اس کی زندگی کو داؤ پر لگا دیا ہے ۔آپ نے اپنے حساب سے بڑی فیس خرچ کی اور بڑی دولت خرچ کی اس کے اوپر لیکن اصل میں آپ نے اسے دین سے دور کر دیا ۔یہ آپ نے اللہ اور اللہ کے رسول کے خلاف کام کیا ہے، مرنے سے پہلے اپنی آنکھوں سے اور دل کے کانوں سے دیکھو اور سنو کہ آپ کیا کر رہے ہیں ۔اس لئے تو قرآن للکار رہا ہے ''انما اموالکم واولادکم فتنۃ '' بے شک تمہارا مال اور تمہاری اولاد امتحان ہیں، امتحان میں اگر نا کام ہوئے تو بے عزتی ہے ،خدا تعالیٰ سب کو کامیاب فرمائے ''واللہ عندہ اجر عظیم'' اللہ کے یہاں اس کا اجر بڑا ہے ۔یاد رکھیں کہ یہ مال کام آنے والا نہیں قرآن پاک میں ابولہب کے بارے میں ہے کہ ''ما اغنیٰ عنہ مالہ وما کسب '' جو مال کمایا وہ اور جو کمائیاں تھیں کچھ بھی کام نہ آیا ''سیصلیٰ نارا ذات لہب'' عنقریب جلنے والی دہکتی ہوئی آگ میں گر پڑنے والا ہے ۔

تقویٰ بھی اسلام کا اہم رکن ہے

'' فاتقو اللہ ما استطعتم '' اللہ سے ڈرو جتنا ہو سکے اب یہاں سے تقویٰ کا مسئلہ بیان ہو رہا ہے ۔کیونکہ اولاد کے ساتھ محبت بھی کرنی ہے ان کی تربیت بھی کرنی ہے اور آزمائش سے بھی بچنا ہے بیوی سے بھی تعلقات ہیں، رفیقہ حیات ہے، زندگی ان کے ساتھ گزارنی ہے اور ان کو عزت دینی ہے ساتھ میں ان کی دشمنی سے بھی پرہیز کرنا ہے اس کے لئے ایک راہنما اصول بتایا کہ تم خود اپنے اندر ایمان اور خوفِ خدا پیدا کرو یہ ساری آزمائش تو آپ کے ساتھ ہے ۔''فاتقو اللہ ما استطعتم'' قرآن شریف میں اس سے پہلے ایک آیت نازل ہوئی سورۃ آل عمران میں ''یا ایھا الذین امنوا اتقو اللہ حق تقتہ'' اے ایمان والو اللہ تعالیٰ سے ایسا ڈرو جیسے ڈرنا چاہئے، اس آیت کے نزول پر حضرات صحابہ کرام گھبرا گئے اور انہوں نے فرمایا کہ کہیں ایسا تو نہیں کہ یہ مال و جائیداد، زراعت و تجارت یہ بیوی اور اس کی محبت، اولاد اور ان کی شفقت، خاندان اور ان کی قرابت، یہ چیزیں کہیں رکاوٹ اور موانع ہو کہ اس سے تقویٰ میں خلل پیدا ہو یہ انتہائی درجے کا خوف لاحق ہوا، چنانچہ سورۃ تغابن میں اس کا جواب آیا کہ '' حق تقتہ '' کے معنی ہیں ''ما استطعتم'' انسانی قوت میں اس کی فکرو سوچ میں اور اس کے اختیار و تصرف میں جس قدر پرہیز، احتیاط، تقرب اور خوشنودی کے حصول کے دواعی اور اسباب ہیں وہ سارے استعمال کرو ۔چنانچہ شریعت کے احکام انسانی توفیق کے مطابق ہوتے ہیں جب ہم وضو کرتے ہیں تو جو اعضاء آسانی سے دھل سکتے تھے ان کا حکم آیا اگر یہ حکم آجاتا کہ کانوں کے اندر پانی پہنچاؤ تو خطرہ تھا کہ کسی وقت کسی لکڑی کی

نوک پردے کو داغی کردے زخمی کردے تو وہ مکروہ ہوگیا اس کی اجازت ہی نہیں ہے بس اوپر سے تر انگلی پھیرو، اگر آنکھوں کے اندر سلائی کے ذریعے پانی ڈالنے کا حکم ہوتا تب بھی مسلمانوں کو کرنا پڑتا لیکن اس میں آنکھوں کے نقصان کا خدشہ تھا تو حکم یہ ہے کہ نہیں آنکھیں تو دھونی ہی نہیں ہے۔ بس اوپر جو پانی بہہ رہا ہے وہی کافی ہے یہی حال غسل کا ہے جنابت کا ،ایک چھوٹی سی مثال شریعت کا حکم یہ ہے کہ جس ٹوپی میں آپ نماز پڑھتے ہیں جس پگڑی میں اور جن چپلوں میں آپ یوں پھر رہے ہیں آتے جاتے ہیں۔ اس ٹوپی اور پگڑی کے ساتھ اور ان چپلوں کے ساتھ بیت الخلاء نہ جائیں، اس کے لئے ایک دوسری ٹوپی اور ہونا چاہئے جب طہارت کے لئے جانا ہوتو آدمی سر پر رکھے، اس ٹوپی سے پھر نماز نہ پڑھے اور ایک چپل ہو جوتا ہو اور جب ضرورت وہاں کی ہوتو آپ وہ پہن لیں یہ اندر نہ لے جائیں، یہ آسان بھی ہے اگر یہ حکم آجاتا کہ تم کپڑے بدل لو یہ آسان نہیں تھا یہ دقت اور دشواری کا مسئلہ تھا کہ جب بھی کوئی شخص پیشاب کے لئے طہارت خانہ جائے یا قضاء حاجت کیلئے جائے تو وہ کپڑے بھی بدلنا شروع کردے۔ یہ اسلام کے اصول نہیں۔ چنانچہ اس کو منع فرمادیا کہ اس کی اجازت نہیں ہے خدا تعالٰی سے ڈرنا ہے انسانی بساط کے مطابق "واسمعوا" اور پورا دین سنو "واطیعوا" اور گردن نہادہ ہوجاؤ، تابعدار بن جاؤ، دین سننا بھی فرض ہے اور اطاعت بھی فرض ہے دین نہ سننا اپنے آپ کو ابدی آگ کے حوالہ کرنا ہے۔

انفاق کی مختلف صورتیں

"وانفقوا" اور پھر فرمایا کہ خرچ کرلو مال خرچ کرلو، توفیق خرچ کرلو، دین پر اولاد

اور قرابتوں کو قربان کرلو، تاکہ تمہیں دین کا وقار اور وزن معلوم ہوجائے۔ آج کل کے ماں باپ ایسے ہیں بچے کو اگر کسی مدرسے میں ڈالا ہے کچھ روز بعد واپس نکال لیا کہ جی وہاں گرمی ہوتی ہے، کہیں اور مدرسے میں ڈالا وہاں پتہ چلا کہ جی اس نظام میں قدرے سختی ہے فوراً بچے کو گھر بلالیا۔ یہ آپ بچے کو دین سکھا رہے ہیں یا اسے دین کا مخالف بنا رہے ہیں۔ ایسا کرنے سے آپ اسے دنیا دار بنا رہے ہیں۔ اس لئے علماء کہتے ہیں کہ اولاد کیلئے معلم اور مربی اس مزاج کا رکھو جس میں نرمی کم ہو اور سختی زیادہ ہو ورنہ اگر قاری صاحب بچوں کے ساتھ ہنستے رہیں اور ان کی ہاں میں ہاں ملاتے رہے اور ان کو ہمیشہ شاباش دیتے رہے تو عمر گزر جائیگی اور قاری صاحب کا ٹیوشن جاری رہے گا بچے کی کوئی ترقی نہیں ہوگی۔ اسلام کہتا ہے کہ جو کام بھی کرنا ہے وقت پر کرنا ہے بچہ قرآن شریف پڑھ رہا ہے آپ تربیت اور نگرانی کرتے رہیں۔ عموماً ایک کند ذہن اور کمزور بچہ دو سے تین سال تک حفظ کرلیتا ہے اکثر دیکھنے میں آتا ہے کہ بچوں کے پانچ، چھ سال لگ جاتے ہیں، اس کی دو وجوہات ہوتی ہیں یا استاد نا اہل ہوتا ہے یا پھر ماں باپ نا اہل ہیں، دونوں کے اتفاق سے بچے کی تعلیم سدھرے گی۔ میں یہ نہیں کہتا ہوں کہ اولاد کو ان کے سپرد کرلو بلکہ یہ آپ کا بھی فرض ہے کہ وقتاً فوقتاً وہاں آکر بیٹھو احوال دیکھو اگر واقعی طریق تعلیم غیر شرعی ہے تو قطعاً اس سے تربیت پانا حرام ناجائز ہے۔ یہ آپ ہی کا فرض ہے کہ اولاد کو سکھاؤ کہ ہمارا اصل علم، علم دین ہے، ہم اسی کے لئے پیدا ہوئے ہیں۔ اسی کی وجہ سے ہم نمازی ہونگے، اسی سے ہمیں روزے کی تربیت ملتی ہے، یہیں سے ہم میں زکوٰۃ دینے کی قوت آتی ہے، حج کی سعادت ہمیں یہاں سے مل رہی ہے اور یہیں سے ہمیں حرام وحلال کی پہچان سمجھائی جاتی

ہے۔ ''فاتقوا اللہ ما استطعتم '' اللہ سے ڈرو جتنا تم سے ہو سکے'' واسمعوا واطیعوا ''سنو اور کہا مانو'' وانفقوا خیرا لانفسکم ''خرچ بھی کرلو یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔خرچ کرو،خرچ کرو،خرچ کرو اس سے کوئی یہ نہ سمجھے کہ یہ مدرسے محتاج ہیں یا یہ دین محتاج ہے نہیں!'' خیرا لانفسکم ''خرچ کرنے والو یہ تمہارا لئے فائدہ مند ہے، اس کی وجہ سے بلاؤں سے بچ جاؤ گے، آفات نہیں آئیں گی، مال محفوظ رہے گا، عزت و آبرو محفوظ رہے گی۔ مال غلط اور خراب جگہوں میں استعمال ہونے سے تو بہتر ہے کہ کسی اچھے سا مدرسے میں خرچ کرلو، مسجد بنواؤ، طلباء کیلئے کتابیں خریدو، ان کو کپڑے مہیا کرو، دینی اداروں کے چلنے میں معاون و مساعد ثابت ہو جاؤ، یہ ہے تقاضہ'' خیرا لانفسکم '' کا۔

انفاق کے سلسلے میں ایک حکایت

مشہور قصہ ہے کہ سوات کے جو والی تھے ان کے بڑے جو تھے وہ نیک آدمی تھے اس زمانے میں والی کوئی ایسا ممتاز آدمی نہیں ہوتا تھا، بس علاقے کا بڑا معتبر آدمی جو تقوی دار اور پرہیز گار ہوتا تھا وہی والی سمجھا جاتا تھا۔ وہاں ان کی مسجد میں مولانا محمد ابراہیم صاحب تھے جنہوں نے فتاوی ودودیہ لکھا ہے، یہ استاد تھے حدیث پڑھاتے تھے اور مسجدوں میں اکثر طلباء رہتے تھے انگریزوں کے زمانے میں دارالعلوم دیوبند اور چند مدرسوں کے علاوہ پورے ملک میں کوئی دینی مدرسہ نہیں تھا۔ بس جہاں عالم بیٹھا ہوتا تھا وہاں تیس چالیس مسافر طلباء اس سے پڑھتے تھے اور محلے کے لوگ ان کو کھانا مہیا کرتے تھے اس طریقے سے دین پڑھا جارہا تھا، وہ مسجد چونکہ خود والی صاحب کی تھی اور والی صاحب بڑے نیک تقوی

دار آدمی تھے تو وہ اکثر گھر سے کھانا پکوا کے وہیں بھیجتے تھے اور والی صاحب پنج وقتہ نماز با جماعت پڑھتے تھے تو اکثر کھانا جب نوکر لاتا تھا تو وہ ساتھ ہوتے تھے کوئی ایک چیز ہاتھ میں لے لیتے تھے کہ اس بہانے طالبعلموں کی خدمت ہو جائے گی یہ مہمانانِ رسول ہیں۔ ایک دن شدید بارش ہو رہی تھی تو والی صاحب گھر گئے ہوئے تھے کھانا لانے مگر بارش اتنی تیز تھی کہ ان کو آنے میں دیر ہوگئی انہوں نے یہ سوچا کہ ذرا بارش رک جائے تو میں چلا جاؤں گا۔ طالبعلموں کو بھوک لگ رہی تھی اور آپس میں کہہ رہے تھے کہ ہمارا وہ بیل کہاں ہیں جو ہمارا راشن لاتا تھا اس دوران والی صاحب خود روٹیاں سر پر رکھ کے اور برتن میں سالن ڈال کر ہاتھ میں پکڑے ہوئے وہاں پہنچ گئے اور طالبِ علموں کی یہ بات انہوں نے سن لی انہیں یہ سن کر بہت افسوس ہوا اور انہوں نے سوچا کہ ہم ان کو سب کچھ دیتے ہیں اور یہ ہمیں بیل کہہ رہے ہیں واقعی آئندہ کیلئے ان کو نہیں کھلانا چاہئے۔ بات ختم ہوگئی والی صاحب اپنے حالات میں لکھتے ہیں کہ رات کو خواب میں دیکھا کہ قیامت قائم ہو چکی ہے اور ساری دنیا پریشان ہے اور جہنم کے اوپر پل صراط کا پل باندھا گیا مسندِ احمد میں ہے کہ

''ادق من الشعر واحد من السیف'' (مسند احمد حدیث نمبر ۲۴۰۴۳، ۲۵۰)

بال سے زیادہ باریک اور تلوار کی دھار سے زیادہ تیز ہوگا اور سب لوگ جو وہاں سے گزر رہے ہیں وہ نیچے گر رہے (مزید تفصیلات کے لئے مسلم ج ا ص ۱۰۱، مشکوۃ شریف ص ۴۹۱ قدیمی) ہیں اور دنیا پریشان ہے دنیا ساری رو رہی ہے اچانک دیکھا کہ انہی طلباء کا ایک ریلہ آیا اور جیسے وہ وہاں پہنچے تو بال کے برابر باریک پل وہ یکدم چوڑا ہونے لگا دور دور تک باقاعدہ جیسے پل ہوتا ہے ایسا بن گیا اور وہ اوپر چڑھ گئے والی صاحب دنیا کے درمیان میں کھڑے

ہیں حیران پریشان ہورہے ہیں، اچانک ایک طالب کی نظران پہ پڑی اوراس نے کہا کہ یہ تو ہمارا ابیل ہے اوروہ نیچے اترا اور بازو سے والی صاحب کو پکڑا اور کہا کہ آپ بھی ہمارے ساتھ چلیں آپ تو ہمارے لئے کھانا لے کرآیا کرتے تھے۔

جب صبح والی صاحب اٹھے تو زاروقطار رورہے اورمولانا محمد ابراہیم صاحب کے پاس آئے اوران کو اپنا ساراخواب سنایا اورکہا کہ واقعی اگرنجات کسی چیز پرموقوف ہے تو وہ دین کے تعاون پرہی ہے۔یہ علماءِکرام اورطالب علم ان کی نسبت دین سے ہوتی ہے اسی لئے یہ طالب علم اورعالم کہلاتے ہیں ورنہ کتنے عام انسان ہیں جو دنیا میں گھوم رہے ہیں جنہیں کسی کی فکرنہیں ہے اورنہ ہی ان کی کسی کو فکر ہے۔

اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ خرچ کرواسی میں تمہاری نجات ہے۔آج کل لوگوں کو اورکوئی کام نہیں ہے تو علماء اوردینی مدارس کے خلاف باتیں شروع کردی ہیں۔لوگوں کی باتیں نہ سنو دشمنوں کی باتوں میں مت آؤ ''خیرا لانفسکم'' خودتمہارے لئے بہتر ہے۔دیکھوکھانا کھلا کے اورعمربھرخدمت کرکےوالی صاحب کا بیڑا پار ہوگیا۔'' ومن یوق شح نفسہ ''اور جونفس کے بخل کی شرارت سے بچا''فاولئک هم المفلحون'' (سورۂ تغابن آیت ۱۶)وہی لوگ کامیاب ہیں نفس میں ایک شح کا معنی یہ ہے کہ اگرکوئی دوسرا بھی دین پرخرچ کرےتو بھی اسے تکلیف ہو یہ ''شح'' ہے اورخودنہیں دیتے ہیں یہ بخل ہے ''شح اقبح درجات البخل'' ائمہ لغت کہتے ہیں بخل کا ناکارہ مقام کہ کوئی اورخرچ کرے اورتکلیف اسے ہو یہ شح ہے جس میں ہماری حکومت ملوث ہے ان کو یہ فکر لاحق ہے کہ لوگ مدارس کو کیوں چندہ دے رہے ہیں، جب اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے

ہیں تو وہ مال ان سے چوراورڈاکولوٹ کرلے جاتے ہیں بہتر ہے کہ وقت پرانسان اللہ کے دین پرخرچ کرلے تو تمام مصیبتوں اورآفات سے بچ جاتا ہے ''ومن یوق شح نفسہ'' وہ جونفس کی بخل کی شرارت سے بچافاولئک هم المفلحون وہ لوگ کامیاب ہوگئے۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

الحمد لله جل وعلاء وصلى الله وسلم على رسوله المصطفیٰ ونبیه المجتبیٰ وامینه علی وحی السماء وعلی آله النجباء واصحابه الاتقیاء افضل الخلائق بعد الانبیاء ومن بهدیهم اقتدیٰ وبآثارهم اقتفیٰ من المفسرین والمحدثین والفقهاء الی یوم الجزاء امابعد!

فاعوذ بالله من الشيطن الرجيم بسم الله الرحمن الرحيم

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ (سورۂ حج آیت ۴۱)

قال رسول الله ﷺ من اعظم الجهاد كلمة عدل عند سلطان جائر (ترمذی ج ۲ ص ۴۰)

اللهم صل علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد كما صليت علیٰ ابراهيم وعلیٰ آل ابراهيم انک حميد مجيد

اللهم بارک علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد كما باركت علی ابراهيم وعلیٰ آل ابراهيم انک حميد مجيد

اللہ تعالیٰ کی مخلوقات کا سب سے بڑا فرد انسان ہے

اللہ تعالیٰ نے اس نظام کو بہت عارضی وقت دیا ہے اور اس نظام کا جو سب سے بڑا فرد ہے وہ خود انسان ہے اور انسان کو عجائب اور غرائب کے درمیان گھیر لیا ہے۔ انسان کا تصور اور تخیل بہت زیادہ ہے اگر یہ ساتوں زمینیں اور ساتوں آسمان بھی اس کو دیئے جاتے تو بھی یہ سیر نہیں ہوتا۔

نیم نانے گر خورد مردِ خدا
بذل درویشاں کند نیمے دگر
ملك اقلیمے بگیرد پادشاه
ہمچناں در بندِ اقلیمے دگر

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بادشاہ کو اگر ایک ملک مل جائے تو وہ اس کی فکر میں لگ جاتا ہے کہ دوسرا ملک کیسے ملے گا اور اللہ کے نیک بندوں کو اگر آدھی روٹی بھی مل جائے تو وہ بھی ان کے لئے زیادہ ہوتی ہے وہ اسے بھی آدھی کر کے خود کھا لیتے ہیں اور آدھی کسی مسکین اور درویش کو دے دیتے ہیں۔

ہر کہ آمد عمارتے نو ساخت
رفت و منزل بدیگرے پرداخت
واں دیگر ہم چنیں ہوسے
ویں عمارت بسر نبرد کسے

جو بھی آتا ہے وہ بڑا سرگرم ہوتا ہے کہ میں بہت ترقی کروں گا، میں ملک کو آسمان
تک اٹھالوں گا، نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ پہلے کی جو کمی کوتاہی ہوتی ہے وہ اس کو بھلا دیتا ہے اور ایک
ایسا حشر نشر قائم کر دیتا ہے کہ دنیا دنگ رہ جاتی ہے۔

ظالم حکمران اعمال کی کمزوری کا نتیجہ ہے

حجاج ابن یوسف کے مظالم کے بارے میں جب لوگوں نے شکایت کی تو بخاری
شریف میں ہے، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ "اصبروا فانہ لا یاتی
علیکم زمان الا الذی بعدہ شر منہ" (بخاری شریف ج۲ص۱۰۴۷، مشکوٰۃ ج۲ص۴۶۳) اے
لوگو صبر کرو کیونکہ اگر ایک ظالم اترے گا تو دوسرا اس سے بڑھ کر ناکارہ حکمران آئے گا۔ کیونکہ
اعمال میں تو تبدیلی نہیں ہے اور اعمال دن بدن کمزور ہوتے جا رہے ہیں، جب عملی زندگی
میں کوئی ترقی نہیں ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی بہتر انسان کام کے لئے ملک کی قدر و منزلت
کے لئے برسر اقتدار آجائے۔ جو لوگ اعمال میں کمزور ہوتے ہیں تو ان کے ذہن اس قابل
نہیں ہوتے کہ وہ لوگ ایسے انسان کا چناؤ کریں جو اعمال اور اقوال کے اعتبار سے پختہ ہو۔
جو دیوار کمزور ہوتی ہے اس پر کبھی بھی لوہا یا مضبوط عمارت نہیں کھڑی کی جا سکتی۔

ہر شخص کہے گا کہ اس پر تنکے رکھو باریک باریک لکڑیاں اور خس و خاشاک
ڈالو کیونکہ اس کے نیچے ستون اور سیمنٹ نہیں ہے، پختہ چھت کے لئے پختہ دیواریں
درکار ہوتی ہیں۔

ہم اس انتظار میں تو بیٹھے ہیں کہ شاید کوئی اچھا آدمی آجائے اور اس اچھے آدمی

کے انتظار میں ہم نے صبح شام ایک کئے ہیں۔ لیکن اچھے لوگوں کے آنے کے لئے جس
ماحول کی ضرورت ہوتی ہے، ہم خود اس سے بہت دور ہیں، اگر انسان اپنے اعمال کا محاسبہ
کر لے تو اس کو نظر آجائے گا کہ اللہ تعالیٰ کے تمام امور حکمت کے ساتھ چل رہے ہیں۔

پاکستان میں اسلام ! ایک دھوکہ اور فریب

جب پاکستان پر ایک زمانہ گزر گیا اور تیس سال کے عرصے تک اسلامی نظام کے
نام پر سرکاری اور عوامی سطح پر دغابازی کی گئی اور یہ حقیقت مسلمہ ہوگئی کہ یہ قوم نہ اسلام چاہتی
ہے اور نہ ہی مانتی ہے اور نہ ہی یہ نفاذ اسلام کے اہل ہیں، تو اللہ تعالیٰ نے ایک ملک کے دو
ٹکڑے کر دیئے اور وہ ملک جس کا ایک ہی وجود تھا اس کا ایک دھڑ اور بازو صفحہ ہستی سے
کاٹ دیا گیا اور اس کا نام ہی نقشے سے اتار دیا گیا، مشرقی پاکستان آج بنگلہ دیش کے نام
سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس میں وہاں کے لوگوں نے بھی بے انصافی سے کام لیا کیونکہ ملک اگر
الگ ہو بھی گیا تھا تو نام تبدیل کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ دنیا کے نقشے پر ایسے ممالک بھی
ہیں جو الگ تو ہوئے ہیں لیکن انہوں نے اپنا نام وہی پرانا برقرار رکھا۔ اس ملک میں رہنے
والے لوگ بھی مسلمان تھے اور انہوں نے بھی ملک کی آزادی کے لئے ہمارے ساتھ مل کر
قربانیاں دی تھیں اور وہ مغربی پاکستان کے لوگوں کو بھائی سمجھتے تھے اور مغربی پاکستان کے
لوگ بھی اسلامی رشتے سے انکو بھائی مانتے تھے۔ لیکن برسر اقتدار افراد ایسے نا اہل تھے کہ
اسلام آباد کو بچانے کے لئے پورے ملک کو دو ٹکڑوں میں تقسیم کر دیا اور پھر بھی اس پارٹی کا
لیڈر اور اس کی پارٹی کا اب تک یہ دعویٰ ہے کہ ملک بچانے والے ہم ہیں اور ہم سے زیادہ

اس ملک کا کوئی خیر خواہ نہیں ہے۔

اُس زمانے کا وزیر اعظم جلسوں میں کہتا تھا کہ ہمارے ہوتے ہوئے پاکستان کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا ہے اور پاکستان کا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ اس کے جواب میں اس وقت کے اہل حق کے سالار، میدان سیاست کے فاتح اور اپنے وقت کے مسلمہ مفتی اور مادر زاد فقیہہ حضرت مولانا مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک جلسے میں کہا کہ یہ بات بالکل ٹھیک ہے کیونکہ جتنا نقصان پہنچا ہے وہ بھی آپ نے ہی پہنچایا ہے اور آئندہ بھی جو پہنچے گا وہ بھی آپ ہی سے پہنچے گا کسی اور کو پہنچانے کی ضرورت ہی نہیں ہوگی۔ پاکستان کو تباہ کرنے کے لئے آپ اکیلے ہی کافی ہیں۔

پاکستان کا وجود اور مسلمانوں کی ذمہ داری

سب سے بڑا کام پاکستان بننے کے بعد جو مسلمانوں کے ذمے تھا وہ اسلامی نظام کا نفاذ تھا، ایک ملک میں ایک باقاعدہ نظام ضروری ہوتا ہے، اس نظام کے تحت عدالتیں چلتی ہیں، مقننہ کارفرما ہوتی ہے، انتظامیہ اپنا کام دکھاتی ہے، رعایا اور عوام سکھ کا سانس لیتے ہیں، انہیں کچھ آرام اور راحت کی گھڑیاں نصیب ہوتی ہیں اور وہ اپنی زندگی میں کچھ عدل وفضل اور انصاف کی فضا محسوس کرتے ہیں، یہ ایک ملک بننے کے بعد اس کے آئین اور نظام کا تقاضہ ہوتا ہے۔ لیکن کتنی عجیب بات ہے کہ ملک کو انگریزوں سے تو آزاد کرایا گیا، ہندو اور مسلمان دونوں نے مل کر اس کے لئے قربانیاں دیں اور انگریز کو کہا گیا کہ آپ نے بڑا ظلم کیا ہے کہ اتنے طویل عرصے تک یہاں قابض رہے اور یہاں کے لوگوں کو اپنا غلام بنا

کر رکھا لیکن تعجب یہ ہے کہ انگریزوں کو تو نکالا مگر انکے نظام کو برقرار رہنے دیا، یہ کس قدر غیرت کے منافی اقدام ہے کہ ایک شخص کو جب وہ غاصب اور قابض ہو آپ باہر نکالیں لیکن اس کے جانے کے بعد اس کے ترانے آپ گاتے رہیں کہ وہ ایسے گاتا تھا، وہ ایسے چلتا تھا، وہ اپنے دشمنوں کو ایسے مارتا تھا اور اپنے دوستوں کو ایسے نوازتا تھا، اگر یہی سب کرنا تھا تو اس کو نکالنے کی کیا ضرورت تھی، کیونکہ آپ کے اعمال سے تو معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو اس سے کتنی دل آویزی اور دلی محبت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ پاکستان کے بانیوں میں شعور پورا نہیں تھا اور اخلاص کی کمی تھی، شعور پورا ہوتا تو ملک کے حصول کے ساتھ ساتھ پہلے دن ہی یہ اعلان ہو گیا ہوتا کہ پاکستان کا نظام آئین صرف اور صرف اسلام ہوگا اور اس میں اسلامی احکام کا نفاذ ہوگا۔ اس کے بڑے فوائد تھے، اسلامی افراد آگے بڑھتے، لوگ اسلام کو سمجھنے کی کوشش کرتے، انگریزی قانون سیکھنے کی طرف توجہ کم ہو جاتی اور یوں انگریزیت، مغربیت اور دشمنوں کے ظالمانہ سیاہ قوانین ماند پڑ جاتے، اسلام صرف مسجد اور مدرسوں تک محدود نہ رہتا بلکہ بازاروں میں، اسمبلیوں میں، ایوان بالا میں اور ملک کے بڑے بڑے اداروں میں اسلام گھن گرج کے ساتھ آجاتا۔

آج اس کے نقصانات ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ ہمارے اپنے لوگ خود اسلام سے کس قدر باغی ہو گئے ہیں، یہ اس ملک کی کتنی بڑی بدقسمتی ہے کہ ملک میں ۹۹ فیصد آبادی خالص مسلمانوں کی ہے جو کہ قرآن کو آسمانی کتاب مانتے ہیں، سنت نبوی ﷺ کو قرآن کی کامل تشریح کہتے ہیں، فقہ میں امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے طرز استدلال کے پابند ہیں، سب پانچ نمازیں فرض مانتے ہیں، زکوۃ فرض مانتے ہیں، تمیں

روزے رمضان کے مہینے کے فرض مانتے ہیں، عمر بھر میں ایک مرتبہ حج کی فرضیت کے قائل ہیں، حلال کو حلال اور حرام کو حرام ماننے میں دریغ نہیں کرتے، جناب رسول اللہ ﷺ کو کونین کے سرخیل اور سرلشکر پیغمبر اور خاتم النبیین مانتے ہیں ان تمام باتوں کے باوجود انہیں اپنے ملک میں اسلام کا آئین اور شرعی نظام نصیب نہیں ہوا۔

اس لئے ملک کے کسی کونے یا حصہ میں اگر کچھ لوگ اپنے لئے اسلامی نظام طلب کرتے ہیں تو حکمرانوں کے لئے یہ مشکل مرحلہ ہوتا ہے کیونکہ ملک کے ۹۹ فیصد رقبے پر تو غیر اسلامی آئین نافذ ہے اور کسی ایک کونے میں چند افراد کہیں کہ ہمیں ایک اسلام چاہیے۔ یہ اسلام اتنا پیچھے کیوں دھکیلا گیا کہ یہ صرف پہاڑوں اور وادیوں میں اور ملک جہاں ختم ہوتا ہے ان سرحدات میں جاکر ٹھہرا ہوا ہے۔ اسلام نے آخر کسی کا کیا بگاڑا تھا۔ اسلام نے تو اخلاق کا پروگرام دیا، تقویٰ کی تعلیم دی، لوگوں کو انسانیت کے قریب کیا، شرافت کے چشمے بہائے، زرین اصولوں کے اسباق دیئے اور ہر ظلم اور تمام بدنما افعال سے اسلام نے سب سے پہلے منع کردیا، چاہئے تو یہ تھا کہ اس اسلام کو عزت اور احترام کے ساتھ پورے ملک اور اس کے کونے کونے پر نافذ کیا جاتا لیکن عجیب بات ہے کہ

وہ دین جو بڑی شان سے نکلا تھا عرب سے
پر دلیس میں جاکر وہ غریب الغرباء ہے

دنیا تو بے وفا تھی مگر تجھ کو کیا ہوا

میں یہاں کوئی سیاسی تقریر کرنے نہیں بیٹھا ہوں اور مجھے سیاست آتی بھی

نہیں ہے اس لئے کہ مجھے ان سے کبھی کوئی سروکار نہیں رہا اور نہ ہی مجھے ان لوگوں سے کوئی مناسبت ہے اور اب تو اس زمانے کے سیاسی لیڈروں کو دیکھ کر اور بھی طبیعت مرجھا گئی ہے کیونکہ سیاسی دوستوں نے بھی اپنے فرائض منصبی پورے نہیں فرمائے

دیکھی جو بے رخی تو حیرت ہوئی مجھے
دنیا تو بے وفا تھی مگر تجھ کو کیا ہوا

یہ ہمارے لوگ بھی رنگ بدلتے رہتے ہیں اور اپنے بیان میں وہ بھی دنیائی آقا کو خوش رکھتے ہیں کہ کہیں وہ ان سے ناراض نہ ہو جائے اور نئے سیٹ اپ میں انہیں اچھا موقع نہ ملے۔ یاد رکھیں دو بادشاہ ایک وقت میں خوش نہیں ہونگے اس لئے یہ سیاست بہت مشکل کام ہے کیونکہ اس میں دنیاوی بادشاہ کو خوش کرنا پڑتا ہے اور اس کے لئے خالق و مالک دوجہاں کی نافرمانی کرنی پڑتی ہے اور یہیں آکر انسان اور پھر مسلمان اپنا دینی تشخص کھو بیٹھتا ہے۔

خواجہ خواجگان نظام الملت والدین حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کو ایک خلیفہ نے خط لکھ کر اجازت طلب کی کہ دہلی کا بادشاہ حج کا ارادہ رکھتا ہے اور اس کی خواہش ہے کہ میں بھی اس کے ساتھ حج کروں اگر آپ کی اجازت ہو تو اس کے ساتھ حج پر چلا جاؤں۔ حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا کہ ایک سفر اور ایک عبادت میں دو بادشاہ خوش نہیں ہونگے، اگر آپ نے اس بادشاہ کا خیال رکھا تو عبادت میں کمی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ خفا ہو جائیں گے اور اگر آپ نے اُس بادشاہ حقیقی اور شہنشاہ مطلق خالق ومالک اللہ رب العالمین کی خوشنودی اور رضا کی کوشش کی تو بادشاہ سے کنارہ کش ہونا پڑے گا، یہ آپ سے

ناراض ہوجائے گا اس لئے ایک سفر میں ایک عبادت سے ایک بادشاہ خوش ہوگا دو بادشاہ خوش نہیں ہوسکتے ۔

لوگ سمجھتے ہیں یہ بھی ایک سیاست ہے کہ آدمی مذہبی رہنما بھی ہو اور وہ بش انتظامیہ کو بھی اعتماد میں لے اور اس کا جو بغل بچہ ہے اس کو بھی خوش رکھے اور وہ یہ کہے کہ یہ بڑے اعتدال والے علمائے کرام ہیں بڑے اچھے ہیں ۔ٹھیک ہے، ایک سوچ یہ بھی ہے کہ یہ اچھی سیاست ہے لیکن اس عاجز اور فقیر کے نزدیک یہ ناکام سیاست ہے۔ ہمارے بزرگ جو اس میدان میں آگے بڑھے تھے وہ اس لئے نہیں کہ وقت کے بادشاہوں کے ساتھ ہم آہنگی پیدا کر کے اور ان کی منت سماجت کر کے چھوٹے موٹے کام کرائیں گے اور اپنے اغراض و مقاصد کو اول اور اسلام کو پیچھے دھکیلیں گے بلکہ وہ ان کے غلط کو غلط کہنے اور ان کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر صحیح بات کرنے کے لئے آگے بڑھے تھے اور ایسا کرنے میں اللہ تعالیٰ نے انہیں سو فیصد کامیاب بھی کیا تھا۔

وہ تو آباء تھے تمہارے بتاؤ تم کیا ہو

فتنہ کا مطلب اور اس سے بچاؤ کا طریقہ

یہ فتنے کا دور ہے، فتنہ اس کو کہتے ہیں کہ آدمیوں سے بچ بھی نہیں سکتا اور پورا اس کا ہو بھی نہیں سکتا۔ فتنہ شراب کو نہیں کہتے وہ تو مطلق حرام ہے سب کے لئے ، فتنہ زنا کو نہیں کہتے اس پر کوڑے لگتے ہیں سنگسار ہوجائے گا، فتنہ ایک ایسے مرحلے کو کہتے ہیں کہ جسے کرنا بھی ہے اور اس سے بچنا بھی ہے ۔

اب اس دور میں حکومت میں رہنا بھی ایک مصیبت ہے اور اگر بالکل اس سے کنارہ کشی اختیار کی جائے تو پھر اسمبلی میں اسلام کا نام لینے والا کوئی نہ ہوگا اس لئے میرے حساب سے سیاسی علماء کا امتحان زیادہ سخت ہے ۔ دراصل اس نقصان کی وجہ یہ ہے کہ انسانوں میں سے نیک خصلتیں ختم ہورہی ہیں تو یہ کیسے ممکن ہے کہ ہمیں اچھے ماحول اور اچھا فرمانروا نصیب ہوجائے ۔ اسمبلی رہے یا نہ رہے، قوم تو وہی ہے اور قوم کے بہادر بھی وہی ہونگے جو چنے جاتے ہیں جیسے پہلے تھے ان جیسے پھر چنے جائیں گے کیونکہ چننے والے وہی لوگ ہیں انھوں نے کسی ایسے شخص کو نہیں لانا ہے جو خیر کی تبدیلی لائے اور اسلام کے لئے مفید ثابت ہو۔ انہوں نے خود اعلان میں کہا ہے اور وہ تقریر میں نے سنی ہے اور یہ بات ریکارڈ پر بھی موجود ہے کہ میں نے چن چن کر فوج سے تمام مذہبی لوگوں کو نکالا ہے، یہ سب بات پوری دنیا نے سنی ہے ۔

لیکن لوگوں کے ضمیر ختم ہوگئے ہیں، شعور ماند پڑ گیا ہے اور عقلوں کو تالے لگ گئے ۔ اس پر ملک بھر میں چھوٹا سا بیان بھی نہیں آیا ، صاف لفظوں میں کہا کہ میں نے چن چن کر امریکہ کو اعتماد میں لینے کے لئے ان تمام لوگوں کو فوج سے باہر نکال دیا جو مذہب کے ساتھ وابستگی رکھتے تھے ۔ ہمارے ملک کا کتنا بڑا سانحہ ہے ، اتنا بڑا حادثہ پیش آیا ہے کہ ہائی کمانڈ پر ، حالی قیادت پر کسی مذہبی آدمی کا ٹھہرنا یہ نہ اندرون ملک کے عناصر کو برداشت ہے اور نہ ہی بیرونی دنیا کو ۔ اس کے بعد ان کو یہ اطمینان ہوگیا کہ اب ہم ان سے ان کی چیزیں سلب کرسکتے ہیں کہ یہ نام کے مسلمان ہوں لیکن حقیقت کے مسلمان نہ ہوں اور ان میں جہاد کا شعور مذہبی غیرت اور مذہبی پختگی موجود نہ ہو۔

مذہبی غیرت دین کا تقاضہ ہے

جناب رسول اللہ ﷺ نے ایک صحابی سے جب سنا کہ وہ کہہ رہے ہیں کہ جب ہم اپنے گھر میں کسی فرد کو برے کام میں دیکھیں گے تو ہم گواہوں کو نہیں ڈھونڈیں گے، ہم پہلے اس کا کام تمام کر دینگے۔ جب یہ بات جناب نبی کریم ﷺ تک پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا'' اتعجبون من غیرت سعد ''تم سعد بن عبادہ کی غیرت پر حیرت کرتے ہو''انا اغیر منه ''مجھ میں اس سے زیادہ غیرت ہے''واللہ اغیر منی ''اور اللہ تعالیٰ میں تو بہت زیادہ غیرت ہے اسی لئے شریعت میں تمام گناہوں پر سخت وعیدیں ہیں (بخاری ج ۲ ص ۱۰۱۲،۱۰۱۳،۱۱۰۳) غیرت صرف وقتی جذبے کا نام نہیں غیرت جذبہ کے نفاذ کا نام ہے۔ ایک شخص میں جذبہ ہے اس جذبے کے تحت اس نے ایک آدمی کو قتل کر دیا لیکن بعد میں پتہ چلا کہ وہ آدمی کوئی اور تھا تو اس غیرت کو شریعت نہیں مانتی۔ آپ ﷺ نے سعد پر اس لئے اعتراض کیا کہ ثبوت شرعی ضروری ہے بغیر ثبوت کے آپ نے قدم اٹھایا تو پکڑ میں آجاؤ گے، اسلام ماردھاڑ اور واویلہ کی حمایت نہیں کرتا، اسلام سوچ سمجھ کر پورا ہاتھ ڈالنے کا قائل مذہب ہے۔ جب ایک دفعہ ثابت ہوجائے کہ یہ ہمارے دین کا دشمن ہے، ہماری عزت وناموس کا دشمن ہے، اسلامی تعلیمات کا دشمن ہے، اسلام کو برداشت نہیں کرتا اور یہ بات اسلام تسلیم کرے تب جا کے مسلمانوں کو آگے بڑھنے کا حکم ملتا ہے اس لئے آپ ﷺ نے فرمایا''اتعجبون من غیرت سعد'' سعد کی غیرت ٹھیک ہے اس کی حد تک ہے''انا اغیر منه''مجھ میں اس سے زیادہ غیرت ہے جو میں کہتا ہوں گواہ پیش کرنے پڑیں گے'' واللہ اغیر منی ''اللہ تعالیٰ تو بہت

زیادہ غیرتی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا قانون یہ ہے کہ ناحق کسی پہ ہاتھ نہ ڈالا جائے ہر شخص کی عزت اور آبرو مسلّم ہے، محفوظ ہے۔

اسلامی ملک میں، اسلامی قوانین کے اعتبار سے مسلمان تو درکنار غیر مسلم بھی محفوظ ہوتے ہیں جنہوں نے ایک اسلامی ملک میں پناہ لی ہے، وہاں کے مکین ہیں، وہاں کے باسی ہیں، وہاں رہنے سہنے کا حق رکھتے ہیں۔ ایسے ہی موقع پر جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب انہوں نے تسلیم کیا کہ یہ اپنے کفر کے ساتھ ہمیں نقصان پہنچائے بغیر یا ہمارے دشمنوں کی حمایت کئے بغیر ہمارے امن کے اندر رہیں گے ہدایہ میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ان کو وہی آرام ملے گا جو ہمیں مل رہا ہے اور ان کو وہی تکلیفیں پہنچیں گی جو ہمیں پہنچ رہی ہیں۔ ہماری فقہ میں اس کی تصریح موجود ہے اور ان کا لحاظ رکھا گیا ہے ''الخمر لهم کا لخل لنا والخنزیر کالشاة ''(ہدایہ آخرین ص ۴۰۰) شراب ان کے لئے ایسی ہے جیسے ہمارے لئے دودھ ہے خنزیر ان کے لئے ایسا ہے جیسے ہمارے لئے بکری ہے، یہ ان کے مذہب میں ہیں ان کے مذہب سمیت ان کو یہاں رہنے کی اجازت ملی ہے، لیکن اسلامی معاشرے کے تقدس کو برقرار رکھنے کے لئے ہماری فقہ میں یہ مسئلہ بھی قرآن وسنت سے نکالا گیا ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ وہ شراب کا یا خنزیر کے گوشت کا کسی قسم کا کاروبار نہیں کریں گے اس کی وجہ یہ ہے کہ ایسا کرنے سے ایک ایسی چیز جس کو شریعت نے مطلقاً حرام کہا ہے اس کی دوڑ پیدا ہوجائے گی اور وہ حلال چیزوں کے ساتھ خلط ملط ہوجائیگی۔

پاکستان میں شراب خانے ! ایک پروگرام ایک سازش

اب تو حیرانگی کا مقام یہ ہے کہ پاکستان میں شراب خانے اتنے زیادہ کھل رہے ہیں جیسے یہ کوئی اسلامی ملک ہے ہی نہیں اور پھر ان مقامات کو تحفظ بھی دیا جاتا ہے اور عجیب بات یہ ہے کہ اس شراب کو پینے کے لئے یہود اور نصاریٰ نہیں آتے ہیں، ایک خاص سازش کے تحت ہمارے مسلمانوں کو ہی اس کا عادی بنایا جارہا ہے ۔وہ لوگ جن کی غیرت ختم ہو چکی ہے اور جو معاصی اور گناہ کے مرتکب ہیں وہ جا کر کے اپنے اللہ کو ناراض کرنے اور جہنم مول لینے کے لئے وہیں بیٹھے رہتے ہیں۔ اسلامی ملک میں ایک کافر اور ایک بے دین اپنے گھر پر جو چاہے کرے لیکن اسے اس کی شہرت نشر و اشاعت اور پھیلاؤ کی اجازت نہیں دی جاسکتی ہے، اس پر بندش رہے گی۔ چنانچہ ہدایہ میں لکھا ہوا ہے کہ جس یہودی یا نصرانی نے ہمارے ساتھ معاہدہ کر کے ہمارے ملک میں ذمی کے طور پر رہنے لگا، اسے امن دیا جائے گا اور اسے کام کاج کی پوری اجازت ہوگی وہ تجارت کرے یا زراعت کرے "الا من اربیٰ لیس بیننا و بینهم عهد "لیکن اگر وہ سود کا مرتکب ہوا اور وہ سودی کاروبار کرنے لگا تو اس کا عہد، اس کا ذمہ، اس کو جو دستاویز امن کا دیا گیا تھا وہ سارا کالعدم ہو جائے گا "الا من اربیٰ لیس بیننا و بینهم عهد"۔

پاکستان میں اسلامی بینکاری ! ایک پروگرام ایک سازش

ماشاء اللہ اب تو خود ہمارے مسلمان اور مسلمانوں میں بھی محتاط طبقہ اسلامی بینکاری کے نام پر اپنا سودی کاروبار چلا رہے ہیں اور اس کا طریقہ انہوں نے بہت آسان

نکالا ہے کہ بینک کے اندر کسی سود خور کی تائید اور نصرت سے ایک شخص کو بٹھا لیتے ہیں کہ اس نے اسلامی بینکاری میں ڈگری لی ہے، اس کی اجازت ہے اور فلاں مولوی کا فتویٰ ہے کہ آؤ اور سود کھاؤ یہ ایسا نیا اسلام ہے کہ اس میں سود بھی جائز ہو گیا۔

ہمیں تین چار سال کی تحقیق کے باوجود یہ معلوم نہ ہو سکا کہ اسلامی بینکاری اور سودی بینکاری میں کیا فرق ہے؟ بلکہ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ یہ عام بینکاری سے زیادہ خطرناک ہے، کیونکہ یہ اسلام کے نام پر ایک دھبہ اور خالص دھوکہ ہے کیونکہ اُن بینکوں میں جاتے ہوئے ایک مومن کلمہ گو نمازی حلال وحرام کا فرق کرنے والا دل میں ڈرا ہوا ہوتا ہے کہ جتنا جلد ہو سکے مجھے اس سے نجات ملے لیکن اس اسلامی بینکاری کی طرف جانے والے کہیں گے کہ کچھ مولوی جنہوں نے یہ شروع کیا ہے وہ جانے ان کا کام جانے۔

سود کی حرمت قطعی ہے، مولوی کی مجال نہیں ہے اس کو ختم کرنے کی، واضح رہے کہ سود تمام شرائع اور ادیان میں حرام رہا ہے (فتاویٰ شامی ج ۵ ص ۴۵۵ بیروت، فقہ السنۃ ج ۳ ص ۱۵۵)۔ یہ ایک خاص سازش اور پورے پروگرام کے تحت ہوا ہے پہلے تو اس بات کا خوب پروپیگنڈہ کیا گیا کہ "بینک کی نوکری حرام"، "بینک والوں کے ساتھ قربانی ناجائز"، "بینک والوں کا گفٹ لینا حرام"، "بینک والوں کے ہاں چائے اور بوتل پینا حرام" یہ سب پروپیگنڈہ غلط اور بے بنیاد ہے اس کو خوب پھیلایا گیا، کیونکہ آگے چل کر اسلام کے نام پر سود کھانا تھا اور لوگوں کو بھی اس کا عادی بنانا تھا۔ پھر ایک اور شوشہ چھوڑا گیا کہ بینک کے خلاف بڑے پیمانے پر جمٹ ہونے والی ہے لیکن وہ خاص سود خوروں کی حمایت پر ہونے والی تھی اور اس میں تمام فائدہ ملک کے اربوں کھربوں لوٹنے والے سود خوروں کو

پہنچنا تھا، اسے روک لیا گیا۔ پہلے پروپیگنڈہ کیا گیا پھر ججمنٹ آرہی تھی تو رک گئی اور اس کے بعد اپنے بینک کھول دئے گئے ۔ یہ ایک خاص سازش تھی اور ایک خاص اسکیم کے تحت مسلمانوں کو سود کا عادی بنانا تھا جس میں ہمارے شہر کے علماء کو استعمال کیا گیا۔ یہ اس دور کا سب سے بڑا فتنہ ہے کیونکہ تمام بینک، اسٹیٹ بینک کے تحت کام کررہی ہے اور وہ سود کا عالمی گھونسلا ہے، اس کی مثال تو ایسی ہے کہ کوئی گٹرلائن سے ایک لائن اپنے گھر لے آئے اور اپنے خرچ کے ساتھ اس کا بٹن لگائے اور اس کے اوپر لکھ کر لگادے کہ یہ'' آب زمزم '' ہے ۔ اس اسلامی بینکاری کی اس سے زیادہ کوئی حقیقت نہیں ، یہ ناپاک ہے اور اس موجودہ سودی نظام سے زیادہ خطرناک ہے کیونکہ اس کی طرف بڑھتے ہوئے اسے اسلام کے اصولوں کے مطابق سمجھا جاتا ہے ،جبکہ اس میں اسلام پانچ فیصد بھی موجود نہیں ہے ۔

الحمد للہ اول جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن نے نمائندہ اور سربراہ ادارہ ہونے کا حق ادا کرتے ہوئے اس پر مفصل کتاب شائع کی اور دوسرے نمبر پر احسن العلوم نے اپنے مجلّے ''ماہنامہ الاحسن'' میں ملک بھر کے فقہاء اجلہ اور محدثین کے فتاویٰ اور فیصلے کا ایک خاص نمبر اس سلسلے میں شائع کیا ہے۔

''واتقوا فتنة'' فتنے سے بچنا بہت دشوار ہوتا ہے'' لا تصیبن الذین ظلموا منکم خاصة'' کیونکہ فتنہ چند افراد کو نہیں گھیرتا بلکہ کئی خوبصورت اور دین پسندوں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیتا ہے۔ چند دن پہلے میں پشاور میں تھا وہاں ایک اسلامی بینکر سے ملاقات ہوئی تو میں نے اس سے پوچھا کہ یہ بینک صحیح ہیں اگر صحیح ہیں تو مجھے صحیح طرح سمجھاؤ تا کہ ہم بھی اس سلسلے میں نظر ثانی کریں اور دوبارہ غور کریں تو یہ سن کر اس کا رنگ اڑ گیا اور اس نے

ادھراُدھر کی باتیں شروع کردیں۔

کچھ راز بتا ہم کو بھی اے چاکِ گریباں
اے دامنِ تر اشک رواں زلفِ پریشاں

جواب میں ہمیں کہتے ہیں کہ چند مہینے صبر کرلیں، تو میں نے کہا کہ جہنم آپ جائیں گے، صبر ہم کرلیں ہمیں صبر کی کیا ضرورت ہے ہم آج بھی کہتے ہیں حرام ہے آئندہ بھی کہیں گے اور اس سے پہلے بھی کہتے تھے، چوری اور سینہ زوری دونوں جمع کرلی گئی ہیں۔ اب کہا جاتا ہے کہ علماء کی ذمہ داری ہے کہ جب اسے حرام کہا ہے تو اس کا متبادل بھی علماء ہی بتائیں گے ، واضح رہے اس قسم کی کوئی بھی ذمہ داری علماء پر عائد نہیں ہوتی یہ تو بہت آسان ہے کل کو کوئی یہ بھی کہہ دے گا کہ شراب حرام ہے تو اس کا متبادل بتائیں، زنا حرام ہے اس کا بھی متبادل بتائیں واضح رہے کہ اس قسم کی باتیں کرنا بھی بے دینی ہے اور حرام کو پروان چڑھانا ہے۔ ''واتقوا فتنة'' بچو اس ازمائش سے'' لا تصیبن الذین ظلموا منکم خاصة'' جو صرف چند افراد کو لپیٹ میں نہیں لے گی'' واعلموا ان اللہ شدید العقاب'' اچھی طرح یاد رکھو اللہ تعالیٰ سخت عذاب دینے والا ہے۔ آج تم بینکوں میں بیٹھ گئے اور اپنے لوگوں کو بینکوں میں بیٹھایا ہے'' واذکروا اذ انتم قلیل ''یاد کرو اس دن کو کہ تم تھوڑے تھے'' مستضعفون فی الارض تخافون ان یتخطفکم الناس ''بالکل کمزور'' فاوٰکم وایدکم بنصرہ '' اللہ نے تمہیں ٹھکانہ دیا اور اپنی مدد بھیجی،'' ورزقکم من الطیبات '' اور تم کو صاف ستھری چیزیں عطا کیں'' لعلکم تشکرون ''تمہیں شکر کرنا چاہیے اور تم نے شکر کرنے کے بجائے خیانت شروع کردی'' یاایھاالذین امنوا لا تخونوا اللہ والرسول وتخونوا امٰنٰتکم '' اے ایمان والو اللہ اور رسول

کے ساتھ خیانت مت کرو، حرام کو حلال مت کہو، مشتبہ امور میں فریق مت بنو اور ایک دوسرے کے ساتھ امانتوں میں خیانت مت کرو" وانتم تعلمون "اورتم خوب جانتے ہو خیانت کہاں کہاں ہورہی ہے" واعلموا انما اموالکم و اولادکم فتنة "خوب سمجھ لوتمہارا مال اوراولادبھی فتنہ ہے" وان اللہ عندہ اجر عظیم "(سورۂ انفال آیات ۲۵ تا ۲۸) اس فتنے سے بچ کر اللہ تعالیٰ کے ہاں بڑا اجر پاؤ گے۔مال فتنہ ہے مگر مال رہے گا، اولاد فتنہ ہے مگراولا در ہے گی اس سے بچنا اوراس کے نقصان سے بچنے کی تاکید مقصود ہے۔

اولاد اور مال، فتنہ یانعمت ! فرق

اسلام نے نفس مال پر قطعاً پابندی نہیں لگائی، یہ اسلامی تعلیم نہیں ہے، کسی بھی شریعت میں تجارت یازراعت منع نہیں ہے، ہاں اس بہانے لوٹ کھسوٹ، چیزوں کوخلط ملط کرنا، حرام کا ارتکاب کرکے اسے جائز اورحلال دکھانا یہ اسلام کی نظر میں سخت جرائم ہیں۔اولاد اس لئے فتنہ ہے کہ ان کی وجہ سے آپ بچت کریں گےتو بخل ہوجائے گا، ان کی خوشیوں میں آپ خرچ کریں گےتو اسراف ہوجائے گا اس لئے اسلام درمیان میں اعتدال کا مرحلہ بتاتا ہے، اسے اپنانا قرآن وسنت کی تعلیمات میں سے ہے اس پر رہنا ضروری ہے۔علماء لکھتے ہیں تھوڑا بخل دووجہوں سے ہوتا ہے، ایک اولاد کی وجہ سے اور دوسرا بخل مال کی وجہ سے۔یہ بھی پریشانی کاباعث ہے۔

آنحضرت ﷺ جمعے کا خطبہ دے رہے تھے اورحضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما دونوں گھر سے نکلے اورگرتے گراتے حضرت ﷺ کی طرف بڑھ رہے تھے، حضرت ﷺ

چونکہ ان کے نانا جان تھے جب خطبہ دیتے ہوئے ان کودیکھا تونہیں رہا گیا ممبر سے نیچے اترے خود گئے دونوں کواٹھا کرلائے اورممبر پرتشریف لاکرفرمایا"انما اموالکم واولادکم فتنة "ان کی وجہ سے مجھے ممبر سے اترنا پڑا، ان کی وجہ سے میرے خطبے میں خلل آیا(ترمذی شریف ج ۲ص ۲۱۸ قدیمی) آپ ﷺ نےتسلیم فرمایا، کہ یہ جوخلل آیا ہے یہ بھی نہیں آنا چاہیے تب تو آپ ﷺ نے آیت پڑھی۔مال اور اولادکوفتنہ اس لئے کہا کہ اس پر کنٹرول ضروری ہے۔مال کےتو دوامتحان ہیں"من این اکتسبه "آیا کہاں سے"وفیما انفقه "(ترمذی شریف ج ۲ص ۶۷ باب ماجاءفی شان الحساب والقصاص قدیمی) کہاں خرچ کیا۔قرآن مجید میں یہ بھی ہے"یحسب ان ماله اخلده "یہ جوگن گن کے رکھتا ہے اس کا خیال ہے کہ شاید یہ مال ہمیشہ ہوگا"کلا لینبذن فی الحطمة "(سورۂ ھمزہ آیت ۳،۴) بالکل نہیں کتنے بڑے بڑے عہدے لٹ جاتے ہیں، وزارتیں راتوں رات ختم ہوجاتی ہیں، دنیا کی عزتیں اوردنیا کے عہدے جوراس المال ہے اصل پونجیاں ہیں ختم ہوجاتی ہیں۔مال رہنے والی چیزنہیں ہے لیکن جب ہوتو فرمایا کہ اسے ایسا خرچ کروکہ تمہارے لئے دنیا اور آخرت دونوں میں فائدہ مند ہو اس کوہرگز فتنہ نہ بننے دو۔مال اوراولاددنیا کے اندر یقیناً ازمائش ہیں۔لیکن ان کے ساتھ شریعت کے اصولوں کی پاسداری کرتے ہوئے معاملہ کرنا یہ اسلامی تعلیمات کا اہم حصہ ہے۔

اولاد پیداہوئی تو آپ عقیقہ کرتے ہیں، جب کچھ دن گزرے تو اس کا ختان کرتے ہیں، جب کچھ مدت اورگزری تو اسکی تعلیم وتربیت کی کوشش کرتے ہیں تاکہ وہ پریشانیوں اور بےعزتیوں کا سبب نہ بنے، جب کچھ مدت اورگزرتی ہے اوروہ بالغ ہوجاتی

ہےتو اس کی شادی کراتے ہیں تا کہ وہ گناہ کا ارتکاب نہ کرے۔ اولاد کا پیدا ہونا ایک
خطرناک مرحلہ ہے، یہ کوئی کارنامہ نہیں ہے، اولادتو جانوروں کے یہاں بھی پیدا ہوتی ہے
لیکن پھر وہ تعلیم وتربیت نہیں جانتے۔

انسان اور حیوان کا واضح فرق

اللہ نے انسان کے بارے میں فرمایا ''خلق الانسان o علمہ البیان ''انسان کو
پیدا کیا پھر اس کے لئے تعلیم کو ضروری قرار دیا۔تا کہ یہ انسانیت اور انسانیت کے آداب
جانے، حلال وحرام کے مسائل سمجھے، دنیا میں رہتے ہوئے دنیا کا نہ بنے بلکہ آخرت کا
سرمایہ بنے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''قل متاع الدنیا قلیل ''آپ ﷺ فرمایئے دنیا کا
سازوسامان چندروزہ ہے'' والاخرۃ خیر لمن اتقی ''(سورۂنساء آیت ۷۷ کا حصہ) اللہ
سے ڈرنے والوں کے لئے آخرت بہت بہتر ہے۔دنیا میں انسان کو بھیجنے کا مقصد یہ ہے کہ
اس کے ذریعہ ایک معاشرہ وجود میں آتا ہے، یہ آپس میں ایک دوسرے سے ملاقات کرتا
ہے، تعلقات بناتا ہے، معاشرت وجود میں آتی ہے، اس میل ملاپ سے اسلامی تعلیمات کو
بھی فروغ ملتا ہے۔

گرم رکھتے ہیں ملاقات بد و نیک سے ہم
تیرے ملنے کے لئے ملتے ہیں ہر ایک سے ہم

ہر ایک سے ملنا ہے اور اسے اسلام کی طرف بلانا جس قدر ہو سکے اور جس کے بس
میں جتنا ہو اپنے حساب سے سب کے لئے ضروری ہے۔ جولوگ جانتے ہیں اور دین سے

کچھ واقفیت بھی رکھتے ہیں ان کے لئے ضروری ہے کہ لوگوں کو ایمان سمجھائیں، انہیں توحید
وسنت کی دعوت دیں، شرک وبدعت سے روکیں اور دیگر معصیات اور خطیات پر تنقید
کریں۔ انسانوں سے نفرت کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور نہ ہی اسلام یہ کہتا ہے کہ برے
لوگوں سے نفرت کریں، نفرت ان کے برے اعمال، معاصی، خطیات اور ناکارہ افعال
سے کرنی ہے اور جہاں تک ہو سکے ان کا تدارک کرنا ہے۔قرآن کریم میں اسی لئے ارشاد
فرمایا کہ ''کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر ''(سورۂ
ال عمران آیت ۱۱۰ کا حصہ) تم بہترین امت ہو اور تمہیں چاہئے کہ لوگوں کی اصلاح کرو اور
انہیں دین کے قریب کرو۔

پیغمبر ﷺ کی تعلیمات جمیع انسانیت کے لئے ہیں

ہمارے پیغمبر محمد رسول اللہ ﷺ جن اور انس، فرش سے عرش، شمال سے جنوب،
شرق سے غرب اور مکمل انسان جو کہ قیامت تک پیدا ہوں گے سب کے لئے مبعوث ہوئے
ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''قل یاایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعا ''(سورۂ
اعراف آیت ۱۵۸ کا حصہ) آپ (ﷺ) اعلان کردیجئے کہ اے لوگو میں تم سب کیلئے خدا کا
پیغمبر بن کے آیا ہوں۔پیغمبر دنیا میں خدا پرستی سکھانے کے لئے آتے ہیں پیغمبر نے اس دنیا
کو شر اور فتنے سے بچنے کے طریقے بتائے ہیں، پیغمبر نے انسانوں کو انسانیت کے قریب
کیا ہے اور ایسے اصول اور قوانین بنائے ہیں جن پر چل کر انسان دنیا اور آخرت دونوں میں
کامیابی حاصل کرسکے۔دنیا کا کوئی بھی کام، کوئی بھی پروگرام ایسا نہیں ہے جس میں پیغمبر کی

راہنمائی موجود نہ ہو۔ ترمذی شریف میں روایت ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں استخارہ کی تعلیم بھی اس طرح دی ہے جیسے کہ قرآن کریم کی کوئی آیت سمجھائی جاتی ہے۔ ’’کان رسول اللہ ﷺ یعلمنا الاستخارۃ فی الامور کلھا کما یعلمنا السورۃ من القرآن‘‘ (ترمذی شریف ج ا ص ۱۰۹) اس روایت کا مقصد یہ ہے کہ استخارے کے مسائل بظاہر بہت چھوٹی بات ہے لیکن اس کی تعلیم بھی توجہ کے ساتھ دی گئی ہے۔

لیکن آج ہمارے مسلمان بھائیوں نے مغرب پرستی کی طرف اپنی توجہ زیادہ بڑھادی ہے۔ مغربی تہذیب وتمدن نے تو لوگوں کے گھروں کو ویران کردیا ہے۔ اولاد ماں باپ کی مخالف ہوگئی، ہماری مائیں بہنیں بے پردہ ہوگئی۔ یہ وہ عورت تھی جس کو اسلام نے آکر عزت اور افتخار سے نوازا ورنہ پہلے تو یہ شرم اور رسوائی کا ایک نشان سمجھی جاتی تھی اور کوئی بھی اس بات کو گوارہ نہیں کرتا تھا کہ اس کے گھر میں کوئی لڑکی زندہ رہ جائے یا جوانی تک پہنچ جائے اور آج وہ اپنی عزت بازاروں میں، بے پردگی میں اور نامحرم مردوں کے درمیان گھومنے میں سمجھتی ہے۔

چمکی نہ تھی حمیدہ جو کالج سے تھی بیگانہ
اب شمع انجمن ہے کبھی تھی چراغ خانہ

تو یہ تو ایسا وقت آیا ہے کہ اب بیان کرنے کی طاقت نہیں رہی ہے کہ کیسے مناظر دیکھنے میں آتے ہیں جب ہم کبھی باہر نکلتے ہیں۔ یہ سب مغرب کی طرف رغبت سے ہوا ہے۔ جو لوگ ذہنی پسماندگی کا شکار ہوتے ہیں وہ اصلاح کبھی قبول نہیں کرتے اور دوسرے وہ ہوتے ہیں جو کہ مذہب اور اس کی تعلیمات سے بغاوت پر اتر آتے ہیں۔ آج اس کے

نقصانات ہم اور آپ دیکھ رہے ہیں۔ آئے دن ہم پر ایسے حکمران مسلط ہوجاتے ہیں جن کو رعایا سے زیادہ اپنے مال ومتاع بڑھانے کی فکر ہوتی ہے اور جو بھی آتا ہے اور پہلے سے زیادہ بدتر اور بددیانت ہوتا ہے۔ یہ بھی ایک طرح سے مسلمانوں کے برے اعمال کی سزا ہے جو نااہل حکمرانوں کی صورت میں مل رہی ہے۔

جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب تم میں سے وہ لوگ جو کمینے اور گھٹیا درجہ کے ہوں تمہارے درمیان شرفاء اور سعادت مند سمجھے جائیں تو سمجھ لینا کہ قیامت قریب ہے۔ (ترمذی ج ۲ ص ۴۴) یہ بھی قیامت کی نشانیوں میں سے ایک ہے۔ اسی طرح دوسری جگہ ارشاد فرمایا کہ جب حکمرانی کے فرائض نااہل لوگوں کے حوالے کردئے جائیں تو قیامت کا انتظار کرو۔

اللہ رب العزت مسلمانوں میں دین اسلام کی پیروی کا جذبہ عطا فرمائے اور ہمارے اس ملک کو امن وامان سے مالامال فرمائے۔ یاد رکھیں دینی غیرت ایک بہت بڑی نعمت ہے جب اس کی ناشکری کی جائے تو اللہ تعالیٰ کے عذاب کا اندیشہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے حکمرانوں کو بھی دینی غیرت اور جرأت عطا فرمائے اور انہیں ملک میں اسلامی نظام رائج کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

الحمد للہ جل وعلا وصلی اللہ علی رسولہ المصطفیٰ ونبیہ المجتبیٰ وامینہ علی وحی السماء وعلی آلہ النجباء واصحابہ الاتقیاء افضل الخلائق بعد الانبیاء ومن بھدیھم اقتدیٰ وبآثارھم اقتفیٰ من المفسرین والمحدثین والفقھاء الی یوم الجزاء اما بعد!

فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ ۖ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَآنُ قَوْمٍ عَلَىٰ أَلَّا تَعْدِلُوا ۚ اعْدِلُوا هُوَ أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ○ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ۙ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ ○ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ○ (سورۂ مائدہ آیت ۸،۹،۱۰)

اخرج الامام الھمام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل البخاریؒ فی صحیحہ عن عبید اللہ بن عدی بن الخیار انہ دخل علی عثمان بن عفانؓ وھو محصور فقال انک امام عامۃ و نزل بک ما تریٰ ویصلی لنا امام فتنۃ و نتحرج

فقال الصلوٰۃ احسن ما یعمل الناس فاذا احسن الناس فأحسن معھم واذا اساء فاجتنب اساء تھم (بخاری جلد ۱ صفحہ ۹۶)

اللھم صلی وسلم علی سیدنا ومولانا محمد وعلیٰ آلہ واصحابہ
وبارک وصلی وسلم علیہ

قابل قدر بزرگو! محترم بھائیو اور عزیز دوستو! آج کی گفتگو پاکستان میں شریعت بل کے نفاذ کے سلسلے میں ہے غور سے سن لیں اور مسلمانوں کو بھی سمجھانے کی کوشش کریں کبھی ایسے حالات پیش آتے ہیں جس میں حق، باطل کی وجہ سے چھپنے اور ملتبس ہونے لگتا ہے۔ کیونکہ زمانہ بہت طویل گزرا ہے اسلام پر اور لوگوں پر اسلام کے مقابلے میں منفی اثرات زیادہ ہیں، مشکوٰۃ میں ایک حدیث ہے جناب نبی کریم ﷺ نے حضرت صحابہ کرام سے ارشاد فرمایا کہ تم اگر دین کے دس حصوں پر عمل کرو اور ایک چھوڑ دو من ترک منکم عشر ما امر بہ ھلک ہلک جاؤ گے اور فرمایا ایک زمانہ ایسا آئے گا" ثم یاتی زمان من عمل منھم بعشر ما امر بہ نجا" کہ دین کے ایک حصے پر عمل ہوگا نو حصے غائب ہونگے اور لوگ ہدایت پر ہونگے (مشکوٰۃ ص ۳۱) کیونکہ نو حصے ختم ہو چکے ہونگے حدود کا نفاذ ختم ہے معاملات غیر اسلامی، تعزیرات نام کی کوئی چیز نہیں معاشرت مفقود ہو چکی ہے صرف اور صرف کتاب الطہارت سے کتاب الحج تک اور بمشکل نکاح اور طلاق جو حضرات فقہاء کے قاعدے اور تقسیم کے مطابق ایک ربع ہے اس ایک ربع میں بھی کتاب الطہارت سے حج تک پابند مسلمان اگر آپ کو اس کا ایک ہفتہ مہلت دے دی جائے تو شاید دس دن بعد بھی اس کو نہ لا سکے اور نکاح اور طلاق یا نسب اور دیگر جو امور ہیں انہیں بھی ساتھ ملائیں تو شاید

مسلمانوں کے لئے بڑا سانحہ ہے کہ جن مسائل میں ان کو خود اختیار دیا گیا ہے اور وہ خود عمل کر سکتے ہیں ان میں بھی ان کی حالت افسوناک ہے یوں سمجھ لیں کہ مسجد جو کہ اسلامی روایات کے احیاء کی جگہ ہے اس میں پانچوں وقت اذان ہوتی ہے اور پانچ وقت نماز ہوتی ہے مسجد سے باہر کا نظام وہ موت تک پورا کا پورا حقیقتاً غیر اسلامی ہے شاید اس جیسی روایات کے پیش نظر علماء کو اس بات کی اجازت نہیں ہے کہ ان لوگوں کی تکفیر کریں یا ان کو غیر اسلامی افراد سمجھ لیں۔

پاکستان حاصل کرنے کا مطلب

چنانچہ ہمارا ملک جو اسلام کے لئے بنایا گیا تھا (ہندوں کے مقابلے میں) اس ٹکڑے کو اختیار کرنے کا غرض اعظم اس زمانے میں یہ بتایا گیا، کہ ہم مسلمان ایک طرف ہو کے رہیں گے ذرا اپنی اسلامی زندگی اپنائیں گے کیونکہ ہندوستان ایک بہت بڑا ملک ہے اس میں بہت قومیں آباد ہیں ہم اسلامی روایات پر پوری طرح عمل نہیں کر سکتے اس زمانے کے مسلم لیگیوں کی اور ان کے بہی خواہ مولویوں کی تقریریں جہاں محفوظ ہیں جیسے مکالمۃ الصدرین وغیرہ کتابیں وہ انہی باتوں سے بھری پڑی ہیں جو میں عرض کر رہا ہوں مجھے اس وقت کے مخلصین یا نیک لوگوں کے عزائم پر کوئی اشتباہ نہیں پاکستان بنا اور پوری دنیا میں یہ خبریں سنی گئیں کہ اسلام کے نام پر ایک علیحدہ ملک بنایا گیا کتنا فائدہ ہوا کتنا نقصان وہ درد وغم ہے اور اسے چھیڑنا پچاس سال میں اپنی موت سے زیادہ حادثاتی اموات میں مرے ہوئے مسلمانوں کی مری لاشوں اور بے جان جسموں کو چھیڑنے کے مترادف ہے اور

پاکستان بننے کے بعد اسلام کی جو عظیم خدمت ہوئی ہے اسلامی روایات کا جیسے احیا کیا گیا ہے وہ بھی آپ کے سامنے ہے یہی وجہ ہے کہ بھولے بسرے وزیر اعظم نے پتہ نہیں کن حادثات اور پریشانیوں سے گھبرا کر شریعت کے نفاذ کا نام لیا ہے۔

اورتو اور ہیں وہ صف اول کے نمازی انہیں بھی بات سمجھ نہیں آئی اور وہ بھی پریشان ہیں، مجھے خیال ہوا کہ میں جنگ کے پہلے صفحے پر نواز شریف کے نام ایک خط شائع کروں اور اس میں یہ لکھوں کہ یہ جو شریعت کے خلاف کرتے ہیں یہ ایمان اور نکاح کی دوبارہ تجدید کرلیں پھر اچانک خیال آیا کہ شاید اس انکار میں بھی ان کا کوئی اخلاص موجود ہو یہ تو ایک معروف حقیقت ہے کہ مسلمان کبھی بھی اسلام کے خلاف نہیں ہوتا اور جب اسلامی نظام کے کوئی خلاف ہو جائے تو اس وقت سے وہ مسلمان نہیں بلکہ کافر بھی نہیں مرتد ہے وہ واجب القتل ہے بلاشبہ ایسے سیاسی زعماء بھی موجود ہیں جن کا صرف مسلمان ہونا اس وجہ سے ہے کہ وہ مسلمانوں کے ہاں پیدا ہوئے یا اس لئے وہ مسلمان ہیں کہ مسلمانوں کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں یا وہ اس لئے مسلمان ہیں کہ ان کا نام اسلامی طرز پر رکھا گیا ہے باقی ان کی تربیت ان کی نشونما ان کی تعلیم جس ڈھب کی گئی ہے تو نہ پہلے دن سیدھے تھے نہ آج وہ سیدھے ہیں اور نہ آئندہ سیدھے ہونے کا امکان ہے،

خیر کی بات کرنے والے کا ساتھ دینا ضروری ہے

خیر کی بات جو کوئی شخص بھی کرلے اس کا ساتھ دینا ضروری ہوتا ہے یہ جو نیت ہے یہ ہر شخص کے دل میں ہے "النیت ھو فعل القلب" فقہاء لکھتے ہیں علماء نے اس کی ایک

مثال دی ہے کہ اگر مؤذن اذان دے رہا ہو اللہ اکبر، اشہد ان لا الہ الا اللہ اور اس دوران اگر کوئی شخص یہ کہے کہ یہ بڑا اچھوتا آدمی ہے تو فقہاء نے کتابوں میں لکھا ہے " ما یکفر بہ المرء و ما لایکفر بہ" یہ کہنے والا بغیر روک ٹوک کے کافر ہوگا، کیونکہ وہ اس وقت جھوٹ نہیں بول رہا تھا اس وقت وہ سب سے اصدق کلمات ادا کر رہا ہے کتنی خطرناک بات ہے یا ایک شخص نے کسی کو کہا کہ کلمہ پڑھ لے اس نے کہا کوئی ضرورت نہیں کافر مرتد اسلام سے خارج ہے سارے جہاں میں یہ گھومے پھرے جب تک وہ اس فعل سے شرمندہ نہ ہو اور توبہ نہ کرے ان کا ایمان دوبارہ بحال نہ ہوگا۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

بعض لوگ اس میں بھی زبردست غلطی کرتے ہیں وہ یہ کہ مثلاً ایک شخص سے کلمہ کفر صادر ہوگیا تو اس کو کہتے ہیں کہ بس آپ دوبارہ کلمہ شہادت پڑھ لیں اور نکاح کر لیں یہ غلط ہے اس سے کام نہیں ہوگا پہلے وہ اس بات کا اعتراف کرلے کہ میں نے جو بات کہی ہے مجرمانہ بات کہی ہے اور میں اس وجہ سے اسلام سے اور ایمان سے نکل چکا ہوں اس بات کو پوری شرمندگی اور دل سے تسلیم کرلے پھر اس کے بعد اذعان ہو اور پھر کلمہ شہادت ہو اور نکاح ہو تب مسلمان ہوگا ورنہ نہیں ہوگا۔ ہمارے ایک ساتھی نے قادیانی باپ کا جنازہ پڑھایا پہلے جمعوں میں بھی اس کا رونا رویا ہے تو اس کے بعد اس نے کہہ دیا کہ ہاں میں نے کلمہ دوبارہ پڑھ لیا ایک دفعہ اس کی موجودگی میں مجھ سے پوچھا گیا کہ یہ مسلمان کیسے نہیں ہے میں نے کہا تم نے اس کام کو غلط نہیں کہا ہے جب تک تم یہ تسلیم نہ کرلو کہ میں نے ایک

کافر و مرتد کا جنازہ پڑھ کے کفر کیا ہے اور مجھے ایسا نہیں کرنا تھا اس وقت تک تیرا کلمہ وہی ہے جو موتی لال اور جواہر لال اور گاندھی پڑھتے تھے اور تیرا کلمہ وہی ہے جو مرزا پرویز پڑھتا تھا تو کیا وہ مسلمان ہو جائیں گے؟ جب تک کہ وہ کفر موجود ہے توبہ نہ کرلیں اور اس کو بلاکت سمجھ کر اس سے برأت نہ کرلیں۔

منافقین کی پہچان قرآن کی زبانی

قرآن کریم میں ہے کہ کچھ لوگ آنحضرت ﷺ کے زمانے میں کلمہ پڑھتے تھے تو قرآن پاک نے کہا " ومن الناس من یقول امنا باللہ وبالیوم الآخر وماھم بمؤمنین" کچھ لوگ ایسے ہیں جو کہتے ہیں کہ ہم اللہ اور آخرت پر ایمان لائے ہیں لیکن یہ ایمان نہیں لائے ہیں" یخدعون اللہ والذین امنوا وما یخدعون الا انفسھم وما یشعرون " (سورہ بقرہ آیت ۹،۸) یہ دھوکے سے کام لیتے ہیں اپنے زعم اور خیال میں دین اور اہل ایمان کو دھوکہ دیتے ہیں اور اس کی وجہ قرآن نے یہ بیان کی ہے کہ " بما کانو یکذبون " یہ جھوٹ بولتے ہیں یہاں تک کہ ایمان لانے میں بھی یہ مخلص نہیں رہے ہیں اس جماعت کو قرآن وسنت کی زبان میں منافقین کہتے ہیں انہوں نے نماز پڑھی تو قرآن نے ان کو مسترد کیا" واذا قاموا الی الصلوۃ قاموا کسالی یراء ون الناس " (سورہ نساء آیت ۱۴۲) نماز بھی نماز کی طرح نہیں پڑھتے ڈھیلے ڈھالے کھڑے ہوتے ہیں، صرف لوگوں کو دکھانے کے لئے اور لوگوں کو ورطہ غفلت میں ڈالنے کے لئے یہ فعل انجام دیتے ہیں۔ کبھی آپ نے دیکھا ہوگا کہ ایک بس میں اچانک پتہ چل جاتا ہے کہ کوئی جیب کترا گھسا ہے اور لوگوں کے جیب کاٹ رہا

ہے اس نے ٹکٹ لیا ہوتا ہے اور ٹکٹ دینے والے کو بھی یہی باور کرایا کہ میں بھی حیدرآباد جارہا ہوں جیسے اور جا رہے ہیں۔ سواریوں کی طرح سیٹ پر بیٹھا ہوتا ہے لیکن نہ وہ سواری ہے بلکہ اس کا نام ہے جیب کترا سواریوں کی شکل میں سواریوں کو نقصان پہنچانے کے لئے اس نے اپنے آپ کو سواری ظاہر کیا ورنہ وہ اصلاً چور ہے جب اس کا یہ فعل واضح ہو جائے تو سب لوگ سواری کے بجائے اس کو چور کہتے ہیں۔

نمازی چور نہیں ہوتا چور نمازی کی شکل اختیار کر لیتا ہے

حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا تھا کہ بعض لوگ نماز پڑھتے ہیں تو اس کے ساتھ جوتے بھی چوری کرتے ہیں۔ (کبھی کبھی یہاں بھی شور مچ جاتا ہے) حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ! آپ ایسا نہ کہیں نمازی کبھی بھی جوتا چور نہیں ہوتا، جوتا چور جوتا چوری کرنے کے لئے نمازی بن جاتا ہے اپنے آپ کو نمازی ظاہر کر لیتا ہے وہ اصل جوتا چور ہے نمازیوں سے موقع پانے کے لئے اس نے یہاں آکر کے مسجد میں نماز میں شرکت کی اور اس کے بعد نماز پڑھی یا نہیں پڑھی فوراً جا کے جو جوتا اس کو پسند آیا اسے اٹھانے لگا، یا تو وہ نمازی نہیں ہے بلکہ جوتا چور ہے جو نمازیوں کو نقصان پہنچانے کے لئے آیا ہے اس کو نمازی نہیں کہیں گے آپ اس قسم کے خطرات کے پیش نظر حکومتیں جب خیر کی بات کر لیتی ہیں تو بعض مخلصین بھی ڈر جاتے ہیں کہ پہلے لوگوں نے بڑے بڑے دھوکے دیئے ہیں جنرل ضیاء الحق مرحوم جب پہلے دن آئے انہوں نے تقریر کی اور کہا کہ موجودہ بحران نے اور قومی اتحاد کی کاوشوں نے اور ہمارے اس پہل نے یہ ثابت کیا کہ

پاکستان اسلام کے نام پر بنا ہے اور یہاں پر اسلامی قوانین چلیں گے۔ یہ اس کی تقریر ہے، جب دس سال پورے ہوئے میں کسی کام سے ملتان گیا تھا وہاں میں نے اخبار میں دیکھا تو اس پر سرخی لگی ہوئی تھی کہ موجودہ دور میں خلافت راشدہ کا نظام کامیاب نہیں ہو سکتا اور مرنے سے چند ماہ پہلے اس کا بیان میں نے پڑھا اور میرے پاس اخبار محفوظ ہے کہ ہم اسلامی نظام کے نفاذ میں ناکام ہو گئے ہیں اب پہلی بات اور آخری بات دونوں باتیں ملا کر آپ کہیں گے کہ سارا دھوکہ تھا اپنے آپ کو محفوظ کرنے کے لئے راتوں رات آٹھویں ترمیمی بل پاس کر دیا گیا، اور مارشل لا کے تحت جو وہ کرنا چاہتا تھا وہ کر کے رکھتا تھا جہاں جی چاہیں۔ برما میں مندر کے اندر گھنٹال بجادیا جب علماء نے کہا یہ تو شعائر کفر ہے، تو پھر کوئی اور مر گیا تھا اس کو پھول چڑھانے سے انکار کیا کہ مذہب اجازت نہیں دیتا فتنہ اس کو کہتے ہیں کہ ایک بات اچھی ہو ایک بری ہو ایک صحیح ہو اور دوسری ٹیڑھی ہو چونکہ بہت بڑے لادینوں کا اور بے دینوں کا ایک دور گزرا ہے۔

پاکستان کے اقتدار اعلیٰ پر اکثر بے دین لوگوں کا قبضہ رہا ہے

پاکستان کے اقتدار پر لادین اور بے دین بڑی دیر تک مسلط رہے ہیں تو ہمارے جیسے کمزور اور ناتوان مسلمان کہنے لگے کہ چلو اوروں سے اچھا ہے اسلام کا نام تو لیتا ہے اسلام کوئی ایسا مسکین یتیم تو نہیں کہ کسی نے نام لے لیا تو بہت بڑا کارنامہ انجام دے دیا ۔اسلام کا نام دل وجان سے لے لیا جائے اللہ کی مدد اور نصرت شامل حال ہوتی ہے، یہ مسئلہ یاد رکھا جائے جب تک ایک شخص کی بدنیتی اور بداخلاقی سامنے نہیں آئی ہو اس وقت

تک اس کو ملزم نہیں سمجھا جائے گا، جیسا کہ وزیر اعظم نے سینکڑوں ایسے کام کئے ہیں اور اگر کوئی منصف محتسب عدل کے ساتھ احتساب کر لے تو پہلے والے حکمرانوں کو کم اس کو زیادہ بیڑیاں لگنے والی ہیں۔

تمام کمزوریوں کے باوجود اسلامی نظام کے نفاذ کا اعلان اچھا قدم ہے

انہوں نے کم از کم اسلامی روایات کو برقرار رکھا، سب سے زیادہ خراب ہونے کے باوجود اور بعض موقع ایسے آئے جس میں ان سے لوگوں نے کہہ دیا تھا کہ پاکستان مصر اور ترکی نہیں ہے یہاں ہماری اسلامی روایات کو غلبہ حاصل ہے اس لئے ہم معذرت خواہ ہیں مصر میں اسلام کے خلاف بغاوت کی جو پوری دنیا کی کانفرنس تھی اس زمانے کے وزیر اعظم نے اس میں جو گفتگو کی ہے وہ گفتگو نشانے پر تھی اور واقعی خاندانی منصوبہ بندی اور نسل بندی اور ضبط اولاد کے خلاف اس کی گفتگو اسلامی روایات کی آئینہ دار تھی لیکن جن مقاصد کے لئے ان کو لایا گیا تھا وہ اسلام نہیں تھا وہ اسلام کے خلاف کرنا تھا اس لئے وہی لوگ جن کے دور میں طالبان پروان چڑھے آج اسی زبان سے طالبان کی خالص اور مخلص حکومت کو نشانہ بنا رہے ہیں کس قدر بزدلی اور بے ہمتی کی بات ہے آپ کے دور میں فوجی نقش شل ہو گیا ہے وہاں اور ایسی امدادان کی کی گئی پاکستان کی طرف سے، اور پاکستان کو بھی بہت فائدہ ہوا ہے کہ شاید صحابہؓ کی تاریخ زندہ ہو گئی انصار نے جو مہاجرین کے ساتھ مواخات فرمائی تھی اور ایک عام افغانی سے لیکر امیر المومنین تک سب برابر کے شکر گزار ہیں اور معترف ہیں کہ پاکستان نے ہمارے ملک کی آزادی کے لیے اور ہمیں اسلامی روایات کے

and

احیاء کا موقع دینے کے لئے کوئی کمی نہیں کی ہے اور ہمارے ساتھ بڑا احسان کیا ہے آج بھی وزیر اعظم کے اسلامی نظام کے نفاذ کے اعلان کے ساتھ ہی اس کے بھی بعض بدباطن اور ضمیر فروش وزیر وہ باتوں باتوں میں یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ طالبان کا اسلام نہیں ہوگا بھئی طالبان کے اسلام میں مغرب کا پیوند نہیں ہے یہ ان کا قصور ہے۔

بر لوح تربت من یافتم از غیب تحریرے
کہ این مقتول را جزبے گناہ نیست تقصیرے

ان کا قصور صرف یہ ہے کہ وہ غیر اسلامی چیز کو آنے نہیں دے رہے۔

اپنے بھی خفا مجھ سے ہیں بیگانے بھی ناخوش
میں زہر ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند

اب اگر طالبان جیسے اسلامی نظام کی خدا نے ان کو توفیق دی تو اس کے اگلے دن ان تمام لیڈروں کی زبانیں کٹ چکی ہونگی اور ان تمام لوگوں کی گردنیں کاٹی گئی ہونگی، جو اسلامی نظام کا مذاق اڑاتے ہیں اور ان کے خلاف ہرزہ گوئیاں کرتے رہتے ہیں یہ تو آپ ملا جلا کام کرتے ہیں اس لئے دوسروں کو موقع ملتا ہے تمام اختلافات اور ہر قسم کی وزیر اعظم کی تباہ کاریوں کے باوجود یہ ایک اقدام ان کا باعث خیر مقدم ہے اور مسلمان کی حیثیت سے اس کا دل چاہے یا نہ چاہے اس پر مذہب کی طرف سے فرض ہے کہ وہ اسے تسلیم کر لیں اور بھرپور تعاون اس کا کر لیں میں آپ کو یہ بھی بتاؤں میں نے آج اس کا بیان پڑھا ہے آج جنگ کے پہلے صفحے کی سرخی ہے کہ نہ ہم خواتین کو گھروں میں بند کریں گے نہ ان کو برقع پہنائیں گے یہ کونسا اسلام ہوگا جس میں عورتیں پہلے کی طرح مردوں کے ساتھ شانہ

بٹا نہ پھرتی رہیں گی یہی وہ چیز تھی جس سے اہل اخلاص بھی گھبرائے ہوئے تھے کہ یہ شخص اعلان تو کرے گا لیکن اس کے بعد اس کی خود اتنی تشریح کرے گا کہ وہ اعلان کالعدم ہوجائے گا اس کی کوئی حقیقت نہیں رہے گی اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی کہے اسلام نافذ کرلیں گے لیکن اس میں نماز ضروری نہیں ہوگی اسلام ہوگا لیکن اس میں زکواۃ فرض نہیں ہوگی اسلامی نظام پورا ملک میں نافذ ہوگا مگر روزہ کوئی رکھے یا نہ رکھے روزہ خوروں کو ہم کچھ نہیں کہیں گے یہ کونسا اسلام ہے یہ تو جاپانی طرز کا اسلام تھا ہم تو آپ کے اس ایک اعلان کا شکرگزار ہیں، یہ ہماری سادگی ہے۔

مسلمان کے قول اور فعل میں تضاد نہیں ہوتا

ہم تو سارے مسلمان ہیں ایک ہی بات سمجھتے ہیں اتنے سارے ہنگاموں اور پریشانیوں میں اس شخص نے سر اٹھا کر اعلان کیا ہے کہ بھئی پاکستان کی سپریم اور برتر قوت وہ اسلام ہے، تو بس ٹھیک ہے ہم بڑے خوش ہیں اور ان کے حق میں دعا گو ہیں، خود ہی اس سے ہٹ رہے ہیں اور پیچھے ہٹے جارہے ہیں۔ آپ کو ملک کے ایک سرے میں جماعت نے چھوڑا ہے دوسرے سرے میں بھی چھوڑا ہے یہ اسلام کی وجہ سے نہیں یہ آپ کی بدعملی کی وجہ سے اور یہ اسلام کے ساتھ بے وفائی اور غداری کا نتیجہ ہے آپ پندرہ دن اسلام پر قائم ہوجائیں آپ دیکھیں کہ یہ سارے لوگ آپ کے قدموں میں ہوجائیں گے۔ بہت ہی اضطراب اور افتتان کی گھڑی آئی ہے کہ جس میں اچھائی برائی کے ساتھ خلط ملط ہوجائے اور حق کو باطل کے ساتھ ملا کر پیش کردیا جائے اور اس میں سونے کو پیتل کے بھاؤ بیچا جارہا ہو اور

کھوٹ کو سونا دکھا کر کے بیچا جارہا ہو اسی کو افتتان کہتے ہیں اور پریشانی کا وقت کہتے ہیں۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے خواتین کو گھروں میں رہنے کا حکم دیا ہے

قرآن کریم میں خواتین کو گھروں میں بیٹھنے کا حکم دیا ہے " وقرن فی بیوتکنّ '' گھروں میں چپٹ کے رہو قرن جمع مونث حاضر کا صیغہ ہے " ولا تبرّجن تبرّج الجاھلیۃ الاولیٰ '' (سورہ احزاب آیت ۳۳) جاہلی عورتوں کی طرح بے محابا گھروں سے نہ نکلنا یعنی برقع اوڑھ کر ضرورت کے لئے باہر آنا جس قرآن میں اتنی واضح آیت موجود ہو کہ خواتین گھروں میں بیٹھی رہیں اور وہاں وزیراعظم یہ کہیں کہ گھروں میں نہیں بیٹھے گی یہ کونسا جاپانی اسلام ہے یہ تو کوئی اور چیز آگئی ہے اور یہ جو کہتے ہیں کہ ہم برقع اور چادر نہیں اوڑھیں گے کیا یہ قرآن کا خون نہیں کررہے ہیں ''یا ایھا النبی '' اے پیغمبر " قل لازواجک وبنٰتک ونساء المومنین " اپنے بیویوں کو بیٹیوں کو اور پورے عالم کی مسلمان عورتوں سے فرمائیں صرف اتنا بھی کافی تھا کہ مسلمانوں سے کہیں نہیں نہیں بہت ہی زیادہ نازک موڑ ہے فرمایا پہلے اپنی بیویوں کو اپنے بیٹیوں کو پھر تمام عالم کے مسلمان عورتوں کو آپ کہیں " یدنین علیھنّ من جلا بیبھنّ " (سورہ احزاب آیت ۵۹) اپنے اوپر چادریں اور برقع لٹکا دیں۔ وزیراعظم کے کان میں کون ذی عقل یہ بات ڈالے گا کہ آج کل آپ قرآن کے خلاف بیان دینے لگ گئے ہیں خواتین کا گھروں میں بیٹھنا قرآن کریم کا قطعی فیصلہ ہے اور خواتین کا چادر اوڑھنا یہ نص قطعی کا قطعی الثبوت قطعی الدلالت مسئلہ ہے۔

یہ جوخواتین کو برقعہ نہیں اوڑھائے گا اور گھروں میں نہیں بیٹھنے دے گا باہر لائے گا بازاروں میں یہ حماقت اور بیوقوفی کی وجہ سے ہے عقل وہوش کی رتی ہوتی تو ایک بیان کافی ہے کہ اسلامی نظام کا نفاذ ہمارا فرض ہے اسلام اپنی تعلیمات میں جامع ہے اسلام جہاں کہے وہاں عورتیں جائینگی جہاں نہیں کہے گا وہاں نہیں جائینگی کیا اسلام سے بھی کسی کو خطرہ ہوسکتا ہے یہ جوخطرہ محسوس کرتے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جوبغیر اسلام کے پیدا ہوئے ہیں ان کی نسل ونسب غائب ہے ان کے آباؤ اجداد کا پتہ نہیں ہے۔

ورنہ اسلام کے خلاف کوئی دوسری رائے اور بات کبھی بھی نہیں ہوگی موجودہ قرآن جب تک قرآن ہے اس کے خلاف بات کبھی بھی دین نہیں سمجھی جاسکتی ہے۔

خدایا اس بے عقل کو عقل اور غیرت دے ایک بات کیا کہہ گئے کہ اس کو صاف کرتے ہوئے پتہ نہیں کہاں تک جائے گا ورنہ حقیقت یہ ہے کہ اس پندرہویں صدی میں پاکستان جیسے پر آشوب ملک، ملک کیا یوں کہو امریکہ کی ایک چھوٹی سی کمزور ریاست اور امریکہ کے نمک خوار اور وظیفہ خوروں کے اقتدار کا ایک حصہ اس میں یہ اعلان ہو کہ شریعت نافذ ہوگی آج بھی کہا ہے کہ بڑی طاقت کے ساتھ اور اکثریت سے اس کو پاس کرائیں گے اس کی جو پنچایت ہے (اسمبلی) معلوم ہوتا ہے بڑی نااہلوں کا مجموعہ ہے ان کے خلاف یا تو آپ خود کررہے ہیں وزیراعظم کو یہ بیان دینا ہے کہ اسلام جو کچھ کہے وہ میں کراکے رہوں گا اور اسلام نے جو پابندی عائد کی ہے میں بھر پور ان کی تائید کروں گا اور اس کا قانون پاس کروں گا تب اسلام ہوگا۔

آپ ﷺ کے وصال کے بعد صحابہ کرام کو درپیش مسائل

آپ ﷺ کے وصال کے بعد جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ منتخب ہوئے تو خلیفہ اسلام کو اور مسلمانوں کو تین قسم کی پریشانیاں درپیش تھیں ایک تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جیسے ہی خلیفہ منتخب ہوئے تو ایک قبیلے نے زکوٰۃ کا انکار کیا کہ ہم زکواۃ نہیں دیں گے اور انہوں نے کہا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے کہا " خذ من اموالھم صدقة " کہ زکوٰۃ نبی لیں گے نبی فوت ہوگئے ابوبکر نبی نہیں ہیں ہم ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو زکوٰۃ نہیں دیں گے کس قدر اہم مسئلہ ہے ابھی وحی کا سلسلہ ختم ہوگیا اور اختلاف شروع ہوگیا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ایک لشکر تیار کیا اور کہا کہ ان کو سیدھا کرنے کے لئے روانہ ہو جاؤ پہلے سمجھاؤ اگر نہ سمجھیں تو سب کا صفایا کردو۔ دوسری طرف رسول اللہ ﷺ نے مرض الوفات میں حضرت اسامہ ابن زید ابن حارثہ رضی اللہ عنہ (اسامہ کے نام میں غیرت وطاقت ہے) وہ بالکل کمسن صحابی تھے اور حضرت ﷺ نے ان کو کمانڈر ان چیف امیر العساکر مقرر کر کے مصر روانہ فرمایا تھا ابھی وہ چلے نہیں تھے کہ حضرت ﷺ کے وصال کا حادثہ پیش آیا لشکر رک گیا حضرت کے وصال کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے خدمت میں آئے اور عرض کیا حالات بہت سنگین ہیں اسامہ کو رہنے دیں (جیسے لوگ افغانیوں کو کہتے ہیں اسامہ کو نکالیں) اسامہ کو رہنے دیں اور کسی تجربہ کار کو اور کہنہ مشق شخص کو کمانڈر انچیف مقرر کریں اگر حضرت نے مقرر کیا تھا تو حضرت ذمہ دار تھے تو وہ پیغمبر تھے اب حضرت ﷺ دنیا میں نہیں رہے ذمہ داری آپ کی اور ہماری ہے اس کو بھیجنا جنگی اصول کے منافی ہے

تیسری طرف مسیلمہ کذاب اسلامی نظام کے خلاف کرنے والوں کا سرغنہ مرزا غلام احمد قادیانی کا بڑا بھائی اس زمانے کا یہ تو مسیلمہ پنجاب تھا۔ اور وہ مسیلمہ کذاب تھا اس نے نبوت کاذبہ کا دعویٰ کیا تھا اور حضرت کو خط لکھا تھا " الارض بینی وبینک نصفا" زمین آپ کی اور ہماری آدھی آدھی ہے آدھی پر آپ تبلیغ کریں اور آدھی پر ہری پگڑی والے کریں گے تبلیغ بھی آدھی آدھی ہوگی جناب نبی کریم ﷺ ان کی تردید وتکذیب واضح لفظوں میں فرما چکے تھے اور آپ نے فرمایا ہاتھ میں چھڑی تھی لاٹھی فرمایا کہ تم اس کے بھی اہل نہیں ہو کہ تمھیں دوں، نبوت تو بڑی چیز ہے اور فرمایا کہ مجھے بار ہا دکھایا گیا کہ تم کذاب ہو حضرت کا وصال ہوگیا آپ کے وصال کے ساتھ ہی بظاہر چند دنوں کے لئے اس کی تحریک نے زور پکڑا بکثرت لوگ شامل ہونے لگے۔

خلیفہ بننے کے بعد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اہم فیصلے

جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ مقرر ہوئے تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے سامنے ایسے تین محاذ تھے، یہ مسیلمہ ہے اس سے بھی جنگ کرنی ہے یہ مانعین زکوۃ ہیں ان کو بھی سیدھا کرنا ہے اور یہ اسامہؓ ہے صحابہ کی رائے یہ ہے کہ اس کو نہ بھیجیں آپ نے اسامہؓ سے کیا" تقدم بارک اللہ فیک " اسامہ سے کہا چلیں آپ روانہ ہوجائیں لشکر لے کر اللہ امداد کرے گا اور مانعین زکوۃ کے لئے آپ نے بدری صحابہ کو چن چن کر کمانڈر بنایا اور فرمایا انہیں سمجھاؤ نہ سمجھیں تو صفایا کردو اور مسیلمہ کا مسئلہ نازک تھا فرمایا میں خود جنگ کرنے جاؤں گا یہاں میں جاؤں گا یہ حضرت کی عزت اور ناموس پر براہ راست حملہ ہے

حضرت عمرؓ جیسے جبل الاستقامت تھوڑی دیر کے لئے ہل گئے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے سامنے آئے اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کو سمجھانے لگے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا واہ عمر "اجبار فی الجاهلية وخوار في الاسلام" کفر میں کتنے مضبوط تھے اسلام لا کے کتنے ڈھیلے ہوگئے،" قد انقطع الوحي وتم الدين أينقص وانا حي" (مشکوٰۃ ص ۵۵۶) دین میں کمی کی جائیگی اور میں زندہ رہوں گا یہ نہیں ہوسکتا ہے تینوں محاذ چلیں گے مانعین زکوۃ تائب ہوئے اسامہؓ نے فتح پائی مسیلمہ کذاب مارا گیا۔ تینوں اعزاز اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکر صدیق کو خلافت کے پہلے ہفتے میں عطا کئے۔ تینوں اعتبار سے پورے اسلام کو امن ہوگیا اور جب صحابہؓ نے کہا کہ زکوۃ لینے والوں کو فی الحال رہنے دو جو نہیں دے رہے ہیں تو ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا زکوۃ تو بڑی چیز ہے اگر اونٹ کے گھٹنے کے باندھنے کی رسی یا بکری کا چھوٹا سا بچہ اگر یہ پیغمبر ﷺ کے زمانے میں زکوۃ کے طور پر ادا کرتے تھے اور اب نہیں کریں گے " ولاقاتلنهم "میں ضرور ان کے ساتھ جنگ کروں گا کیونکہ یہ اسلام میں کمی کرنا چاہتے ہیں آج زکوۃ ختم ہوگئی کل کوئی کہے کا نماز کوئی نہیں پڑھ سکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا انتقال ہوگیا ہے "أينقص وانا حي" دین میں کمی ہو اور میں زندہ رہوں اس سے مسئلہ معلوم ہوا کہ دین میں کمی بیشی ہماری زندگی میں نہیں ہوسکتی ہم ختم ہوجائیں تو پھر اللہ محافظ ہے۔ اللہ اور قوم والوں کو لے آئے گا جو اس دین کی حفاظت کریں گے۔

جو قوم دین کے بارے میں بزدل ہوتی ہے اللہ تعالیٰ اس کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیتا ہے

میں اولاً یہ سمجھا تھا کہ امریکہ نے افغانستان کو بہانہ بنا کر پاکستان کی اس سرزمین

پر میزائل برسائے جہاں سے جوہری آزمائش ہوئی ، مجھے تو معلوم ہے کہ ہمارے حکمرانوں میں کتنی غیرت اور کتنی توانائی اور ایمان ہے کہ آخر اس کا جواب تو دینا چاہیے کس طرح جواب ہوگا جواب تو یہ ہے کہ یہیں پر ان کا بیڑہ کھڑا ہے اور دو چار بم اس پر ماریں کہ دنیا دیکھ لے امریکہ کا بیڑا پاکستان کے ساحل پر غرق کردیا گیا اور پھر کوئی یہاں جنگی بیڑہ بغیر پوچھے لے کر نہ آئے ۔لیکن یہ کام تو وہ وزیر اعظم کرتا جس کا صدر امریکہ کا شکریہ ادا نہ کرچکا ہو انہوں نے تو راضی اور دوستی میں سب کچھ کرایا دوسری طرف پورے ملک کا دباؤ یہ ایک حقیقت ہے کہ اسلامی نظام کے نفاذ کا اعلان اتنا بڑا دھما کہ ہے کہ دنیا کا کوئی میزائل اور ایٹم بم اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا ۔حکمرانوں کو یہ ڈر ہے شاید بیڑا کھڑا ہے اور ہم کو ایک دو میزائل نہ مارے اور ہم مرجائیں گے تیرا مرنا اچھا ہے بے غیرت زندگی سے غیرت کی موت اہل غیرت کے ہاں بہتر و افضل ہے اور یہ اللہ کی عادت ہے جو قوم دین کے بارے میں بزدل ہوتی ہے اللہ ان کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیتا ہے اور جو قوم دین کے بارے میں غیرت کا مظاہرہ کرے وہ افغانیوں جیسی بے ساز و ساماں کیوں نہ ہو اللہ رب العالمین ان کو امریکہ کے اوپر بھی فتح عطا فرمائے گا اور یہ آپ دیکھیں گے فتح و نصرت تو آسمان سے ہے '' ومن النصر الا من عند اللہ'' فتح اور نصرت تو خالص اللہ کے ہاتھ میں ہے جو سارے غلبے کا مالک اور ساری حکمتوں کا مالک ہے اتنے بڑے قرآن اور اتنی بڑی آیات کے ہوتے ہوئے مسلمان ظاہری اسباب سے کیسے گھبرا سکتا ہے اور ڈر سکتا ہے تاہم تقدیر کے خلاصے کے طور پر صرف اس اعلان کا ساتھ دینا کہ وزیر اعظم نے ملک کے طول اور عرض پر اسلامی نظام کے نفاذ کا اعلان کیا ہے اس کا ساتھ دینا ضروری ہے اور وزیر اعظم کی مثال ایسی ہے جس

طرح ایک دیوانہ بچہ ہو جو چھرا تولے دشمن کے خلاف لیکن واپسی پر اپنوں کو دکھانے لگے ۔ورنہ اسلام کے بارے میں یہود نصاریٰ کو اطمینان ہے اگر پورے عدل کے ساتھ نافذ ہو تو کسی یہودی اور نصرانی کے ساتھ بھی زیادتی نہیں ہوگی ۔

آپ ﷺ کے فیصلے سے روگردانی کرنے والے کا انجام

آنحضرت ﷺ کی خدمت میں ایک یہودی اور ایک منافق لڑتے ہوئے آئے مشہور واقعہ ہے پہلے منافق کوشش کرتا تھا کہ کعب ابن اشرف سے فیصلہ کرائے کیونکہ وہ یہود کا بڑا تھا اور لالچ میں آکر جو اس کو اشارہ کرتا تھا فیصلہ اس کے حق میں دیتا تھا یہودی بڑے حیران ہوگئے اس نے کہا کہ تم نماز پڑھتے ہو کلمہ پڑھتے ہو اور فیصلہ ہمارے بڑے کے پاس لے جاتے ہو میں تو اس وقت تک راضی نہیں ہوں گا جب تک محمد ﷺ فیصلہ نہ کرے یہود تو ریت موسیٰ علیہ السلام کو ماننے والا ہے لیکن حضرت ﷺ کے عدل کو مانتا ہے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں دونوں آئے حضرت ﷺ نے مدعی اور مدعیٰ علیہ کے باتیں سنی "فقضی للیہودی" اور فیصلہ یہودی کے حق میں دے دیا ۔

جب وہاں سے باہر نکلے تو منافق نے کہا ٹھیک ہے لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بھی سنانا ہے خیال تھا کہ عمر رضی اللہ عنہ جذباتی جلالی آدمی ہیں کہ دیکھتے ہی یہودی کی پٹائی لگادے گا اور میرے حق میں فیصلہ کردے گا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے گھر آئے حضرت کو باہر بلایا اور کیس سنایا جب بات پوری ہوگئی تو یہودی نے درمیان میں کہا "قضی لنا رسول اللہ ﷺ فلم یرض بقضائہ" ویسے یہ فیصلہ حضرت ﷺ کرچکے ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے

کہا بیٹھ جاؤ گھر گئے اور تلوار لے کر آئے اور "فقال للمنافق اکذلک "حضرت عمرؓ نے منافق سے کہا کیا معاملہ اس طرح ہے تو منافق نے کہا "نعم" تو حضرت عمرؓ نے اس کی گردن تن سے جدا کر کے دور پھینکی اور فرمایا "ھکذا لمن لم یرض بقضاء اللہ تعالیٰ و رسولہ" جو اللہ اور رسول ﷺ کے فیصلے پر رضامند نہ ہو عمر اس کا فیصلہ ایسا کرے گا۔

(تفسیر روح المعانی ض ۳ ص ۶۷، ۶۸ تفسیر مظہری جلد ۳ ص ۹۶)

منافق کے عزیز و اقارب جناب نبی کریم ﷺ کے دربار میں گئے عمر کے خلاف اور کہا ہمارے آدمی ادب کی وجہ سے آپ کے سامنے بول نہ سکا تھا وہاں ذرا کھل کے بولنے کے لئے گیا تھا اور عمر سوچے سمجھے بغیر لوگوں کی گردنیں مارتا ہے حضرت ﷺ نے سن کر بڑے ناراض ہوئے اور قاضی ثناء اللہ صاحب نے تفسیر مظہری میں لکھا ہے کہ حضرت نے یہ جملہ ارشاد فرمایا میں تو ایسا سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ عمرؓ مسلمانوں کو ایسے ماریں گے پکڑ کے لاؤ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب پتہ چلا دو تین دفعہ آسمان کی طرف دیکھا اور ارشاد فرمایا کہ مجھے یقین ہے اور ایمان ہے کہ میرے وہاں تک پہنچنے سے پہلے پہلے آپ کو عدل آ چکا ہو گا حضرت کی خدمت میں جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور وہ لوگ پہنچے تو اس سے پہلے جبرائیل سورۃ النساء کی آیتیں لے کر آئے اور اللہ نے فرمایا کہ بالکل صحیح مارا ہے اور یہ لوگ آپ کے پاس آئے ہیں قطعاً ان کی بات نہ سنیں ان کے دلوں میں ایمان نہیں ہے اور جبرائیل علیہ السلام نے خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ پیغام دیا کہ فیصلہ سنانے کے بعد عمر رضی اللہ عنہ کو کہو کہ آج سے اس کا نام آسمان و زمین میں فاروق رکھا گیا ہے۔ فاروق لقب یہاں سے پڑا ہے اور قرآن نے پھر اس پر آیتیں پیش کی ہیں آیتیں وزیر اعظم نے پہلے دن کے اعلان میں

پڑھی ہیں " وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ" ہم نے رسول صرف اس لئے بھیجا کہ ان کی ہر بات مانی جائے اور یہ خدا کا فیصلہ ہے " ولو انھم اذظلموا انفسھم جاء وک" یہ جتنے بھی گنہگار آپ کے پاس آئے " فاستغفروا اللہ" معافی مانگے "واستغفرلھم الرسول" اللہ سے معافی مانگے " لوجدوا اللہ توابا رحیما" اللہ تعالیٰ کو یہ ضرور معاف کرنے والا رحم کرنے والا پائیں گے،" فلا وربک" تیرے رب کی قسم " لا یؤمنون" یہ مسلمان ہی نہیں ہیں "حتیٰ یحکموک فیما شجر بینھم" یہاں تک کہ آپ کو اپنے تمام اختلافات میں عدالت بنائیں فیصل بنائیں ہر قسم کے مسائل وہ شریعت کے روشنی میں حل کرانا واجب ہے اور یہ مجبوری نہیں " ولم یجدوا فی انفسھم حرجا مما قضیت" پھر اپنے دلوں میں آپ کے فیصلے سے تنگی بھی پائیں جیسے منافق تنگ دل ہو گئے تھے " ویسلموا تسلیما"" (سورہ النساء آیت نمبر ۶۴، ۶۵) اور اس کو تسلیم کرے دل و جان سے تب یہ مسلمان ہو گا یہ آیت نص قطعی ہے اسلامی نظام کے نفاذ کے سلسلے میں، میں نے بخاری شریف جلد اول صفحہ ۹۶ کے حوالے سے ایک روایت خطبے میں پڑھی ہے یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے خلاف بلوائیوں نے مدینہ منورہ میں یلغار کیا تھا۔ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بال بچوں سمیت اپنے گھر میں محبوس اور محصور تھا مسجد نبوی کے اندر وہ شخص نماز پڑھا رہا تھا جو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے خلاف کر رہا تھا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لوگ آئے اور انہوں نے کہا" انک امام عامۃ" آپ مسلمانوں کے امام ہیں "ونزل بک ماتری" اور آپ تکلیف میں ہیں "ویصلی لنا امام فتنۃ" ایک فتنہ باز آدمی ہماری نمازیں پڑھا رہا

ہے ہم بہت پریشان ہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جو بات کہی عجیب وغریب بات ہے فرمایا "الصلوٰۃ احسن ما یعمل الناس" وہ بہترین عمل ہے جو لوگ کر رہے ہیں " فاذا احسن الناس فاحسن معھم" جب لوگ اچھائی کریں تو آپ ان کا ساتھ دو اسلامی نظام کے نفاذ کا اعلان اچھا اقدام ہے اس کا ساتھ دو " واذا اساء" اور جب یہ برائی پر اتر آئے " فاجتنب اساء تھم" بچ کر رہو ان کی بدکرداری اور بدچلنی سے جب تک وزیر اعظم اس اعلان پر قائم ہے اور ہمیں اللہ سے دعا ہے اور اللہ کی رحمتوں سے امید ہے کہ وہ ویسے ہی جانے والا ہے وہ اس پر قائم رہے مسلمانان پاکستان کا فرض ہے کہ وہ شریعت کے نفاذ کی حد تک بھر پور اس کا ساتھ دیں اور مسلمانوں کا فرض ہے کہ جو شریعت کے خلاف بیانات دیتے ہیں ان کا گھیراؤ کر لے اور ان پر عرصہ حیات تنگ کر دیں۔

کفار ایٹم بم سے زیادہ اسلام سے ڈرتے ہیں

یاد رکھنا امریکہ کے میزائلوں کے مقابلے میں اگر پورا کہوٹہ پلانٹ دھماکہ کر لیتا ہے امریکہ پر اتنا پریشر نہیں پڑتا جتنا کہ شریعت اسلامیہ کے نفاذ کے اعلان سے پڑا ہے۔ اسامہ تو بہانہ ہے اور دنیا میں کم امریکہ کے دشمن بیٹھے ہیں کہ اسامہ کے لئے یہاں وہاں آپریشن ہو رہا ہے دھماکے ہو رہے ہیں اور تماشے ہو رہے ہیں مقصد طالبان کے اسلام سے گھبراہٹ ہے اور ہمارے ملک کے خانوادوں نے بھی بیانات دیئے کہ نواز شریف نے طالبان سے ڈر کے اسلامی نظام کا نفاذ کیا اور قاضی صاحب نے کہا ہم سے ڈر گیا ہے اپنے زعم میں ہر شخص بادشاہ ہے تجھ سے ڈرا یا کسی اور سے ڈرا لیکن کام صحیح ہے اور خدا تعالیٰ اس کو

اس پر استقامت عطا فرمائیں اور اس کے خلافیات سے انہیں بچائیں اور جو غلطیاں اس سلسلے میں ہو چکی ہیں ان میں سب سے بڑی جرأت جو اس نے کی ہے وہ جمعے کی اسلامی روایت کو مخدوش کرنا اگر نواز شریف میں اسلامی نظام کے سلسلے میں اخلاص ہے دو کام فی الفور کر لے ایک تو جمعے کی تعطیل بحال کر لے اور اس سلسلے میں پوری قوم اور اسلام سے معافی مانگے اتوار کو ہٹائے یہ عیسائیوں کو دیں اور دوسرا یہ کہ داڑھی رکھ لے، کسی نے اخبار میں لکھا ہے کہ امیر المومنین بننا چاہتا ہے تو دوسرے نے جواب دیا کہ امیر المومنین کی داڑھی تو ہوتی ہے اور لوگوں نے کن کن حرکات اور کتنی مشکل چیزیں بیکار کاموں کے لئے بنائی ہیں یہ دیکھو کتنے غلط کاموں کے لئے لوگ کھڑے ہوئے ہیں تو اگر اللہ اس شخص کی اس نابود زندگی میں اس کے اس دور میں اسلام کو پروان چڑھائے اور اسلامی نظام نفاذ میں صدق پیدا ہو اور مغرب کے اثرات اس شرعی نظام کے اعلان سے مضمحل ہو گئے۔ اور اس خوشی میں اس نے داڑھی رکھ لی تو کونسا آسمان ٹوٹ جائے گا۔

داڑھی رکھنا ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کی سنت ہے

داڑھی رکھنا تمام انبیاء کی سنت ہے داڑھی رکھنے والے کو ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاء کی دعائیں مل جائیں گی۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں نے دعا دی ہے اور حضرت کے عہد اقدس سے لیکر آج تک جتنے نیک اور شریف لوگ آئے سب کی داڑھیاں تھیں۔

ہندوستان میں مسلمانوں کی جو سات سلطنتیں گزری ہیں، جلال الدین اکبر کے علاوہ کوئی بھی فرمانروا ایک دن بھی بغیر داڑھی کے نہیں ہوا سب کی داڑھیاں تھیں انگریز

ظالم کے ہندوستان پر مسلط ہو نے سے پہلے کوئی مسلمان بغیر داڑھی کے نہیں ہوتا تھا۔سب کی داڑھیاں تھیں یہ کوئی تماشے کی اور ہنسنے کی بات نہیں حقیقت ہے ۔جب آپ ایک منصب کے اہل بن رہے ہیں تو اس کے آداب اور شرائط بجالا ئے ۔

اللہ بزرگ وبرتر ہمارے ملک پر افغانستان پر اور دیگر اسلامی ملکوں پر اپنا فضل فر مائیں اور ہمارے حکمرانوں کو برسراقتدار طبقے کو سچے دل کے ساتھ اسلام کی خدمت کی توفیق دے۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین

الحمد للہ جل وعلا وصلی اللہ علی رسولہ المصطفیٰ ونبیہ المجتبیٰ وامینہ علی وحی السماء وعلی آلہ النجباء واصحابہ الاتقیاء افضل الخلائق بعد الانبیاء ومن بھدیھم اقتدیٰ وبآثارھم اقتفیٰ من المفسرین والمحدثین والفقھاء الی یوم الجزاء اما بعد!

فاعوذباللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم

اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا ○ لِّیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ وَیُتِمَّ نِعْمَتَہٗ عَلَیْکَ وَیَھْدِیَکَ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا ○ وَّیَنْصُرَکَ اللّٰہُ نَصْرًا عَزِیْزًا ○ ھُوَالَّذِیْٓ اَنْزَلَ السَّکِیْنَۃَ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ لِیَزْدَادُوْٓا اِیْمَانًا مَّعَ اِیْمَانِھِمْ ط وَلِلّٰہِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط وَکَانَ اللّٰہُ عَلِیْمًا حَکِیْمًا ○ لِّیُدْخِلَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِھَا الْاَنْھٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا وَیُکَفِّرَ عَنْھُمْ سَیِّاٰتِھِمْ ط وَکَانَ ذٰلِکَ عِنْدَ اللّٰہِ فَوْزًا عَظِیْمًا ○ وَّیُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِیْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِکِیْنَ وَالْمُشْرِکٰتِ الظَّآنِّیْنَ بِاللّٰہِ ظَنَّ السَّوْءِ ط عَلَیْھِمْ دَآئِرَۃُ السَّوْءِ ج وَغَضِبَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ وَلَعَنَھُمْ وَاَعَدَّلَھُمْ جَھَنَّمَ ط وَسَآءَتْ مَصِیْرًا ○ وَلِلّٰہِ جُنُوْدُ

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًاo (سورۂ فتح آیت ۱ تا ۷)

قال النبی ﷺ الدین النصیحۃ للہ ولرسولہ ولائمۃ المسلمین وعامتھم ۔

(بخاری ج ۱ ص ۱۳)

عدل اسلام کی اہم تعلیمات میں سے ہیں

اسلام کی تعلیمات میں سے عدل کے بارے میں بہت تاکید کی گئی ۔اللہ تعالیٰ کی طرف سے عدل پر فضل ہے،عدل کے معنی ہے اپنی طرف سے اپنی تدبیر اور عقل کے مطابق دوسرے کے حق کی رعایت کرنا اور اس سے خیر خواہی سے پیش آنا ۔احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ جس طرح ایک حاکم اور ایک با اختیار شخص کے لئے تاکید ہے کہ وہ عدل سے پیش آئے اس طرح ایک عام شخص کے لئے حکم ہے کہ وہ اپنے نظام زندگی میں عدل کا خیال رکھے،علماء لکھتے ہیں کہ انسانی خلقت بھی عدل پر واقع ہے اللہ تعالیٰ نے آنکھوں کو کس شان سے پیدا فرمایا اور اس میں کس طرح نور ڈالا ہے اگر یہ نور بہت زیادہ تیز ہو جائے تیز نور کی وجہ سے تو لوگ شب بیر ہو جاتے ہیں اور دیکھنا نہیں ہوتا اور اگر یہ مدہم پڑ جائے تو ضروریات زندگی سے محرومی ہو جائے گی ۔اللہ تعالیٰ نے جسم کے جو حصے بنائے ہیں ہر حصہ کارآمد بنایا ہے پاؤں کے ناخن سے سر کے بالوں تک پورا نظام زندگی ایک ترتیب پر چل رہا ہے ۔جسم اور بدن کو دیکھیں ہر عضو کی تاثیر دوسرے سے علیحدہ ہے مثلاً آنکھ دیکھتی ہے سن نہیں سکتی کان سنتا ہے دیکھ نہیں سکتا،ایک ہی جسم کے حصے ہیں ناک سونگھ سکتی ہے خوشبو اور بدبو محسوس کرسکتی ہے لیکن پھیکہ اور میٹھا کا پتہ نہیں جانتی ہے ۔زبان دونوں کام جان سکتی ہے ہاتھ سے گرم اور ٹھنڈک تو معلوم ہو سکتی ہے لیکن پھیکہ اور میٹھا کا پتہ نہیں چل سکتا

، ہاتھوں کی تو انائی علیحدہ صرف ہو رہی ہے ان سے پیروں کا کام نہیں لے سکتے ۔پیروں میں علیحدہ تاثیر ڈالی ہے اور وہ ہاتھوں جیسا کام نہیں دے سکتے ۔انسان بعض بیماریوں ابتلاء و آزمائش میں جب ایک عضو کے بجائے دوسرا عضو استعمال کرنے لگتا ہے تو پریشانی کا شکار ہوتا ہے قابل رحم بن جاتا ہے

”خلقک فسوٰک فعدلک“ (سورۂ انفطار آیت ۷)

اللہ نے تمھیں پیدا کیا ہے اور تسویہ ڈالا ہے ۔ہاتھ ایک تو ازن سے ہیں اگر چھوٹے ہو جائیں تو بدنما ہو نگے اور اگر بہت لمبے ہو نگے تو عام انسانوں کے لئے وحشت ناک ہو نگے منہ میں بتیس دانتیں ہیں اگر تینتیس یا چونتیس ہو جائیں تو بدنما ہو نگے اور اگر بہت لمبے ہو نگے تو عام انسانوں کے لئے وحشت ناک ہو نگے ،قرآن کریم میں ہے کہ

”ما جعل اللہ لرجل من قلبین فی جوفہ“ (سورۂ احزاب آیت ۴)

اللہ تعالیٰ نے کسی ایک کے سینے میں دو دل پیدا نہیں کئے دو ہاتھ ہیں ، دو آنکھیں ہیں ، دو پیر ہیں لیکن دو دل نہیں ہو سکتے ۔دل کو تمام بدن پر اقتدار دیا گیا ہے ۔

ایک مخلوق کے دو خالق نہیں ہو سکتے

اقتدار ایک کو زیب دیتا ہے دو مقتدر ایک وقت میں نہیں بیٹھ سکتے اور جب اقتدار میں اختلاف پیدا ہو جائے تو اقتدار مضمحل ہو جاتا ہے ، ہمارے حکمران اس لئے غلط حرکتیں کرتے ہیں سیدھی حرکتیں ان سے نہیں ہوتی الٹی حرکتیں کرتے ہیں ان کا اقتدار دوسرے کے اختیار میں ہے ”ما جعل اللہ لرجل من قلبین فی جوفہ“ سورۂ احزاب میں اللہ

تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ایک شخص کے سینے میں دو دل نہیں ہوتے، کیونکہ دل کو جسم پر حکمرانی ہے اور حکمرانی جب ایک سے دو ہو تو قضاء اور قدر میں ٹکراؤ پیدا ہو جاتا قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اس کو اس طرح بیان فرمایا ہے اگر عرش کے مالک کے ساتھ ایسا کوئی اور بھی مالک ہوتا،

''لا بتغوا الی ذی العرش سبیلا'' (سورہ بنی اسرائیل آیت ۴۲)

پھر وہ عرش والے کے خلاف کوئی سازش بناتا اور ایک سینے میں دو دل نہ ہونا یعنی ایک مخلوق کے دو خالق نہیں ہو سکتے اور ایک خلقت کے دو معبود کبھی بھی نہیں ہو سکتے کہ کہیں درگاہ کو آواز دے اور کہیں مالک العرش سے مدد مانگے ایسا نہیں ہے معین مددگار صرف ایک اللہ ہے اس لئے جب اس کا تذکرہ شروع ہوتا ہے تو اختصاص کے ساتھ ہوتا ہے ''ایاک نعبدو ایاک نستعین'' ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں اور آپ ہی سے مدد مانگتے ہیں نہ تیرے علاوہ کوئی عبادت کالائق ہے اور نہ تیرے علاوہ کوئی مدد کر سکتا ہے، ''ایاک نعبدو ایاک نستعین'' میں اس نظریے کا رد کر دیا گیا کہ کسی مخلوق کے دو اور تین خالق بھی ہو سکتے یا کسی بندے کی مدد اور نصرت اسباب کے بغیر اللہ کے علاوہ کوئی اور بھی کر سکتا۔ انسانی قدر و منزلت انسانی شرف اور فضیلت اللہ تعالیٰ کے پوجنے میں ہے اور اللہ رب العالمین کی عبادت کرنے میں ہے کیونکہ اگر یہ کہا جاتا کہ کسی اور کی عبادت کرو تو سخت امتحان پیش آجاتا۔

شرائع کے سامنے سوائے اطاعت اور فرمانبرداری کے کوئی چیز کام نہیں آئے گی ملائک کو جب کہا گیا ''اسجدوا لادم'' حضرت آدم علیہ السلام کا سجدہ کرو یہ بڑا حکم تھا اور بہت شدید قسم کی ابتلا تھی لیکن وہ مخلوق معصوم تھی، ان کے لئے عصمت تھی اور انہوں نے فوراً

اطاعت کر دی اور ہمیشہ کے عذاب سے بچ گئے ابلیس چونکہ شر الخلائق تھا بدترین کائنات تھا اس نے اپنا ظاہر ایسا بنایا تھا جیسا وہ بھی ملائک ہو بلکہ بعض کم علموں نے اس کو ملائک کا سردار تک کہا ہے طاوس الملائکہ جنت میں ملائک کا استاذ یہ کم علم لوگوں کی باتیں تھیں جو حقائق خلائق سے بے خبر تھے انہوں نے ایسی بات کہی اور جو جانتے تھے وہ یہ دیکھتے تھے کہ خدا کے حکم کے سامنے اس نے اپنی رائے زنی کی اور اللہ کی حکمت کے مقابلے میں اس نے اپنی عقل استعمال کی اور یہ قاعدہ ہے کہ شرائع کے سامنے سوائے اطاعت اور فرمانبرداری کے کوئی چیز کام نہیں آئے گی۔ شرائع مان لینا یہ بندے کی بندگی ہے شرائع میں ایک لمحے کے لئے ایک نظر کے لئے پس و پیش کرنا یہ بندے کی پستی ہے تباہی ہے ''ثم رددنٰہ اسفل سافلین'' تو یہ نیچے سے نیچے ذلتوں میں چلا جاتا ہے، ''ولو شئنا لرفعنٰہ'' ہم عبادت کے ذریعے اس کو اوپر لے جا رہے تھے'' ولکنہ اخلد الی الارض واتبع ھوٰہ'' (سورۃ اعراف آیت ۱۷۶)

لیکن اس نے غلط کام کیا خدا کے دین کے مقابلے میں یہ اپنی عارضی ادھوری نہ چلنے والی عقل اور سوچ استعمال کی یہ ایک عجیب بات ہے کہ عقل نعمت ہے جب یہ اطاعت کے ساتھ ہو اور عقل ایک تکلیف دے چیز ہے خطرناک قسم کی سوچ ہے غلط راہنمائی اور ضلالت کی صورت میں جب یہ شریعت کے خلاف ہو کہتے ہیں کہ عقل کا ارتقاء عقل کی ترقی وہ عبادت کے ذریعے ہے اور عقل کا تنزل یہ عبادت سے منہ موڑنے میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب کہا کہ آدم کو سجدہ کر لو اس کا ظاہر سخت ابتلاء ہے اور اس کی حقیقت روشن قسم کی عبادت ہے کیونکہ کہنے والا خدا خود ہے ''اسجدوا لادم'' آدم کو سجدہ کرو تو خدا کی خدائی ماننے

والا اور اللہ کی الوہیت پر اعتقاد رکھنے والا اسکونہیں دیکھتا کہ کعبہ پتھر ہے کالے رنگ کے پہاڑوں کے دامن میں نشیبی جگہ ہے دور دراز ایک مقام ہے بس وہ یہ دیکھتا ہے کہ یہ خانہ خدا ہے اللہ نے اس کو اپنا گھر کہا ہے اللہ نے اس کو عظمت دی ہے تو شیخ عبد القادرؒ ہو یا معین الدین چشتیؒ یا یا اویس قرنیؒ ہو یا ابو حنیفہ زمانہ ہو جب اس مقام پر آتے ہیں تو عبادت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی اور کعبے کی احترام اور ادب کی شکل میں۔

اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نفع اور ضرر کا مالک نہیں

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے متعلق بخاری شریف میں ہے کتاب الحج میں بھی اور دیگر مقامات پر بھی، حجر اسود کو بوسہ دیتے وقت فرماتے،'' انی لا علم انک حجر '' مجھے پتہ ہے آپ ایک پتھر ہیں'' لا تضر و ولا تنفع '' نہ نفع دے سکتا ہے نہ ضرر دے سکتا ہے '' ولو لا انی رایت النبی صلی اللہ علیہ و سلم یقبلک ماقبلتک '' مگر میں نے پیغمبر کو دیکھا ہے وہ آپ کو چوم رہے تھے اس لئے آپ کا احترام اور آپ کا چومنا یہ عبادت ہے۔ (بخاری شریف ج۱ ص۲۱۷) کیونکہ پیغمبر کا فعل اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے لئے ہوتا ہے پیغمبر کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں'' باعیننا و وحینا '' آپ ہماری نگرانی میں اور ہماری وحی کے مطابق چل پھر رہے ہیں گھوم پھیر رہے اٹھ بیٹھ رہے ہیں طاعت اور عبادت بجالاتے ہیں'' باعیننا ووحینا''

حجر اسود کو بوسہ دینے کا طریقہ

چنانچہ اس پر پورے اسلام کا اتفاق ہے کہ حج ہو یا عمرہ جب طواف شروع ہوتا ہو

یا طواف مکمل ہوتا ہوتو ایک دفعہ کم از کم حجر اسود کا بوسہ لینا یہ سنت طریقہ ہے اگر اللہ تعالیٰ توفیق دے تو ہر شوط میں سہولت کے ساتھ کسی کو ہاتھ رکھنے یا پیشانی رکھنے کا موقع ملے بالکل مکمل طور پر ادب کے ساتھ پیش آئے پیشانی رکھ دے دائیں گال بھی رکھا جاتا ہے دونوں ہاتھ رکھے جاتے ہیں بعض فقہاء نے کہا ہے کہ عوام اس کا خیال نہیں کرتے وہ پہلے سے جھکنے لگتے ہیں اور ٹیڑھے ہونے لگتے ہیں وہ کہتے ہیں تا کہ طواف شروع کرنے سے پہلے بوسہ لے لے اور طواف کے اختتام پر بوسہ لے لے۔ درمیان میں نہ لے لیکن درست قول پہلا ہے جو میں نے ذکر کیا ہے کہ طواف کے سات شوطوں میں ہر شوط کے اندر حجر اسود کا بوسہ لینا جب ممکن ہو آسانی اور سہولت کے ساتھ سنت طریقہ ہے مرد اور زن دونوں کے لئے۔ البتہ بھیڑ میں اور رش میں نہ لینا افضل ہے حضرت بھی جب تشریف لائے اور آپ نے دیکھا کہ صحابہ بہت زیادہ ہیں سوا لاکھ صحابہ اس وقت آپ کے ساتھ طواف میں تھے تو آپ نے ہاتھ سے اشارہ کیا اور پھر ان کے پیچھے سے چوما اور آپ کے ہاتھ میں چھڑی تھی چھڑی سے اس کی طرف اشارہ کیا اور چھڑی کے پیچھے حصے کو بوسہ لیا۔

صحابہ کے اس میں دو قول ہیں حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ رش میں اور بھیڑ میں نہ چومنا اور چھوڑ دینا افضل ہے اور وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں جس میں ہے کہ قیامت کے میدان میں جب یہ فیصلہ ہو جائے لوگوں کے جنت جانے اور جہنمی تو جہنم پہنچ چکے ہونگے، اعاذنا اللہ منا و ایاکم اللہ تعالیٰ ہمیں جہنم سے محفوظ فرمائے اور جنت اپنے فضل سے نصیب فرمائے۔

جب فیصلہ ہو جائے یہ لوگ سب جنتوں میں جائیں گے تو پھر کہا جائے گا ذرا

ٹھہر وتھوڑ اسا کام باقی ہے تمام خلائق رک جائیں گی اور بعض روایات میں ہے کہ انبیاء علیہم السلام جو اگلی صفوں میں ہونگے ابونعیم نے غنیۃ میں لکھا ہے کہ انبیاء جس مقام پر ہونگے جس جگہ جمع ہونگے جنت وہیں لائی جائے گی اور جیسا ہی کہا جائے گا ''ادخلوا الجنۃ'' جب جائیے اسی ساتھ انبیاء علیہم السلام داخل جنت ہونگے۔

جس وقت یہ لوگ جنت جانے والے ہونگے ان لمحوں میں جنت جانے والوں کے لئے بارگاہ الٰہی سے اعلان ہوجائے گا کہ سب لوگ رک جائیں تھوڑی دیر صبر کرلیں ذرا انتظار کرلیں ایک ضروری کام ہورہا ہے جنتی حیران ہوجائیں گے کہ کونسا کام باقی ہے اس کے بعد ملائک حجر اسود کو ریشمی طباقوں میں رکھ کر میدان میں لائیں گے اور رکھ لیں گے اور ایک ریشم کی چوکی ہوگی اسی مسافت پر جتنی مسافت پر آج کعبہ کے کونے میں حجر اسود لگا ہوا ہے اتنی مسافت پر ایک ریشمین چوکی پر پردے میں اور طباق میں ہوگا اور پھر نام لئے جائیں گے کہ فلاں ابن فلاں قبیلے کا فلاں زمانے کا فلاں آدمی باہر آجائے وہ آئے گا وہ آئے گا بوسہ دو حجر اسود کو چہرہ رکھو چومو اور روایت میں ہے ''یغبط بھم الانبیاء'' ان پر نبی رشک کریں گے یہ کون ہے ان کا اتنا اکرام اور اعزاز پھر اعلان ہوجائے گا کہ انہوں نے طواف کے دوران اس لئے حجر اسود کا بوسہ نہیں لیا تھا کہ دوسروں کو تکلیف پہنچ رہی ہے۔ ہر دفعہ جاتے تھے پھر رش ملتا تھا آج ان کی تسلی کرا کے پھر جنت۔ اب آپ روانہ ہوسکتے ہیں جائیے قدر ان کے ہاں سے خاص شان سے ہوتی ہے اپنے شان کے مطابق احترام کرتا ہے اس روایت کی وجہ سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور بہت سارے صحابہؓ اور تابعینؒ اور ہمارے امام ابوحنیفہؒ وہ بھی عبداللہ ابن مسعودؓ کی فقہ پر عمل پیرا ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ رش

اور بھیڑ میں حجر اسود نہ چومنا افضل ہے امام ابوحنیفہؒ کی فقہ پر عمل ہوجائے تو حجاج مرنے سے بچ جائیں گے ہر مسئلے میں رمی تک تمام مسائل میں افسوس کہ وہیں جا کر لوگ مسائل پر عمل نہیں کرتے اور جذبات پر عمل کرتے ہیں، جذبہ اور عقل دو چیزیں جمع نہیں ہوتیں۔

حجر اسود کے بارے میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا قول

صحابہؓ میں کچھ افراد ایسے ہیں ان میں حضرت عبداللہ ابن عمرؓ بھی ہیں وہ فرماتے ہیں کہ تھوڑا بہت دھکا اور بھیڑ برداشت کرلی جائے جس گھر کے مہمان زیادہ ہو وہاں معمولی سا رش اور بھیڑ دعوت کے شایاں شان ہوتا ہے اور ابن عمرؓ کے الفاظ بخاری میں ہیں ''ان زوحمت'' مطلب یہ ہے پہنچنا تو ہے تو علماء دین نے دونوں باتوں میں تطبیق فرمائی ہے اگر آپ کی صحت اور زندگی خطرے میں پڑ رہی ہے یا آپ کی وجہ سے کسی اور کو زحمت ہو تو پھر ابن مسعودؓ کا قول معتبر ہے اور انتظار کرے روز حشر کا اور اگر ہمت اللہ نے دی ہے کسی کو تکلیف ارادتاً نہیں دیتے صرف دھکا وغیرہ وہ جیسے رش میں ہوتی ہے پھر عبداللہ ابن عمرؓ کا قول معتبر ہے ''ان زوحمت''۔ سوال یہ کہ حجر اسود ایک پتھر ہے اور حدیث میں ہے یہ جب جنت سے آچکا تھا تو سفید تھا ''نزل الحجر الاسود من الجنۃ وھو اشد بیاضا من اللبن فسودتہ خطایا بنی آدم'' (ترمذی ج ا ص ۱۷۷) یہ پتھر جب جنت سے آیا تھا اس کا نام حجر اسود نہیں تھا حجر ابیض تھا سفید پتھر سفید رنگ کا یاقوت تھا، دنیا کے جوہر و یاقوت تو سرخ رنگ کے ہیں کیونکہ دنیا کی چیزیں آخرت کے مقابلے میں بہت مدہم ہیں ویسے سفید اور سرخ میں قرب ہے اصلاً رنگ سفید ہے سفید جب متاثر ہوجاتا ہے تو سرخی پیدا ہوجاتی ہے

پھر اس میں تھوڑا سالال پیدا ہو جاتا ہے پیلا پن آجاتا ہے ''نزل الحجر الاسود من الجنة وھو اشد بیاضا من اللبن فسودتہ خطایا بنی آدم ''انسانوں کے گناہوں نے اس کو بالکل سیاہ کردیا کتنے بڑے بڑے گنہگار وہاں جاتے ہیں اورتوبہ کرتے ہیں گناہوں کے اثرات ہوتے ہیں اس لئے کہتے ہیں کہ عالم نماز پڑھائے کہا عام آدمی نماز نہیں پڑھا سکتا عالم کواس لئے نماز کا پابند سمجھا جاتا ہے کہ وہ امت کا اورقوم کا بیڑ ااٹھائے۔

گناہ اوران سے بچنے کا طریقہ

گناہوں کے الوان ہیں، رنگ ہیں اورگناہوں کے اجرام ہیں جسم ہیں یہ الوان اور اجرام بعض آنکھوں والوں کونظر بھی آتے ہیں اگر چہ شرعا ان کا اعتبار نہیں اورترمذی شریف میں ہے آدمی جب وضوکرنے لگتا ہے سنت وضو اور ہاتھ دھوتا ہےتو ہاتھوں کا گناہ دھل جاتا ہے چہرہ دھوتا ہےتو چہرےاوردیکھنے کے گناہ دھل جاتے ہیں سب جھڑ جاتے ہیں اورجب پیر دھوتے ہیں تو پیروں سے چل کر جس گناہ کے لئے گیا وہ دھل جاتا ہے، صحیح اور سنت وضو سے جب فارغ ہو جاتا ہے'' ثمانیة ابواب الجنة '' جنت کے آٹھوں دروازے اس کے لئے کھل جاتے ہیں'' من ای شاء دخل ''جس دروازے سے چاہے جاسکتا ہے خیر کے کام میں ابتداءاعلان کامیابی ہوتا ہے''من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنة ''جس نے لا الہ الا اللہ کہاوہ داخل جنت ہوگا صرف لا الہ الا اللہ لکھا ہوا ہے ہر شخص پڑھ سکتا ہے مشرکین کے لئے اور مکہ کے کافروں کے لئے یہ کلمہ پڑھنا کوئی مشکل تھا کیا؟ وہ مراد نہیں ،مراد یہ ہے کہ جس نے یہ کلمہ پڑھا صداقت کے ساتھ حقیقت کے ساتھ وہ جنتی ہو

جائے گا۔ان اس کویاد رکھو کہ جب حضرتﷺ نے ان لوگوں سے کہا ''قولوا لا الہ اللہ '' پڑھو کلمہ تو لڑ پڑے اور کہا یہ نہیں ہوسکتا لا الہ الا اللہ پڑھ رہے ہیں لوگ مزاروں سے مانگ رہے ہیں اور چادریں چڑھا رہے ہیں اور نیازیں دے رہے ہیں غیر اللہ کی اور مخلوق کو مشکل کشا اور حاجت روا کہتے ہیں اصل میں یہ بدنصیب اس کے مطلب سے واقف نہیں ان کو اس کلمے کا وزن اور قیمت کا اندازہ ہی نہیں مکہ کے مشرکوں کو اس کے وزن کا اندازہ تھا کہ اس کلمے کو واقعتاً پڑھنے کے بعد سارے بت ختم ہو جائیں گے اور سارا کام ٹھپ ہو جائے گا، ''اجعل الألھة الھا واحدا ان ھذا لشئی ء عجاب ''(سورہ ص آیت ۵)مشرکین کہتے تھے اتنے سارے خداؤں کو چھوڑ کر ایک خدا کا کہتے ہیں'' اجعل لاألھة الھاواحدا '' ان کے ہاں بارش برسانے والا علیحدہ، اولاد دینے والا علیحدہ،عزت دینے والا علیحدہ، دشمنوں پر غالب کرنے والا علیحدہ ،ہر کام کا علیحدہ خدا ہوتے ،۳۶۰ بت بن گئے اور کعبہ کا کمرہ ان سے بھر گیا اور ہمارے ہاں بابے ہیں یہ بیٹا دینے والا فلاں بیڑا پار کرنے والا کس ملک کی کسی بھی درگاہ کو دیکھو اس کی ایک تاثیر مشہور ہو جائے گی یہ وہی مشرکین کی طرح ہیں۔

اللہ تعالٰی کی اجازت کے علاوہ کوئی سفارش نہیں کرسکتا

اللہ تعالٰی فرماتے ہیں'' وکم من ملک فی السمٰوٰات لا تغنی شفاعتھم شیئا '' یہ زمینی لوگ تو چھوڑو آسمانوں کے فرشتے ان کا تصرف نہیں ہے کہ وہ غیب دان ہیں اور نہ مشکل کشا ہیں کچھ نہیں اللہ تعالٰی کے حکم کے تابع اور فرمانبردار ہیں'' وکم من ملک فی السمٰوٰت '' زمینی چیزیں چھوڑو وہ آسمانوں میں رہنے بسنے والے وہ عبادت اور اطاعت

کرنے والے خلائق جنہوں نے ابتلاء کے وقت بھی خدا کی عبادت کر کے کامیاب ہو گئے وہ بھی کچھ نہیں کر سکتے جب ملائک سبع السمٰوات کے جو مخلوق ارضی سے یقیناً باعزت ہیں اللہ ان کی بے بسی ظاہر فرماتے ہیں تو آپ کیسے کسی مخلوق کو کہتے ہیں کہ یہ ہماری مشکل حل کریگی اور یہ ہمیں عزت دیگی اور یہ ہمیں کسی تکلیف سے چھڑائیگی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں'' لا تغنی شفاعتھم شینا '' ان کی سفارش سے کچھ نہیں ہوتا،'' الا من بعد ان یاذن اللہ لمن یشاء ویرضیٰ '' (سورہ نجم آیت ۲۶) ہاں اللہ چاہے اور کسی کو اجازت دے اور جب قرآن اس کے رد کرنے پر آتا ہے تو فرماتا ہے'' ان ھی الا اسمآء'' نہیں ہے یہ مگر میرے نام'' سمیتموھا انتم واباؤکم '' یہ نام رکھے ہیں تم نے اور تمھارے بڑوں نے'' ماانزل اللہ بھا من سلطان '' اللہ اس کی کوئی دلیل نہیں اتاری کہ یہ دستگیر ہے یہ غوث اعظم ہے یہ بیڑا پار کرنے والا ہے یہ بیٹا دینے والا ہے فرمایا'' ماانزل اللہ بھا من سلطن '' (سورہ نجم آیت ۲۳) یہ صرف نام ہیں جو تم نے رکھیں اس کی ہماری طرف سے کوئی دلیل ہی نہیں ہے جو کہ تم دے سکو۔

حجر اسود محترم ہے، کعبہ معلّیٰ ہے، حد درجے معظم ہے، جب حکم آیا کہ مسلمان روئے زمین پر جس جگہ بھی عبادت کریں وہ کعبہ کی طرف منہ کریں، کعبہ کی طرف منہ کرنا یہ ایسا ہی ہے جیسے کہ ملائک نے سجدے کے وقت حضرت آدم علیہ السلام کی طرف منہ کیا آدم کو مسجود ملائک بنایا اور ان کی حیثیت اس وقت کعبہ ہی کی تھی اور سجدہ بغیر کعبہ کے نہیں ہوتا یہ اتفاقی مسئلہ ہے ویسے کوئی کہیں بھی جھک گیا، سر رکھ دیا، یہ سجدہ نہیں ہے سجدہ جب بھی ہوگا کعبہ ہی کی طرف ہوگا۔

ریل گاڑی اور ہوائی جہاز میں نماز پڑھنے کا طریقہ

اس لئے علماء لکھتے ہیں کہ بس میں یا ریل گاڑی میں نماز کا وقت ہو جائے اور کوئی سبیل نہیں ہے صحیح طرح نماز پڑھنے کا امکان نہیں ہے ہماری نماز یقیناً قضاء ہوگی تو جب قضاء ہونے کی گھڑی آتی ہے تو اجازت ہے کہ اس سواری کے اندر'' کیف استطعت '' جس طرح ہو سکے آپ نماز پڑھیں لیکن دو باتیں لازما یاد رکھیں ایک تو اولا قیام فرض ہوگا کھڑا ہونا پڑے گا کیونکہ آپ بندھے ہوئے نہیں ہیں، دوسرا قبلہ رخ ہونا ضروی ہے بعض لوگ ریل گاڑی میں سیٹ پر ٹانگیں پھیلا کر نماز شروع کرتے ہیں جبکہ ریل گاڑی گزر رہی ہے سامنے مسجد اور محراب نظر آرہا ہے کعبہ کی طرف منہ کرلیں وہ ساقط کیوں ہوا ہے اور فقہاء نے لکھا ہے کہ شروع کر کے قبلے کی طرف منہ کرلے اور اگر درمیان میں گاڑی گھومنے لگی آپ کو پتہ چلتا ہے تو ساتھ گھومئے نہیں گھوم سکتے تو گردن گھمائے لیکن یہ کہ بغیر قیام کے شروع سے بیٹھ جائے اور قبلے کی طرف منہ کئے بغیر کوئی نماز پڑھی گئی چاروں آئمہ اور حنفی فقہ میں ایک مفتی بھی اس کا قائل نہیں کہ نماز ہوئی، ایسی تمام نمازیں باطل ہیں وہ دوبارہ پڑھی جائیں گی سرے سے ہوئی ہی نہیں۔

قصداً کعبہ کو ترک کرنا جائز نہیں اور یہی حکم ہوائی جہاز کا ہے ہوائی جہاز میں گھوم پھر رہے ہیں اخبار لینے جا رہا ہے کھانا منگوا رہا ہے ٹھنڈا منگوا رہا۔ یہ صحیح سلامت ہے، ہوائی جہاز میں بھی جماعت ہو سکتی ہے ایک آدمی آگے ہو جائے دو پیچھے ہو جائے مختصر نماز پڑھائے اگر آپ کھڑے ہو گئے اور پھر جھٹکے لگنے لگے بیٹھ گئے اس کی اجازت ہے۔

فقہاء نے اس کا قاعدہ لکھا ہے جیسے کسی نے کشتی میں نماز کھڑے ہوکر شروع کی پھر چکر آگیا بیٹھ جائے آپ نے نماز شروع کرتے وقت قبلہ کا رخ معلوم کر لیا بعد میں پتہ نہیں چلا رخ تبدیل ہوگیا آپ کو معلوم نہیں ہوا اب معاف ہے نماز ہوجائے گی لیکن شروع سے قیام چھوڑ دینا اور شروع سے کعبہ کی طرف منہ نہ کرنا جو نمازیں شروع کی گئیں وہ باطل ہیں وہ سب کی سب نمازیں دوبارہ پڑھی جائیں گی راسخ اور محکم فتویٰ ہے۔ فقہاء نے یہاں تک لکھا ہے کہ جب قبیلے کے رخ کا کچھ پتہ نہ چلے، نہ ممبر ومحراب ہے اندازہ لگائے، اگر بتانے والا نہ ہوتو ''پتہ چـــری'' فکر کیلئے جب یہ گاڑی میں بیٹھ رہا تھا تو قبلہ کس طرف تھا سوچ سمجھ کر نماز شروع کر دی اور پڑھ لی بعد میں پتہ چلا کہ بالکل الٹی سمت نماز پڑھ لی نماز ہوگئی تحری بوجہ معلومات اور علم نہ ہونے کے علم کے قائم مقام ہے۔ فقہاء نے یہاں تک لکھا ہے کہ دو آدمیوں نے نماز شروع کر دی ایک نے علم نہ ہونے کی وجہ سے سوچا سوچ بچار کے بعد ایک سمت کو طے کیا اور نماز پڑھ لی اور غلط نکلی نماز ہوگئی اور دوسرے نے بغیر سوچے سمجھے اور بغیر تحری اور اجتہاد کئے ویسے نماز پڑھ لی اور پھر پتہ چلا صحیح ہے یہ غلط ہے نماز نہیں ہوئی کالعدم ہے اس نے بغیر تحری کے نماز پڑھی یہ نماز دوبارہ پڑھی جائے گی۔

اس قسم کے مسائل کم بیان ہوئے ہیں چنانچہ میری درخواست پر حضرت مولانا یوسف لدھیانوی مرحوم نے اپنے زمانے میں جنگ میں بار بار لکھا ریل گاڑی میں بغیر قیام اور قبلہ معلوم کئے بغیر جو نمازیں پڑھی گئی وہ نمازیں نہیں ہوئیں دوبارہ پڑھی جائیں گی۔

الحمد للہ سب سے پہلے حضرت کو میں نے توجہ دلائی اس پر کم لکھا جارہا ہے لوگ سیٹ پر بیٹھ کر ٹانگیں پھیلاتے ہیں اور جدھر منہ ہو نماز پڑھ لیتے ہیں سامنے مسجد نظر آرہی ہے

محراب ومینار مسجدوں کے نظر آرہے ہیں اس سے صاف قبلہ معلوم ہوسکتا ہے اس کو کوئی عذر نہیں ہے کھڑے ہونے میں لیکن یہ کھڑا نہیں ہو رہا۔

وہ ایک علیحدہ مسئلہ ہے کہ بعض بزرگان دین کی رائے یہ ہے کہ ہوائی جہاز میں نماز نہیں ہوتی بعض بڑے علماء اور قابل احترام بھی اس میں رہے ہیں لیکن درست اور صحیح بات یہ ہے کہ ہوائی جہاز میں نماز اس طرح ادا ہوگی جیسے اپنے گھر اور پلنگ کے سامنے نماز ہوتی ہے کوئی شک نہیں کراہیت تک نہیں ہے۔

انسانی زندگی میں عدل اور انصاف کا ہونا بہت ضروری ہے

انسانی زندگی میں عدل اور انصاف کے ساتھ رہنا اللہ تعالیٰ کے فضل اور احسان کا باعث ہے۔ اپنے اوقات کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے صرف کرنا، اپنی جوانی کو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں صرف کرنا، اپنا مال اور متاع کو اللہ کے دین پر صرف کرنا، اپنی اولاد کو اپنی تربیت اور علم میں رکھنا، اپنے پروگراموں کو شادی بیاہ میں بھی آپ دوستی میں بھی اور خفگی میں بھی اللہ کے دین کے پابند رہنا یہ عدل اور انصاف کا تقاضا ہے۔ آپ جیسے اپنے لئے بہتری چاہتے ہیں اپنے پڑوس کے لئے بھی چاہیں گے آپ جن عوامل سے خود نیک بنے ہیں ان ذرائع اور وسائل کو دوسرں کے لئے بھی پیش کریں گے جس طرح آپ کی بیماری سے صحت ہوئی ہے آپ ایک اور بیمار کو بھی اسی طرح مشاورت دیں گے علاج کی تجویز دیں یہ عدل ہے بہت بڑا انصاف ہے اس پر اللہ کی طرف سے وعدہ ہے فضل کا احسانات کا اور مہربانیوں کا۔

سات سال کی عمر میں بچوں کو نماز کا حکم دینا ضروری ہے

''مروا اولادکم بالصلوٰۃ وھم ابناء سبع سنین '' (ابوداؤد ص ۷۱، ترمذی ج ۱ ص ۹۲) سات سال سے بچوں کو نماز کا کہو اور چار سال چار ماہ چار دن اور دن کی چار گھڑیاں جب گزر جائیں تو ان کو کلمہ پڑھاؤ نماز سکھاؤ اور اچھی اچھی باتیں ان کو سمجھاؤ اور بری باتوں سے دور رکھو جیسے آپ ان کو سمجھائیں گے وہ ایسے ہی ہو جائیں گے آپ آیتیں پڑھیں وہ قرآن کا حافظ ہو جائے گا آپ علماء کی تعریف کریں وہ علماء دین کا عاشق ہو جائے گا آپ انہیں گانے سنائیں اور ڈانس دیکھائیں وہ ڈانسر بن جائے گا پورا صفحہ اخبار میں ڈانسروں کا آتا ہے یہ قوم کی ثقافت ہے، شرم تم کو مگر نہیں آتی

''مروا اولادکم بالصلوٰۃ '' اولاد کی تربیت کرو ان کو نماز پڑھاؤ ان کو نماز سکھاؤ '' وھم ابناء سبع سنین '' سات سال میں۔ یہ تربیت چار سال چار ماہ چار دن سے شروع ہوگئی تھی، سات سال ہوگئے اب فجر میں بھی آٹھائیں رات کو جلدی سلائیں ان کی ماں اصل گاڑی ہے اس کو سیدھا چلانا ہے رات کو پروگراموں کو ترک کرنا ہے '' نھی رسول اللہ ﷺ عن سمر اللیالی '' پیغمبر نے رات کو قصے کہانیاں منع فرمائی کیونکہ اس سے فجر متاثر ہونے کا اندیشہ ہے، زمانہ جاہلیت میں لوگ عشاء کے بعد دیر تک جاگتے قصے کہانیاں سناتے اور پھر نتیجہ کیا ہوتا صبح دس گیارہ بجے اٹھتے ہیں پھر دفتر فون کرتے ہیں آج میں نہیں آؤنگا تنخواہ آپ میری بھیج دینا حرام خور تمہیں شرم بھی نہیں آئے گی تمہاری ملازمت صبح آٹھ بجے سے شام پانچ بجے تک ہے اور تم مہینے کے سارے دن جمع کرلو کتنے دن تم گئے ہو بڑا

افسر یعنی بڑا حرام خور بڑا عہدہ دار جس سے کوئی پوچھنے والا نہیں ان کی ہڈیاں گوشت چربی سب حرام کی بنی ہوئی ہیں۔

حلال رزق نعمت خداوندی ہے

اب سن لو بڑے کو حکم مل رہا ہے بڑا کون ہے '' یا ایھا الرسل '' اے پیغمبرو '' کلوا من الطیبت '' کھاؤ صاف ستھرا حلال '' واعملوا صالحا '' اور نیک اعمال کرو '' انی بما تعملون علیم '' (سورۂ مومنون آیت ۵۰) میں تمہارے اعمال کو جانتا ہوں، '' یا ایھا الذین امنوا کلوا من طیبت ما رزقنکم واشکروا اللہ ان کنتم ایاہ تعبدون '' (سورۂ بقرہ آیت ۱۷۲) اے ایمان والو اگر تم صرف اللہ ہی کی عبادت کرتے ہو تو حلال کھانے کی بھی کوشش کرو صرف ایک اللہ کی عبادت کرنے والا موحد متبع سنت صرف اس پر نہیں نجات پائے گا کہ اس نے درگاہوں کو نہیں پکارا وہاں دعا و شرک نہیں کیا یہ کھا کس طرح رہا ہے اور کما کہاں سے رہا ہے اس لئے فرمایا '' ان کنتم ایاہ تعبدون '' اور جنہیں خدا نے حلال نصیب کیا ہے '' واشکروا اللہ '' اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو '' ان کنتم ایاہ تعبدون '' عدل یہ ہے نظام حیات نظام جسم اس کا استعمال شریعت کے مطابق کرو، اسی پر اللہ تعالیٰ کا عہد فضل ہے، اللہ کا وعدہ ہے کہ احسان کروں گا۔

جائز کام کی سفارش جائز اور ناجائز کام کی سفارش ناجائز ہے

امام ابن سیرین کی خدمت میں ایک شخص آیا اور اس نے کہا کہ بادشاہ کے ہاں میری سفارش کرو وہ آپ کی بڑی عزت کرتا ہے امام ابن سیرینؒ نے کہا یہ کام تو جائز نہیں

ہے اور نا جائز کام کی سفارش نا جائز ہے جائز کام کی سفارش جائز ہے ثواب کے کام کی
سفارش ثواب ہے۔

حضرت اقدس قافلہ حق کے آخری سالار فقہ اور فتویٰ کے تاجدار میدان سیاست
کے فاتح علماء اور اولیاء کا مرجع اور معدن حضرت مولانا مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی
جیب میں بے انتہاء درخواستیں ہوتی تھیں حج اور عمرہ کے لئے، مجھے حج پہ جانا ہے اس پر لکھتے
تھے کہ فلاں فلاں کو فون لگاؤ ایک زمانے میں جنرل ضیاء سے سخت ناراضگی تھی ان کا نام نہیں
سنتے تھے لیکن ایک بوڑھے آدمی نے حضرت کو کہا عمر اتنی گزر گئی میرا نام نہیں آتا میں مر جاؤں
گا بغیر حج کے میرے اوپر حج فرض ہو چکا ہے حضرت نے فون لگایا (میں اس وقت موجود
تھا) اس وقت بڑے خاص طریقے سے ان کو کہا آپ سے ناراضگی اپنی جگہ ڈائریکٹر حج کو
سمجھاؤ کہ اس بوڑھے کو ساتھ لے جائے اس نے کہا ان شاء اللہ دس گھنٹے کے اندر اندر اس
کا سارا کام سیٹ ہو جائیگا۔حضرت فرماتے تھے کہ دیکھو پیسہ وہ خرچ کرے گا محنت وہ کرے
گا گھر بار وہ چھوڑے گا ہم سفارش کریں گے اتنا ہی ثواب ملے گا کتنا آسان ثواب ہے اتنے
بلند مرتبے پر ثواب کی طلب تڑپ ثواب کمانے کے لئے بے چینی وہ دیکھنے کی تھی۔

تو امام ابن سرینؒ کو کسی نے کہا کہ اس کام کے بارے میں بادشاہ سے سفارش
کرو تو حضرت نے کہا یہ تو جائز نہیں ہے اس نے کہا کوئی فرق نہیں پڑتا ایسا ہوتا ہے ابن
سیرین نے کہا نا جائز ہونے کے باوجود میں کرلوں، تو انہوں نے کہا حضرت بڑی مہربانی
، سردی کا موسم تھا سامنے آگ جل رہی تھی حضرت نے فرمایا آپ اس انگارے پر انگلی رکھیں
اس نے کہا حضرت جل جاؤں گا آپ نے فرمایا میرے لئے ایک انگلی جلانے کیلئے تیار نہیں

ہو میں نا جائز سفارش کر کے تیرے لئے اپنا پورا جسم ہمیشہ کے لئے جہنم میں کیوں ڈالوں
کر کے۔

اللہ تعالیٰ عدل اور فضل کی توفیق نصیب فرمائے۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

الحمد لله جل وعلاء وصلى الله وسلم على رسوله المصطفٰی ونبیه المجتبٰی وامینه علی وحی السماء وعلی آله النجباء واصحابه الاتقیاء افضل الخلائق بعد الانبیاء ومن بهدیهم اقتدیٰ وبآثارهم اقتفٰی من المفسرین والمحدثین والفقهاء الی یوم الجزاء امابعد!

فاعوذ بالله من الشیطن الرجیم   بسم الله الرحمن الرحیم

اِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ یَهْدِیْ لِلَّتِیْ هِیَ اَقْوَمُ وَیُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِیْرًا ۝ وَّاَنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ۝ وَیَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالْخَیْرِ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا ۝ وَجَعَلْنَا الَّیْلَ وَالنَّهَارَ اٰیَتَیْنِ فَمَحَوْنَآ اٰیَةَ الَّیْلِ وَجَعَلْنَآ اٰیَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَالْحِسَابَ ؕ وَكُلَّ شَیْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِیْلًا ۝

(سورۂ اسراء آیت ۹ تا ۱۲)

اللھم صلی علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد کما صلیت علیٰ ابراھیم
وعلیٰ آل ابراھیم انک حمید مجید

اللھم بارک علیٰ محمد وعلیٰ آل محمد کما بارکت علی ابراھیم
وعلیٰ آل ابراھیم انک حمید مجید

قرآن کریم اور مسلمان کا رشتہ

اچھے اور مقبول اعمال میں سے بہترین عمل قرآن کریم کے ساتھ سروکار ہے۔ مسلمان کے قرآن شریف سے کئی رشتے اور روابط ہیں، سب سے بڑا اور بنیادی رشتہ جو ایمان کی وجہ سے قرآن کریم سے قائم ہوا ہے وہ اعتقادی تعلق ہے۔

مسلمان کا ایمان اور عقیدہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ شانہ نے آسمان سے ساری نسل انسانی کی ہدایت کے لئے جو خزانہ اور سوغات بھیجی ہے وہ قرآن کریم کی شکل میں ہے۔ یہ اعتقادی مسئلہ ہے اور ایمان کے باب میں سے ہے۔ جتنی بھی آسمانی کتابیں آئی ہیں سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے منزّل ہیں، تو ریت، زبور، انجیل اور ان کے علاوہ دیگر صحائف بھی، لیکن کسی بھی کتاب کو تمام زمانوں کے لئے اور تمام جہانوں کے لئے لازم کر دینا اور اس کے ساتھ ہدایت منسوب کر دینا، یہ شان اللہ تعالیٰ نے صرف قرآن کریم کو عطا فرمائی۔ اس تعلق اور ایمان کی وجہ سے ہر مسلمان کو قرآن شریف کا کچھ نہ کچھ حصہ ضرور یاد ہوتا ہے اور ہمیشہ ہوتا رہے گا۔ انسان چاہے کسی بھی رنگ اور نسل کا ہو، کسی بھی قوم اور زمانے کا ہو، کسی بھی آبادی اور علاقے کا مسلمان ہو لیکن قرآن شریف کا کچھ نہ کچھ حصہ ضرور اس کے سینے میں محفوظ ہوگا، کچھ نہ ہو تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم اور سورۂ فاتحہ جو قرآن کریم کی بنیاد ہے اور پہلی سورت ہے اور تمام مضامین اور تمام علوم کا نچوڑ و خلاصہ ہے ضرور یاد ہوگی۔ اسی طرح نماز میں پڑھنے کے لئے اسے کچھ سورتیں بھی یاد رہتی ہیں۔ یہ ایک ایسا تعلق ہے، جیسا کہ کلمۂ اسلام اور مسلمان کا تعلق ہے کہ جب تک کلمہ انسان سچے دل اور تصدیق کے ساتھ نہ پڑھے

تو مسلمان نہیں ہوتا۔

کلمۂ اسلام اور مسلمان کا رشتہ

یہی وجہ ہے کہ ابوطالب کے جب مرنے کا وقت قریب آیا تو صحیح بخاری میں ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ ان کے پاس تشریف لے گئے اور ارشاد فرمایا کہ ''ای عم قل لا الہ الا اللہ کلمۃ احاج لک بھا عند اللہ'' (بخاری شریف ج۲ص۷۰۲) اے میرے چچا جان وہ کلمہ پڑھ لیجئے کہ جس کے پڑھنے کے بعد قیامت کے دن میں آپ کی شفاعت کرسکوں۔ اس سے کئی مسائل معلوم ہوگئے ایک تو یہ کہ اگر یہ کلمہ نصیب نہ ہوا تو کسی رشتہ دار اور قرابت دار کو رشتے اور قرابت سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوگا، ابوطالب جس کے حضرت ﷺ پر بہت سارے احسانات بھی تھے اور قرابت میں بھی وہ سب سے قریبی تھے، چچا تھے اور آنحضرت ﷺ کے ساتھ تعلق بھی کافی دیر تک اور طویل رہا ہے لیکن جناب نبی کریم ﷺ جو تمام قرابتوں اور تمام رشتوں کے اوپر شفاعت کی بنیاد بیان فرماتے ہیں تو وہ یہ ہے کہ اگر اس کلمے کو پڑھیں گے تو قیامت کے دن شفاعت کرسکوں گا۔ گویا سب سے بڑا تعلق جو اللہ تعالیٰ کا بندے سے پیدا ہوتا ہے وہ کلمے کے ذریعے ہے۔ ابوطالب تو عبدالمطلب کا بیٹا تھا اور عبدالمطلب جناب نبی کریم ﷺ کے دادا ہیں اور ابوطالب عبداللہ کے بھائی تھے اور عبداللہ جناب نبی کریم ﷺ کے والد تھے اور عملی طور پر کعبے کے متولی تھے، بنو ہاشم سارے کے سارے متولیان کعبہ تھے۔ سب کچھ تھا، نسب بھی اعلیٰ، حسب بھی اعلیٰ لیکن ایمان نہ ہونے کی وجہ سے ہر چیز رد کردی گئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ کلمات ادا کرلیں کہ جن کی وجہ

سے میں سفارش کرسکوں ورنہ کچھ بھی نہیں ہوگا۔ ساری خدمات کالعدم، نسب کا اونچا ہونا کالعدم، کعبہ کا متولی ہونا کالعدم اگر کچھ باقی رہا تو ایمان کا کلمہ۔ وہ جتنے بھی بتوں کی پوجا کرتے تھے سب بیکار کوئی ایک بھی کام نہیں آیا۔ انہوں نے اپنے حساب سے کعبہ میں بے شمار بت نصب کئے تھے۔ ان کی ہر ضرورت اور ہر حاجت کے لئے ایک معبود مقرر کیا گیا تھا، یہ بارش برسانے کے لئے ہے، یہ بارش روکنے کے لئے ہے، یہ اولاد دینے کے لئے ہے، یہ رشتہ کرانے کے لئے ہے، یہ کاروبار چلانے کے لئے، یہ سفر پر جانے کی اجازت دینے کے لئے ہے، یہ دشمن پر فتح اور نصرت پانے کے لئے ہے، یہ دشمن کو نیست ونابود کرنے کے لئے اور مختلف حوائج اور مختلف کاموں کے لئے مختلف خدا بنائے گئے تھے۔

قرآن کریم میں ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے جیل خانے میں جو قیدیوں کو تقریر کی اس میں بھی یہی بات فرمائی ''یٰصاحبی السّجن ءارباب مّتفرّقون خیر ام اللہ الواحد القھّار'' (سورۂ یوسف آیت ۳۹) اتنے سارے کاموں کیلئے اتنے سارے خدا جبکہ یہ سارا کام ایک زورآور خدا ہی کرسکتا ہے۔

مسلمانوں کے زوال کے اسباب

جس دن سے خلافت ختم ہوئی اور اسلامی نظام ختم کیا گیا اس وقت سے مسلمانوں میں دینی کمزوری آئی اور مسلمان پسپا ہونا شروع ہوگئے اور ان میں شرک بھی داخل ہوگیا اور بدعات بھی داخل ہوگئیں۔ خلافتیں تین زمانوں میں ختم ہوئی ہیں۔

سب سے پہلے ۶۵۶ھ میں بنوعباس ختم ہوئے، یہ اسلام کا پہلا سانحہ ہے کہ

خلافت اسلامیہ اطراف اور اکناف میں جڑ سے اکھیڑ کر ختم کردی گئی اور اس کے اسباب اور عوامل بڑے مفصل ہیں اور بہت دردناک ہیں صرف ایک جمعے کی نشست اس کی متحمل نہیں ہوسکتی، کسی طویل نشست میں یا تفسیر کی نشست میں، میں اس کو عرض کروں گا۔ ۶۵۶ ھ یہ وہ دور ہے کہ آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر وہ دن بھی لوگوں نے دیکھا کہ بغداد میں خلیفہ معتصم کے چار ہزار وزراء، علماء اور مفتیین ایک دسترخوان پر ذبح کیے گئے۔ علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے سیر الاعلام میں لکھا ہے کہ اس وقت بغداد کی سترہ لاکھ کی آبادی تھی جس میں سے صرف تین لاکھ رہ گئے تھے، باقی سب قتل کر دیئے گئے۔ اس سے قبل ایک سانحہ ۵۵۸ ھ کا ہے اور تیسرا سانحہ بعد میں ۱۲۷۲ ھ کا ہے جس میں سلطنت مغلیہ تخت وتاراج کی گئی۔ یہ تینوں ادوار بنوعباس اور غزنوی حکومتیں اور اسکے بعد مغل سلطنتیں درمیان میں ہندوستان میں بلبن اور غلامان ساسانی اور یہ سارے لوگ آئے ہیں۔ ان تمام ادوار میں اسلام عملاً نافذ تھا، قانونی شکل میں اسلام تھا اور اسلام کے نفاذ کے وقت کسی کو بغاوت کرنے کی اجازت نہیں تھی۔ یہ جتنے اختلافات دنیا میں ہیں ان کی کوئی حقیقت نہیں تھی اسلامی نظام کا اتنا زور تھا کہ سوائے اسلامی روایات کے کسی بھی چیز کی قدر و قیمت نہیں تھی اور نہ ہی کوئی اور مذہب رائج تھا کیونکہ مذہب کوئی بھی آسانی نہیں ہے سوائے اسلام کے۔

اورنگزیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کی ایک حکایت

اورنگزیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں ایک سید صاحب دربار میں بہت آتے جاتے تھے اور ظاہری خلق اور عادات اور عرف کی وجہ سے بادشاہ بھی ان کا معتقد تھا

اور ان کا بہت احترام کرتا تھا۔ جب کچھ زمانہ گزر گیا تو اس نے اورنگزیب عالمگیر کے دربار میں اتنی وقعت پیدا کر لی کہ جس خط پر سید صاحب سفارش لکھ دیتے تھے، بادشاہ اس کو رد نہیں کرتا تھا اور اس پر احکامات جاری کر دیتا تھا۔ جب اسے پورا یقین ہوگیا کہ بادشاہ میرا پکا معتقد ہوگیا ہے اور جو میں کہتا ہوں وہی کرتا ہے تو اس نے بادشاہ کے نام ایک خط لکھا اس میں لکھا کہ شیعہ کہتے ہیں کہ جمعے کے دن ائمہ اطہار یعنی ائمہ معصومین کا نام خطبے میں شامل کرلیں ان کا بھی احترام ضروری ہے اور آپ خطیبوں کو حکم دیں کہ خطبوں میں ان کا نام بھی شامل کرلیں۔ اس خط کو دیکھ کر اورنگزیب بادشاہ نے اسے سامنے رکھا اور قاضی القضاۃ کو طلب کیا اور ان سے درخواست کی کہ اس خط کا جواب آپ دیں، قاضی القضاۃ نے کہا کہ چونکہ بادشاہ سلامت کی ان سے عقیدت ہے اس لئے میری جواب دہی سود مند نہیں ہوگی۔ قاضی القضاۃ کا مطلب یہ تھا کہ یہ جرأت اور بے باکی اس لئے پیدا ہوئی کہ آپ ان کا بہت زیادہ احترام کرتے تھے لیکن اہل علم کا کلام ذومعنیین ہوتا ہے اور وہ نشانے پر ہوتا ہے۔ اورنگزیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ نے اہلسنت اور شیعہ دونوں کے علماء کو جمع کیا اور ان سید صاحب کو بھی بلوایا جنہوں نے خط لکھا تھا۔ اسے بہت احترام کے ساتھ آگے بٹھایا گیا اور اس کے بعد اورنگزیب عالمگیر رحمہ اللہ نے اس کا وہ خط پڑھا اور پڑھ کر اس سے کہا کہ یہ خط آپ نے لکھا ہے اس نے کہا کہ ہاں پھر بادشاہ نے جواب دیا کہ آپ کو معلوم ہونا چاہئے کہ اہلسنت والجماعت جو پیغمبر اور صحابہ کی جماعت ہے وہ آپ کے اس خط کو غلط سمجھتے ہیں۔ اس لئے خطبہ جمعہ میں صرف حضرت ابوبکر، عمر، عثمان، علی اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کا نام ہوگا اور کسی بھی غیر صحابی کا نام نہیں ہوگا۔

چونکہ خلافت نافذ تھی اور بادشاہ میں خود ایمان موجود تھا تو جس قدر بھی ذاتی تعلق تھا لیکن دین کو متاثر نہیں ہونے دیا۔ آج جب حکومتوں کے ریلے پیلے اوپر نیچے ہوتے ہیں تو اس کا سب سے زیادہ اثر اہل دین پر پڑتا ہے، بلکہ بیشتر ارکان حکومت کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ کسی طریقے سے اہل دین اور اہل ایمان کو پریشان کر دیا جائے۔ چنانچہ ہمارا ایک وزیر اعظم جس دن اپنی پہلی تقریر کر رہا تھا تو اس نے پہلا لفظ زبان سے یہ نکالا کہ جمعے کی تعطیل ختم کر دی جائے گی۔ آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر ایسی سرکشیاں اور بغاوتیں بھی دیکھنے میں آئی ہیں، خدا تعالیٰ نے بھی اپنی شان کے مطابق سزائیں دینے کا انتظام فرمایا جو آپ نے بھی دیکھا اور سب نے دیکھا۔ اس لئے جتنی بھی خلافتیں رہی ہیں اس میں ملت اسلامیہ اور ان میں مسلمانوں کے عقیدہ اور عمل کو بنیادی طور پر محفوظ رکھا جاتا تھا۔

امت محمدیہ کا تمام امتوں پر گواہ ہونا

اعمال اور عقائد کی پونجی اور سرچشمہ اول قرآن کریم ہے اور پھر جناب نبی کریم ﷺ کی احادیث مبارکہ اور سنت مبارکہ ہے۔ قرآن کریم سے ایک تعلق تو ایمان کا ہے اور وہ اتنا مستحکم ہے کہ چودہ سو سال کے بعد آنے والا مسلمان اور دو ہزار سال بعد آنے والا مسلمان بھی اللہ کے دین کا یہ حق رکھتا ہے کہ وہ محمد رسول اللہ ﷺ کا امتی کہلائے، اس کو اتنی وجاہت حاصل ہو جاتی ہے کہ یہ امید کی جا سکتی ہے کہ قیامت کے دن جو بہت ہی زیادہ پرخطر اور پر ہیبت دن ہوگا (اللہ اپنے فضل و کرم سے آسان فرمائے) رسول اکرم ﷺ کی شفاعت جو نجات کی پونجی ہے وہ اس شخص کو نصیب ہوگی، وہ صرف اس کلمے کی وجہ سے اور ایمان کی وجہ سے

ہے، دیکھیں آنحضرت ﷺ نے یہی فرمایا ”ای عم قل لا الہ الا اللہ کلمۃ احاج لک بھا عند اللہ“۔ مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ قیامت کے دن شفاعت صرف اور صرف مسلمانوں کی ہوگی۔ ہر رسول اور ہر نبی بارگاہ الٰہی میں ان لوگوں کی شفاعت کی درخواست کریگا جو ان پر ایمان لائے ہونگے ”ویکون الرّسول علیکم شھیدا“ (سورۂ بقرہ ۱۴۳) پہلی گواہی رسول اللہ ﷺ دیں گے تمام انبیاء علیہم السلام کے صدق و دیانت کی کہ خدایا ان تمام پیغمبروں نے آپ کا پیغام بڑی دیانت کے ساتھ اپنی اپنی امتوں تک پہنچایا، دوسری گواہی آپ ﷺ دیں گے اپنی امت کے حق میں کہ یہ امت صادق اور سچی امت ہے اور یہ جو گواہی دے رہے ہیں یہ درست ہے اور تیسری گواہی آپ ﷺ دیں گے اپنی امت کے گناہ گاروں کو بخشوانے کے لئے، بڑے بڑے جرائم پیشہ افراد جو ایمان پر مرے ہوں ان کی بھی مغفرت کی گنجائش ہے اور اللہ کے فضل و احسان سے امید ہے کہ انہیں بھی رسول اللہ ﷺ کی شفاعت نصیب ہوگی۔ صحیح مسلم میں ہے کہ قیامت کے دن قوموں سے جب پوچھا جائے گا کہ تمہارے ہاں فلاں پیغمبر نوح، صالح، ہود علیہم السلام تشریف لائے اور ساری بات سمجھائی اور تم نے ان سب کی تکذیب کی، قرآن کریم میں بھی ہے کہ وہ کہیں گے ”ما جاءنا بشیر و لا نذیر“ (سورۂ مائدہ آیت ۱۹) ہمارے پاس کوئی بھی نہیں آیا تھا۔ پھر انبیاء علیہم السلام سے پوچھا جائے گا کہ آپ نے ان قوموں تک ہمارا پیغام کیوں نہیں پہنچایا، جبکہ اللہ تعالیٰ کو سب کچھ معلوم ہے لیکن یہ ایک عدالت کا نظام ہے جس میں باز پرس ضروری ہوتی ہے۔ انبیاء کرام فرمائیں گے کہ یا اللہ آپ نے جو پیغام دیا تھا وہ بڑی دیانت کے ساتھ اور ذمہ داری کے ساتھ ہم نے ان تک پہنچایا تو حق تعالیٰ فرمائے گا کہ اب گواہ پیش کرو کیونکہ یہ امتیں تو مانتی نہیں۔

رسول کریم ﷺ کی امت کو بطور تصدیق اور مصدق کے پیش کیا جائے گا ''
وکذٰلک جعلنکم امۃً وّسطاً لتکونوا شھدآء علی الناس ویکون الرّسول علیکم شھیدا ''(سورۂ بقرہ آیت ۱۴۳) اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے تمہیں اعلیٰ امت بنایا ہے، امت وسطیٰ بنایا ہے''وسط الشئی اعلی الشئی ''تا کہ تم قیامت کے دن اور لوگوں پر بھی گواہی دے سکو۔ جب یہ امت گواہی دے گی تو اس کی تصدیق جناب نبی کریم ﷺ فرمائیں گے۔ اس امت کی تصدیق کا گذشتہ کافر امتیں انکار کریں گی اور وہ کہیں گے کہ انہوں نے (امت محمدیہ) نے تو ہمارا زمانہ پایا ہی نہیں ہے ان کو کیا حق ہے ہمارے خلاف گواہی دینے کا۔

شہادت کی دو اقسام

بعض مبتدعین کا بھی یہی خیال ہے کہ گواہی صرف اس کی ہوتی ہے جو دیکھے، جس نے دیکھا نہیں ہے وہ کیسے گواہی دے سکتا ہے۔ گواہی دو طرح دی جاتی ہے''وانما یجوز للشاھد ان یشھد بالا شتھاد و ذٰلک بالتواتر ''فقہ حنفی کی معتبر کتاب ھدایہ میں ہے کہ گواہی کبھی تو دیکھنے سے ہوتی ہے جیسے بیشتر امور میں دیکھنے سے آدمی گواہی دیتا ہے'' او بما اخبار من یثق ''(ہدایہ ج ۲ ص ۱۵۹ کتاب الشہادت المصباح') اور کبھی کبھی معلومات کی بنیاد پر گواہی ہوتی ہے۔ جیسے ہم گواہی دیتے ہیں کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام خدا کے پیغمبر تھے، ہم گواہی دیتے ہیں کہ عیسیٰ مسیح بغیر مس بشر کے بطن مریم سے پیدا ہوئے، ہم اس بات کی بھی گواہی دے سکتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ مسیح عنصری موت کے ساتھ فوت نہیں ہوئے بلکہ زندہ آسمان پر اٹھائے گئے ہیں، اس بات کی گواہی دینا بھی ہمارے ایمان کا حصہ ہے کہ عیسیٰ مسیح

قرب قیامت میں رسول اللہ ﷺ کے ایک وفادار جرنیل کی حیثیت سے اس زمین پر تشریف لائیں گے۔ کیونکہ ہر نبی اور رسول کو جب محمد رسول اللہ ﷺ کا مقام سمجھا دیا گیا تو انہوں نے آرزو کی کہ کاش میں ان کا امتی ہوتا۔ نبوت ایک بڑا مقام ہے لیکن رسول اللہ ﷺ کے امت کا ایک فرد ہونا یہ بھی ایک بڑا اعزاز ہے یہ اور بات ہے کہ امت دوسری چیزوں میں پڑ گئی اور انہیں یہ عزائم اور یہ مفاخر بھول گئے۔ اگر امت محمدیہ کو یہ مکارم اور محاسن یاد ہوتے تو کوئی بھی امتی قصداً اپنے نبی کی مخالفت نہیں کرتا یہ بہت ہی مستبعد اور بہت ہی مکروہ بات ہے کہ ایک امتی جان بوجھ کر بحواس خویش بیداری کے عالم میں اپنے رسول اور نبی کی مخالفت کرے اور اس کے احکامات کو پیچھے چھوڑ دے۔

ایران کے مشہور شاعر کی حکایت

مشہور قصہ ہے کہ ایک ایرانی شاعر اور مشہور شاعر مرزا بیدل کسی مشاعرہ میں آمنے سامنے ہو گئے۔ اس زمانے میں علم کا دور دورہ تھا اور بادشاہوں میں علمی صلاحیتیں تھیں اور وہ عرب و عجم ،شرق و غرب کے علماء اور شعراء کو جمع کرتے تھے۔ تو ایک ایرانی شاعر نے بڑا اچھا کلام پڑھا جس میں اس نے جناب نبی کریم ﷺ کے مناقب اور مراتب بڑے ہی اعلیٰ انداز میں بیان کئے۔ اس کے بعد مرزا بے دل نے ان سے پوچھا کہ کلام تو آپ کا بڑا پرسوز ہے لیکن چہرہ بالکل صاف ہے چاہیے کہ اس کلام کا رنگ چہرے پر بھی ہوتا۔ اس شاعر نے اپنے خاص انداز میں کہا کہ یہ ٹھیک ہے لیکن ''دل کسے را نمی خراشم ''میں کبھی کسی کی دل آزاری نہیں کرتا۔ تام طور پر داڑھی نہ رکھنے والے اس زعم اور خیال میں

ہوتے ہیں کہ ہم بہت اچھے ہیں اور ہمارے اخلاق بھی بہت اچھے ہیں اگر ایک داڑھی نہیں ہے تو کون سی قیامت ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ زمین پھٹے اور یہ آسمان نیچے گر جائے تو یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے جتنا بڑا گناہ اور سانحہ داڑھی کا منڈوانا ہے۔ ان کا یہ خیال ہے کہ یہ کوئی اختیاری چیز ہے کوئی رکھے اور کوئی نہ رکھے پہلے تو یہ سمجھا جائے کہ داڑھی کا حکم آیا ہے اور دوسرا یہ سمجھا جائے کہ محققین اور فقہاء دین کا یہ فیصلہ ہے کہ یہ واجب ہے اور ترک واجب عمداً یہ گناہ ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر جناب نبی کریم ﷺ تک جتنے بھی انبیاء کرام تشریف لائے سب کی داڑھی تھی، تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی اس سنت پر سختی سے عمل پیرا رہے، تمام ائمہ مجتہدین، محدثین اور فقہاء نے بھی اس سنت کا دل وجان سے احترام کیا۔

مرزا بیدل نے اس کو برجستہ کہا کہ یہ ٹھیک ہے کہ آپ کسی کی دل آزاری نہیں کرتے ہونگے لیکن اس سنت کے محفوظ نہ رہنے سے آپ جناب نبی کریم ﷺ کی دل آزاری مسلسل کر رہے ہیں۔

جنابِ نبی کریم ﷺ کی سنت اور امت کا فرض

کیونکہ سنت کے احیاء سے پیغمبر ﷺ کو خوشی ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ جب سنت فوت کی جائے گی اور اسے ترک کیا جائے گا تو سب سے زیادہ صدمہ جناب نبی کریم ﷺ کو ہوگا، کیونکہ سنت پیغمبر کا عمل ہے اور پیغمبر کے کردار کا نام ہے۔ اس لئے امت کو اس بات کا خیال کرنا چاہئے کہ اللہ رب العالمین نے ایک فخر اور شرف ہمیں عطا کیا اور ہمیں محمد رسول اللہ ﷺ کی امت میں پیدا کیا، تو ہر نعمت کے شکر کا کوئی نا کوئی طریقہ ہوتا ہے، جیسے اللہ نے

ہمیں زندگی اور صحت عطا فرمائی ہے بہترین گھر دیا ہے تو اس کا شکر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی خوب عبادت کی جائے، اس کے احکامات کی پیروی کی جائے، اس کے دین کی سربلندی کے لئے کوششیں کی جائیں اور نافرمانی اور سرکشی سے بچا جائے۔ قرآن کریم میں باقاعدہ حکم ہے کہ تم شکر بجالاؤ کیونکہ شکر سے نعمتیں بڑھادی جاتی ہیں "لئن شکرتم لازیدنکم" (سورۂ ابراہیم آیت ۷) ایک اور جگہ فرمایا کہ "وقلیل من عبادی الشکور" (سورۂ سبا آیت ۱۳) کیونکہ بندوں میں شکر انے کی عادت کم ہورہی ہے۔

شکرانِ نعمت اور کفرانِ نعمت

شکر کی ابتداء ایک مختصر عمل سے ہوتی ہے لیکن اس کی انتہا بہت بھاری بھر کم ہوتی ہے، یہی حال ناشکری کا بھی ہے کہ ابتداء میں کوئی ایک نعمت کا انکار کر لیتا ہے یا لحاظ نہیں کرتا تو وہ ناشکرا ہوجاتا ہے، لیکن ایک وقت ایسا آجاتا ہے کہ وہ اپنے منعم اور محسن، خالق و مالک حقیقی اللہ بزرگ و برتر سے منہ موڑ لیتا ہے۔ قرآن کریم میں اس لئے اللہ رب العالمین نے شکر اور کفر کو مقابلے میں ذکر کیا "واشکروالی ولا تکفرون" (سورۂ بقرہ آیت ۱۵۲) شکر بجالاؤ اور کفر مت کرو، گو اس کا معنیٰ "ناشکری مت کرو" سے کیا گیا ہے مگر صیغہ تکفرون کا استعمال ہوا "ولا تکفرون"، اشارہ ہے کہ اگر یہی عادت رہی تو یہ انسان جو آج اپنے رب کا ناشکرا ہوا ہے کل کو کفر میں بھی مبتلا ہو جائے گا۔

سنن، نوافل اور مستحبات کا تحفظ بھی ضروری ہے

فقیہہ ابو اللیث جو مذہب حنفی کے بڑے آئمہ میں سے ہیں وہ لکھتے ہیں کہ مستحبات

کے تحفظ کے لئے نوافل ضروری ہے اورنوافل کے لئے سنن ضروری ہیں،سنن کی حفاظت کے لئے سنت مؤکدہ کا خیال رکھا جائے اس کے لئے واجب کی حفاظت ضروری ہے اور سنن اورواجبات کا تحفظ کیا جائے تا کہ فرائض محفوظ رہیں ۔ یہ تمام کی تمام حفاظتی کوشش ہیں اورفرائض کی حفاظت سے اللہ ایمان محفوظ کرلیتا ہے ۔ابوداؤدشریف اورترمذی دنوں میں ہے کہ قیامت کے دن مؤمن کی فرض نمازیں جب تولی جائیں گی اوراس میں نقصان نکلے گا تو کہا جائے گا کہ اس کے تطوعات اورنوافل اورسنن کودیکھ لیا جائے ،اگر اس کی سنتیں نوافل اور یہ چیزیں موجودہوئیں اور یہ اس قابل بھی تھیں کہ فرضوں کے اندر جونقصان واقع ہوا تھا وہ پورا ہوسکے تو پورا کردیا جائے گا ۔ یہ تب ہوگا جب بندے کے پاس اتنے نوافل اورسنن اورمستحبات موجودہوں جو اس کے کام آسکیں ۔ اس لئے یہ کوشش کی جائے کہ انسان کے پاس فرائض کے علاوہ بھی خاطر خواہ موادموجودہوتا کہ فرائض محفوظ رہیں، اسی طرح زکوٰۃ مفروضہ،فرض زکوٰۃ کا حال ہے اورقربانی جوکہ واجب ہے اس کے لئے بھی احتیاط بتائی گئی ہے ۔اس کا طریقہ کار یہ ہے کہ اسے نفلی صدقات کا عادی بننا پڑیگا تا کہ اگر فرائض کا موقع آئے تو اس میں یہ بڑھ چڑھ کر حصہ لے ۔

مرتے وقت ایمان کا ہونالازمی ہے

یہ پورا نظام درست کرکے بندے کوآگے بڑھنے کا موقع دیا جارہا ہے اور یہ نظام جودین کے سلسلے میں مسلمانوں کے ہاں چل رہا ہے اوررائج ہے یہ اس بات کی کوشش ہے کہ بروزِقیامت یہ شخص اللہ تعالیٰ کے حضور مسلمان کھڑا ہواورسرخروہو۔اللہ رب العالمین

نے فرمایا ہے ’’یا ایھا الذین اٰمنوا اتقوا اللہ حق تقٰتہ ‘‘اے ایمان والواللہ سے ایسا ڈرو جس طرح ڈرنا چاہیے ’’ولا تموتنّ الا وانتم مّسلمون ‘‘اورمرنا نہیں مگراس حال میں کہ تم مسلمان ہو۔یعنی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میرے یہاں جب آؤتو اسلام کا ہونا اور ایمان کا ہونا ضروری ہے۔ظاہر بات ہے جب ایک شخص دوکان کرے گااورمرے گاتو دکاندارمرے گا،ایک شخص کھیتی باڑی کرے گا جب وہ مرے گاتو مزارع مرے گا،ایک شخص جوجوا کھیلےاورشراب پیئے گا اور مرے گاتو جوابازاورشرابی مرے گااورایک شخص جس نے ہمیشہ ایمان کا مظاہرہ کیا ہو،اعمال میں خوب بڑھ چڑھ کرحصہ لیا،کاروبار میں بھی ایمان کا بھر پورمظاہرہ کیا ہو،تمام گناہوں سے یکسر اجتناب کیا ہو، تو جب وہ مرے گاتو مسلمان مرے گا’’ولا تموتنّ الا وانتم مّسلمون ‘‘(سورۃ ال عمران آیت ۱۰۲)یعنی مرتے دم تک اسلام اوراسلام کے مقتضیات پر چلتے ہوئے مرو۔اس لئے جناب نبی کریم ﷺ نے اپنے چچا ابوطالب کوکہا کہ ’’ای عم قل لا الہ الا اللہ کلمۃ احاج لک بھا عند اللہ ‘‘ وہ کلمہ پڑھ لیجئے جس کی وجہ سے میں قیامت کے دن اللہ کے سامنے آپ کے لئے حجت کرسکوں ،بات کرسکوں اورشفاعت کرسکوں ۔اس موقع پر ذراغور کرلیں کہ حضرت ﷺ نے ’’احاج ‘‘کا صیغہ استعمال کیا ہے ۔اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی کوتا کید کے ساتھ فائدہ پہنچانا ۔اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کو یہ شان بھی عطا کی تھی کہ وہ ہرشخص پر منتہاء تک محنت فرماتے تھے ۔

عمل چھوٹا ہویا بڑا شریعت کی نظر میں وہ اس وقت قابل قدر ہوتا ہے جب نبی کریم ﷺ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق کیا جائے ۔آپ ﷺ نے تمام مسائل پر ایک جیسی محنت فرمائی ہے ۔مسئلہ چاہے چھوٹا ہو یا بڑا ،آنحضرت ﷺ کی کامل راہنمائی ہرقدم پر

موجود رہی ہے۔

قرآن کریم کا حفظ، نیک بختی یا بدبختی

آج کل ہمارے لوگوں میں ایک مرض پیدا ہو گیا ہے، وہ یہ کہ دینی مسائل کو بھی انہوں نے فیشن بنالیا ہے اور ان کو اپنے تابع کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

قرآن کریم اپنے بچوں کو حفظ تو کرواتے ہیں لیکن اس کے بعد پھر اس بچے کی تربیت کے بارے میں کچھ نہیں سوچتے۔ وہ قرآن کریم کی اس عظیم نعمت کو سینے میں لے کر سارے زمانے کی نا کردنیاں کرتا پھرتا ہے اور اس کا کوئی پرسان حال نہیں ہوتا۔ ان میں اکثر تو یاد کیا ہوا بھول ہی جاتے ہیں، یاد رہے کہ قرآن کی کوئی سورت یا آیت جب بھول جائے تو بہت مشکل سے دوبارہ بحال ہوتی ہے۔ علماء لکھتے ہیں کہ جو یاد کر کے پھر بھٹکتے ہیں اور بھولتے ہیں یہ یاد نہ کرنے والوں سے زیادہ زہریلے ثابت ہوتے ہیں۔ بہت ساروں کو جوش و خروش ہوتا ہے وہ یاد کر لیتے ہیں اس کے بعد تمام عمل قرآن کریم کے خلاف ہوتا ہے، نتیجے میں اللہ اس نعمت کو چھین لیتا ہے، اس لئے حفاظ کے لئے تذکار کو ضروری کہا گیا ہے۔ جب قرآن کریم حفظ کروایا جائے تو اس بات کا بھی اہتمام کیا جائے کو وہ حفظ ایک نعمت بنے ایسا نہ ہو کہ یہ حفظ آخرت کے روز بے عزتی اور رسوائی کا سبب بن جائے۔

بہترین عمل

جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مجھے امت کے اعمال پیش کیے گئے تو میں نے اس عمل کو بہت بڑا اور بہتر پایا کہ راستے میں ٹہنی ٹیڑھی ہو گئی تھی یا کانٹے دار چیز پڑی

ہوئی تھی جو کہ دوسروں کو ضرر دے رہی تھی اور کسی شخص نے اسے ہٹا دیا یہ سوچ کر کہ یہ چیز مسلمانوں کو تکلیف دے گی۔ راستوں کو درست رکھنا بھی ہر مسلمان کا فرض ہے۔ آج کل تو سب سے بہادر وہ ہے جو اپنے گھر کے سامنے جگہ پر جلدی قبضہ کرتا ہے چاہے اس پر اس کا حق ہو یا نہ ہو۔ اس سے نیکیاں گھٹ جائینگی اور آفات کا حملہ ہوگا۔ آج کل یہ رواج بنا ہوا ہے کہ بس اپنے دروازے کے اندر اندر تو سب کچھ ٹھیک ہو اور باہر کی کوئی بھی فکر نہیں کرتا بلکہ اپنے گھر کا کچرا بھی باہر پھینک کر بے فکر ہو جاتے ہیں، آگے جو ہو سو ہو، یہ مسلمان اور مہذب گھرانوں کا کام نہیں ہے، مسلمان تو کہتے اسے ہیں جو خود سے زیادہ دوسرے کا خیال کرتا ہے۔ یہ ہر مسلمان کا فریضہ ہے کہ جیسے گھر کے اندر اپنی حفاظت اور اپنے سکون کا خیال رکھتا ہے اسی طرح گھر کے باہر، گلی روڈ اور راستے جو ان کے گھر سے ملتے ہیں ان کی بھی صفائی ستھرائی کا خیال رکھیں۔ مسلمانوں کے یہاں یہ بہت اہم مسئلہ ہے جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم بلا ضرورت راستوں میں مت بیٹھو اور اگر بیٹھتے ہو تو راستے کا حق بھی ادا کرو، جو لوگ وہاں سے گزریں ان سب کو سلام کرو، اس میں یہ بھی تعلیم ہے کہ آدمی جب کسی کو کہتا ہے کہ اسلام علیکم ورحمۃ اللہ تو اس میں، اس بات کا بھی دخل ہے کہ کہیں میری وجہ سے آپ کو کوئی تکلیف تو نہیں؟۔ اسی طرح آنحضرت ﷺ نے ایک اور جگہ ارشاد فرمایا کہ میں نے جنت میں ایک شخص کو دیکھا وہ کبھی ادھر جا رہا ہے کبھی ادھر جا رہا ہے، نیا نیا جنت میں داخل ہوا ہے اور فرمایا کہ اسے جنت اس وجہ سے بھیجا گیا کہ اس نے ایک ٹہنی جو کہ کسی راستے میں پڑی ہوئی تھی اور اس کی وجہ سے لوگوں کا راستہ بند ہو رہا تھا، اس شخص نے اس ٹہنی کو کاٹ دیا۔ چنانچہ فقہاء نے یہ مسئلہ لکھا ہے کہ اگر کسی کے گھر کا درخت اس کے گھر سے

باہر نکلا ہوا ہے اور اس سے لوگوں کا راستہ بند ہو رہا ہے، تو راستے سے گزرنے والوں کو حق ہے کہ درخت کو کاٹ دیں کیونکہ یہ تو اہل خانہ کا فرض تھا اور جب انہوں نے یہ انتظام نہیں کیا تو راستے سے گزرنے والوں کا حق ہے کہ راستہ درست کریں۔

اتنا چھوٹا سا عمل ہے کہ ایمان کے ستر سے زیادہ درجات ہیں'' الایمان بضع وسبعون او بضع و ستون شعبة ''حدیث میں فرمایا کہ ایمان کے ساٹھ کے قریب درجات ہیں پھر فرمایا'' فافضلها قول لا اله الا الله '' سب سے بڑا درجہ لا الہ الا اللہ ہے جس کے ساتھ توحید کا اعلان ہوتا ہے اور ہر قسم کے شرک کی نفی ہو جاتی ہے۔'' وادناها اماطة الاذی عن الطریق والحیاء شعبة من الایمان ''(مسلم ج ۱ ص ۴۷) ادنیٰ سے ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ ضرر رساں چیز کو راستے سے ہٹا دیا جائے۔ اب جن چیزوں سے مسلمانوں کے راستوں میں تکلیف پیدا ہوتی ہے وہ سب اسلام کے حکم کے مطابق ہٹانے کے قابل ہیں۔

فتاویٰ عالمگیری سے ایک مثال : ایک مثال دیتا ہوں ذرا غور سے سن لیں فتاویٰ عالمگیری جو کہ حضرت اورنگزیب عالمگیر رحمہ اللہ نے ہندوستان، کاشغر، غزنی اور حجاز کے ۶۰۰ علماءِ کرام کو جمع کر کے ایک کمیٹی ترتیب دی تھی۔ آج ہمارے دور میں بھی کمیٹیاں بنتی ہیں۔ کہتے ہیں کہ ان میں دو بدعتی ہوں، دو رافضی ہوں، دو اور کوئی شیاطین ہوں ایسا معجون تیار کرتے ہیں جس سے دین کا کوئی کام نہ ہو سکے۔ اورنگزیب عالمگیر کے دور میں کیا روافض نہیں تھے؟ لیکن انہوں نے علماءِ اہلسنت کو جمع کر کے یہ بہترین فتاویٰ ترتیب دیا تھا جو کہ چھ لاکھ جزئیات پر مشتمل ہے۔ اس میں لکھا گیا ہے کہ آج کل کے زمانے میں یہ جو

قوال ہیں اور قوالیاں کرتے ہیں اور اپنے خیال میں بڑے عاشق رسول ہوتے ہیں یہ مسلمانوں کے لئے تکلیف کا باعث ہیں ان کو جلا وطن کرنا ضروری ہے وہ اسلامی ملک میں رہنے کے قابل نہیں ہیں وہ کسی ایسے ملک میں چلے جائیں جہاں کفار زیادہ ہوں کیونکہ اسلام کبھی بھی ڈھول باجوں کی اجازت نہیں دیتا۔

بدترین عمل

پھر حضرت ﷺ نے فرمایا کہ مجھے امت کے گناہ بھی دکھائے گئے اور ان میں سب سے بدترین گناہ یہ تھا کہ میرے امتی نے قرآن کریم کی کوئی آیت یاد کی اور پھر اسے بھول گیا'' ثم نسیها ''۔ کتنے بڑے صدمے کی بات ہے اور آپ ﷺ اسے کتنے درد اور کرب سے بیان فرما رہے ہیں۔ آج ہم دنیا کے ہر کام کے لئے بہت بہادر ہیں لیکن قرآن کریم کے لئے کسی کے پاس بھی وقت نہیں ہے۔ مسلمانوں کو چاہئے کہ ہر کام رہنے دیں لیکن قرآن کا جو حصہ بھی یاد ہے اس کو مضبوطی سے پکڑے رہیں۔ اس لئے علماء لکھتے ہیں کہ حافظ قرآن کے لئے ہر وقت، چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے قرآن مجید پڑھنے کی اجازت ہے تاکہ وہ بھول نہ جائے، یہاں تک کہ قرآن کریم کھول کے پڑھنے کا اجر زیادہ ہے، لیکن حافظ کے لئے کہا گیا ہے کہ اسے چاہئے کہ وہ بغیر دیکھے پڑھے کیونکہ اگر وہ کھول کر اور دیکھ کر پڑھنے لگے گا تو اس سے خطرہ ہے کہ اس سے نسیان پیدا ہوگا۔ قرآن کریم میں ارشاد فرمایا کہ جس نے بھی ہمارے ذکر (قرآن) سے اعراض کیا یعنی اسے بھول گیا تو ہم اس پر دنیا میں زندگی تنگ کر دیں گے اور بروزِ قیامت اسے نابینا اٹھائیں گے۔ اسی طرح جنابِ نبی کریم ﷺ

کے ارشاد سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ اکبر الکبائر میں سے ہے، بہت بڑا گناہ ہے کہ کسی کو قرآن کریم کا کچھ حصہ یاد ہو اور وہ بھول جائے۔

اللہ رب العالمین قرآن کریم کے ساتھ پورے عالم کے مسلمانوں کی وابستگی مستحکم فرمائے اور قرآن کریم کی تعلیمات اور معروف اپنانے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کی توہین اور نسیان سے پرہیز کی توفیق عطا فرمائے۔

(آمین)

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین